تفسیر

نور القرآن

تالیف

پیر طریقت رہبر شریعت [illegible] مفسر قرآن مبلغ اسلام
حضرت علامہ حضور باباجی پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
بانی و شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال

پارہ نمبر 9

www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	تفسیر نورالقرآن (پارہ نمبر 9)
مصنف	علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب
کمپوزنگ	محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال
معاون کمپوزنگ	محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال
پروف ریڈنگ	عبدالقدیر فریدی، محمد اشرف فریدی
طباعت	فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک ساہیوال فون 040-4221485
تاریخ طباعت	دسمبر 2008ء
ناشر	مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال فون: 040-4466685,4466985

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورة	مضامین	نمبر شمار
۱۴۹	۶۰	۷	سیدنا نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا ذکر	۸۹
۱۵۳	۶۴	۷	قوم نوح پر عذاب کا ذکر	۹۰
۱۵۵	۶۵	۷	ہود علیہ السلام کی قوم عاد کا ذکر	۹۱
۱۵۷	۶۸	۷	ہود علیہ السلام کے تبلیغ دین کا ذکر	۹۲
۱۵۹	۷۰	۷	قوم ہود کا غلط رویہ اور سخت جوابات	۹۳
۱۶۱	۷۲	۷	قوم ہود بغاوت اور سرکشی کیوجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے	۹۴
۱۶۲	۷۳	۷	صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا واقعہ	۹۵
۱۶۴	۷۴	۷	قوم ثمود پر اللہ کی نعمتوں اور احسانات کا ذکر	۹۶
۱۶۶	۷۵	۷	قوم ثمود کیا انکار اور سرکشی	۹۷
۱۶۷	۷۷	۷	قوم نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو تکلیف پہنچائی	۹۸
۱۶۹	۷۹	۷	قوم ثمود پر عذاب الٰہی کا نزول	۹۹
۱۷۱	۸۱	۷	سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر	۱۰۰
۱۷۳	۸۳	۷	قوم لوط علیہ السلام پر عذاب نازل ہونے کا ذکر	۱۰۱
۱۷۵	۸۵	۷	شعیب علیہ السلام کی قوم کا ذکر	۱۰۲
۱۷۷	۸۶	۷	شعیب علیہ السلام کی قوم کی بداعمالیاں	۱۰۳
۱۸۰			**فہرست مضامین (پارہ نمبر ۹)**	۱۰۴
۱۸۰	۸۹	۷	قوم شعیبؑ کی نالائقی، سخت رویے اور دھمکیوں کا ذکر	۱۰۵
۱۸۲	۹۲	۷	قوم شعیب نافرمانی کی وجہ سے برباد ہوگئے	۱۰۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷	مذکورہ قوموں کے علاوہ بھی بہت سے انبیاء تشریف لائے	۷	۹۴	۱۸۵
۱۰۸	اللہ کی اطاعت میں ہی زمین و آسمان کی برکتیں ہیں	۷	۹۶	۱۸۶
۱۰۹	سابقہ قوموں کے ذکر سے کفار کو ڈرایا جا رہا ہے	۷	۹۸	۱۸۸
۱۱۰	گناہوں پر عذاب کا ذکر	۷	۱۰۰	۱۸۹
۱۱۱	سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور قبطی قوم کی تباہی کا تذکرہ	۷	۱۰۴	۱۹۳
۱۱۲	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر	۷	۱۰۷	۱۹۵
۱۱۳	فرعونیوں کے جادو کا ذکر	۷	۱۱۰	۱۹۷
۱۱۴	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ	۷	۱۱۳	۱۹۸
۱۱۵	جادوگر ناکامی کے بعد ایمان لے آئے	۷	۱۱۹	۲۰۰
۱۱۶	ایمان لانیوالے جادوگروں کو فرعون کا سزا دینے کا اعلان	۷	۱۲۴	۲۰۲
۱۱۷	جادوگروں کے استقلال اور صبر کا ذکر	۷	۱۲۶	۲۰۳
۱۱۸	فرعون نے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا	۷	۱۲۷	۲۰۵
۱۱۹	فرعون کی دھمکیوں پر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو تسلی دی	۷	۱۲۹	۲۰۸
۱۲۰	فرعونیوں پر عذاب الٰہی کی مختلف صورتیں	۷	۱۳۰	۲۱۰
۱۲۱	فرعونی عذاب الٰہی کے باوجود تکبر اور سرکشی پر اڑے رہے	۷	۱۳۳	۲۱۲
۱۲۲	فرعونیوں کی عجز و انکساری کا ذکر	۷	۱۳۴	۲۱۴
۱۲۳	فرعونیوں کو سرکشی کے باعث بحر قلزم میں ڈبو دیا گیا	۷	۱۳۶	۲۱۵
۱۲۴	بنی اسرائیل کو مشرق و مغرب کا مالک بنا دیا گیا	۷	۱۳۷	۲۱۷

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۲۱۹	۱۳۸	۷	بنی اسرائیل کی نجات کا ذکر	۱۲۵
۲۲۰	۱۴۱	۷	بنی اسرائیل کو بت پرستی کی اجازت مانگنے پر بھرپور جواب	۱۲۶
۲۲۲	۱۴۲	۷	موسیٰ علیہ السلام کے چالیس روزوں کا ذکر	۱۲۷
۲۲۴	۱۴۳	۷	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا کوہِ طور پر اللہ کے دیدار کا واقعہ	۱۲۸
۲۲۷	۱۴۴	۷	سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کے انعامات کا ذکر	۱۲۹
۲۲۹	۱۴۵	۷	تورات شریف سے متعلق ہدایات	۱۳۰
۲۳۰	۱۴۶	۷	بنی اسرائیل کی ناشکری کا تذکرہ	۱۳۱
۲۳۲	۱۴۸	۷	بنی اسرائیل بچھڑا بنا کر اُس کو پوجنے لگے	۱۳۲
۲۳۴	۱۵۰	۷	کوہِ طور سے واپسی پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا جلال و غصہ	۱۳۳
۲۳۶	۱۵۲	۷	بچھڑے کو پوجنے والے ذلیل و رسوا ہونگے	۱۳۴
۲۳۶	۱۵۳	۷	جرم کے بعد توبہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بخشش دے گا	۱۳۵
۲۳۸	۱۵۴	۷	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا غصہ جاتا رہا	۱۳۶
۲۳۹	۱۵۵	۷	موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طور پر جانیوالے ستر آدمی ہلاک ہوگئے	۱۳۷
۲۴۱	۱۵۶	۷	موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کا ذکر	۱۳۸
۲۴۲	۱۵۷	۷	حضور ﷺ کی صفات کا تذکرہ	۱۳۹
۲۴۶	۱۵۸	۷	اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کی تلقین	۱۴۰
۲۴۸	۱۵۹	۷	قومِ موسیٰ علیہ السلام کے صالحین کی تعریف	۱۴۱
۲۴۹	۱۶۰	۷	بنی اسرائیل کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کرنے کا تذکرہ	۱۴۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۳	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے چشمے جاری ہو گئے	۷	۱۶۰	۲۴۹
۱۴۴	بنی اسرائیل پر من وسلویٰ و دیگر انعامات کا ذکر	۷	۱۶۰	۲۴۹
۱۴۵	بنی اسرائیل کی نافرمانی کا ذکر	۷	۱۶۱	۲۵۱
۱۴۶	بنی اسرائیل کا ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنے کا واقعہ	۷	۱۶۳	۲۵۳
۱۴۷	ایلہ بستی والوں کا تفصیلی تذکرہ	۷	۱۶۴	۲۵۴
۱۴۸	بنی اسرائیل کے نافرمانوں کو بندر بنادیا گیا	۷	۱۶۶	۲۵۶
۱۴۹	نافرمان بنی اسرائیل قیامت تک عذاب میں مبتلا رہیں گے	۷	۱۶۷	۲۵۷
۱۵۰	بنی اسرائیل میں سے کچھ نیک اور کچھ بد	۷	۱۶۸	۲۵۹
۱۵۱	مال کے بدلہ میں تورات کے احکامات بدلنے والوں کا ذکر	۷	۱۶۹	۲۶۰
۱۵۲	نیکی کرنے والوں کو ان کا اجر ضرور ملے گا	۷	۱۷۰	۲۶۲
۱۵۳	یہود پر کوہِ طور لا کھڑا کرنے کا تذکرہ	۷	۱۷۱	۲۶۲
۱۵۴	تمام انسانوں سے لئے جانیوالے عہد کا ذکر	۷	۱۷۲	۲۶۴
۱۵۵	عہد لینے سے مشرکین کی بہانہ بازیوں کا جواز ختم ہو گیا	۷	۱۷۴	۲۶۶
۱۵۶	بلعم بن باعور کی بدعملی کا واقعہ	۷	۱۷۵	۲۶۷
۱۵۷	بلعم بن باعور کی نافرمانی کا انجام	۷	۱۷۶	۲۶۹
۱۵۸	اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں	۷	۱۷۷	۲۷۰
۱۵۹	ہدایت اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے	۷	۱۷۸	۲۷۰
۱۶۰	غافل لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں	۷	۱۷۹	۲۷۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۱	اللہ تعالیٰ کے نام بہت حسین اُسے انہی ناموں سے پکارو	۷	۱۸۰	۲۷۳
۱۶۲	اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے گمراہی کی طرف جا رہے ہیں	۷	۱۸۲	۲۷۶
۱۶۳	ایسے لوگوں کو اللہ ڈھیل دے دیتا ہے	۷	۱۸۳	۲۷۶
۱۶۴	حضور ﷺ کو مجنون کہنے والوں کی تردید	۷	۱۸۴	۲۷۶
۱۶۵	جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا	۷	۱۸۶	۲۷۷
۱۶۶	حضور ﷺ سے قیامت کے متعلق سوال کرنے والوں کو جواب	۷	۱۸۷	۲۷۹
۱۶۷	حضور ﷺ کا علم غیب ذاتی نہیں عطائی ہے	۷	۱۸۸	۲۸۱
۱۶۸	اولاد کے ہونے پر شرکیہ کام نہ کرنے کا حکم	۷	۱۹۰	۲۸۴
۱۶۹	بتوں کی بے بسی کا تذکرہ	۷	۱۹۲	۲۸۶
۱۷۰	اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا مددگار ہے	۷	۱۹۶	۲۹۰
۱۷۱	بت کسی کی مدد نہیں کرسکتے	۷	۱۹۷	۲۹۰
۱۷۲	حضور ﷺ کو معاف کرنے اور جاہلوں سے بچنے کی تلقین	۷	۱۹۹	۲۹۳
۱۷۳	اگر شیطان فریب دے تو اللہ کی پناہ مانگو	۷	۲۰۰	۲۹۳
۱۷۴	غافلین کو شیطان گھیر لیتا ہے	۷	۲۰۲	۲۹۵
۱۷۵	نبی کی ذات پر تنقید اعتراض واضح گمراہی ہے	۷	۲۰۳	۲۹۷
۱۷۶	جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے غور سے سننے کا حکم	۷	۲۰۴	۲۹۹
۱۷۷	صبح وشام عاجزی سے خدا کو یاد کرنے کا حکم	۷	۲۰۵	۲۹۹
۱۷۸	اللہ تعالیٰ کے مقربین عبادت پر غرور نہیں کرتے	۷	۲۰۶	۳۰۱

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷۹	**سورۃ الانفال**			۳۰۴
۱۸۰	حضور ﷺ سے غنیمت کے متعلق سوال اور اس کا جواب	۸	۱	۳۰۴
۱۸۱	مومنین کی صفات کا تذکرہ	۸	۲تا۴	۳۰۶
۱۸۲	غزوۂ بدر کے موقعہ پر بعض صحابہ کے پریشان ہونے کا ذکر	۸	۷	۳۱۰
۱۸۳	غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کا تذکرہ	۸	۱۰	۳۱۲
۱۸۴	غزوۂ بدر کے موقعہ پر مزید انعامات کا ذکر	۸	۱۱	۳۱۴
۱۸۵	جنگ میں کفار کی گردنوں اور ہر ہر جوڑ پر مارنے کا حکم	۸	۱۲	۳۱۶
۱۸۶	میدان جنگ میں کفار سے پیٹھ پھیرنے والا غضب کا حقدار	۸	۱۶	۳۱۸
۱۸۷	اللہ تعالیٰ محبوب ﷺ کے فعل کو اپنا فعل قرار دے رہا ہے	۸	۱۷	۳۲۰
۱۸۸	اللہ تعالیٰ کی کفار کو زبردست تنبیہ	۸	۱۹	۳۲۲
۱۸۹	حق نہ سننے والے اور نہ سمجھنے والے جانوروں سے بھی بدتر ہیں	۸	۲۲	۳۲۵
۱۹۰	اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر فوراً حاضر ہونیکا حکم	۸	۲۴	۳۲۶
۱۹۱	اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت نہ کرنے کا حکم	۸	۲۷	۳۳۱
۱۹۲	اگر برائیوں سے بچو گے تو اللہ تعالیٰ انعامات سے نوازے گا	۸	۲۹	۳۳۴
۱۹۳	حضور ﷺ پر اللہ کے خاص انعام کا ذکر	۸	۳۰	۳۳۵
۱۹۴	کفار کی قرآن دشمنی اور عذاب کا مطالبہ	۸	۳۲	۳۳۸
۱۹۵	حضور ﷺ کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ عذاب نازل نہیں کریگا	۸	۳۳	۳۳۹
۱۹۶	کفار کے بےہودہ طریقہ عبادت کا تذکرہ	۸	۳۵	۳۴۱

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿۸۹﴾

اس (شعیب) کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا اے شعیب! ہم تجھے اور تیرے ماننے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہماری ملت میں واپس آ جاؤ (شعیب علیہ السلام) نے جواب دیا اگر چہ ہم اس کو ناپسند کرنے والے ہوں (۸۸) اگر ہم تمہارے دین میں داخل ہو گئے تو ہم نے خدا پر افتراء باندھا اس کے بعد اس نے ہمیں نجات دے دی ہمارے لئے تمہارے دین میں داخل ہونا ممکن نہیں سوا اس کے کہ اللہ ہی چاہے جو ہمارا رب ہے ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے ہم نے اللہ پر ہی توکل کیا ہے اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما دے اور تو سب سے اچھا فیصلہ فرمانے والا ہے (۸۹)

تفسیر

پچھلی آیات کریمہ میں شعیب علیہ السلام کی ہدایات کا ذکر تھا جو انہوں نے قوم کو دیں کہ وہ صبر کرے اپنے پر اللہ کے انعامات کو یاد کرے اور قوم کو گزشتہ کفار کے حالات کا ذکر تھا کہ وہ کس طرح برباد ہو گئے۔ان آیات میں قوم کی نالائقی،اپنے نبی سے سخت رویہ اور دھمکیوں کا ذکر ہے،قوم کے متکبر سرداروں نے کہا اے شعیب! اگر تو اپنی سرگرمیوں سے باز نہ آیا تو ہم تجھے اور تیرے ماننے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے تمہارا ہمارا

اکٹھے رہنا صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ تم ہمارے دین میں آجاؤ۔قوم کے اس ناجائز اور ظالمانہ مطالبہ پر شعیب علیہ السلام نے فرمایا ہم تمہارے دین میں کیسے آسکتے ہیں؟ جبکہ ہمارے دل تم سے، تمہارے دین سے نفرت کرتے ہیں اگر ہم تمہارے دین میں آجائیں تو ہم اللہ پر بہت جھوٹ باندھنے والے ہوجائیں گے جب اللہ نے ہمیں اس تمہارے دین سے بچالیا ہے تو اب پھر اس میں پھنس جائیں ایسا کرنا تو اللہ پر صریح بہتان باندھنا ہوگا اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہم نے صرف اللہ پر بھروسہ کیا ہوا ہے تمہاری دھمکیوں سے نہیں ڈرتے تمہارے اس ظالمانہ رویہ سے مرعوب نہیں ہوتے۔ جب آپ قوم کے رویہ سے مایوس ہوگئے تو بارگاہ قدس میں دعا کی، اے اللہ! یہ قوم ایمان لانے والی نہیں اب میں ان سے الگ ہوتا ہوں اے اللہ! اب تو ہی ہمارے اوران کے درمیان فیصلہ فرمادے، کفار کو ہلاک کردے اور مومنوں کو نجات دے دے اور تو ہی بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہے قوم متکبر تھی، مغرور تھی، سرکش تھی اور نبی کے سامنے تکبر وغرور تباہی ہے قوم کو چاہئے تھا کہ نبی کے سامنے عجز وانکساری سے پیش آتی، یہی غروران کی بربادی کا سبب بنا، شیطان کو تکبر و غرور نے ہی برباد کیا۔شعیب علیہ السلام کا ان کے دین سے انکار کرنا بتاتا ہے نبی اللہ کے فضل سے ہر برائی عیب، نقص سے پاک ہوتا ہے نبی کے قریب ہونا نجات ہے اس سے دُوری ہلاکت ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے کوئی ایک بھی ایسا نبی نہیں گذرا جس نے اپنے رب سے دعا نہ کی ہو۔آیہ مبارکہ میں توکل کی عظمت بھی واضح ہے، اللہ پر بھروسہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اس میں اپنے عجز کا اظہار ہے اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کرنے کی وضاحت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝۹۰ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝۹۱ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ۝۹۲

صدق اللہ العظیم

(شعیب علیہ السلام) کی قوم کے سرداروں نے کہا اگر تم شعیب کے تابع ہو گئے تو تم بے شک خسارے میں رہو گے (۹۰) تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا اور انہوں نے صبح اپنے گھروں میں اس حالت میں کی کہ اوندھے پڑے رہ گئے (۹۱) شعیب کو جھٹلانے والے گویا وہ کبھی ان گھروں میں رہے ہی نہ تھے جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ نقصان میں رہے (۹۲)

تفسیر

پچھلی آیات کریمہ میں شعیب علیہ السلام کی قوم کی بدکاریوں کا ذکر تھا۔ اِس آیہ پاک میں ان کی سزا کا ذکر ہے، شعیب علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی اے اللہ! ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے اُس فیصلہ کا ظہور ہے کہ وہ برباد کیسے ہوئے؟۔ ان کفار کو چاہئے تھا کہ شعیب علیہ السلام کے دعا مانگنے کے بعد وہ ڈر جاتے اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جاتے مگر انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور سردار اپنے ماتحت لوگوں سے بھی کہتے رہے اگر تم نے شعیب کا دین قبول کر لیا تو تم خسارے میں رہو گے تم سے تمہارے بزرگ ناراض ہو جائیں گے کہ تم نے اُن کا دین چھوڑ کر نیا دین اختیار کر لیا اور تم تجارت میں کم تول کر جو کماتے ہو محروم ہو جاؤ گے۔ کفار کی اس ڈھٹائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں سخت زلزلہ نے پکڑ لیا اور برباد ہو گئے اور ان کی بربادی کا منظر بھی یہ تھا گویا وہ کبھی اس علاقہ میں رہے ہی نہیں۔ سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر دوزخ کا دروازہ کھول دیا، شدت کی گرمی سے ہلاک ہوئے، ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے تہہ خانوں میں گئے تو وہاں اور زیادہ گرمی تھی شامیانوں درختوں کے سائے بھی

کام نہ آئے، پینے کو پانی بھی سخت کھولتا ہوا ملتا، مارے مارے پھرتے شہر سے باہر ایک مقام پر اکٹھے ہو گئے کہ وہاں پر بادل کا سایہ نظر آیا وہاں پر پہلے سخت چیخ آئی پھر زلزلہ آیا پھر اسی جگہ پر آگ بھڑک اٹھی اس طرح وہ سبھی لوگ تباہ ہو گئے، عمارات کا بھی نام ونشان نہ رہا وہاں کا ''کلمن'' نامی بادشاہ بھی بری طرح ہلاک ہوا وہاں کے ایمانداروں کو اللہ نے محفوظ رکھا، یہ منظر ایسے ہی ہوا جیسے مصر میں فرعونیوں پر اللہ کا قہر نازل ہوا اور بنی اسرائیل کو اللہ نے محفوظ رکھا۔شعیب علیہ السلام کی قوم اپنے نبی کی بددُعا کا شکار ہوگئی ان کی ہلاکت ان کی بداعمالی، بدکرداری، نبی کی دشمنی کے باعث ہوئی۔شعیب علیہ السلام کی قوم اس بیماری میں مبتلا ہوئی تھی کہ اس نے نبی کی اتباع کو نقصان جانا اور اس کی مخالفت کو فائدہ مند سمجھا ان کی یہی سوچ ان کی بربادی کا سبب بن گئی اس دور کے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ سوچیں کہ تجارت میں حرام طریقوں غلط رویّوں اور دھوکہ بازی اور سُودی کاروبار کو کامیابی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی کاروبار میں غلط رستہ اختیار کیا۔شعیب علیہ السلام نے روکا وہ نہ رُکے، بالآخر برباد ہو گئے، اہل مدین کے حالات کا بغور مطالعہ سچائی کی کامیابی اور جھوٹ کی بربادی سمجھنے میں مفید رہے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾

صدق اللہ العظیم

(پس شعیب علیہ السلام نے) ان سے منہ پھیر لیا اور کہا اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی کیسے غم کروں کافروں پر (۹۳)

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں قوم شعیب علیہ السلام کی بربادی کا ذکر تھا وہ ایسے برباد ہوئے گویا اس جگہ پر کبھی کوئی رہا ہی نہ تھا بے گوروکفن دردناک موت سے دوچار ہو گئے۔اس آیہ پاک میں ارشاد ہے ان کی اس تباہی پر

ان پر کوئی غم کھانے والا بھی نہ تھا۔

سیدنا شعیب علیہ السلام عذاب آنے سے قبل ایمانداروں کو لے کر باہر چلے گئے تھے عذاب آنے کے بعد اپنی قوم کو لے کر مکہ مکرمہ چلے گئے راستہ میں بکھری لاشیں پڑی دیکھیں تو ان کی حالت زار پر بحیثیت نبی غور کیا اور فرمایا میری قوم! میں نے تو تم تک اپنے رب کے ارشادات پہنچادئے تھے اس عذاب کی صورت حال سے تمہیں آگاہ کر دیا تھا مگر تم نہ مانے، آج تمہاری یہ حالت اسی نافرمانی کے باعث ہے، میں نے ہمیشہ تمہاری خیر خواہی کی مگر تم نے ہمیشہ میری نافرمانی کی اب میں تمہاری ہلاکت پر غم کیوں کروں؟ شعیب علیہ السلام مکہ مکرمہ پہنچ گئے وہیں پر آپ کی وفات ہوئی۔

آیہ مبارکہ کے مفہوم سے واضح ہو رہا ہے نبی کی موجودگی میں عذاب نہیں آتا عذاب آنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نبی کو اوراس کے ماننے والوں کو محفوظ فرمالیتا ہے، جیسے اس واقعہ سے واضح ہے۔

جہاں عذاب نازل ہو وہاں سے نکل جانے کا حکم ہے حضور ﷺ کا قوم ثمود کی بستی سے گذر ہوا تو صحابہ کو حکم دیا کہ یہاں سے جلدی نکل جائیں اوراس کنوئیں کا پانی بھی استعمال نہ کریں جس جگہ پر ابرہہ کی فوج پر عذاب نازل ہوا وہاں سے حاجیوں کو تیزی سے گذر جانے کا حکم ہے۔

سیدنا شعیب علیہ السلام نے برباد قوم سے گزرتے ہوئے ایسے باتیں کیں جیسے حضور ﷺ نے بدر کے کنوئیں میں ڈالے گئے کفار کی لاشوں سے باتیں فرمائیں۔ انبیاء علیہم السلام کے ارشادات اور قوم کی سرکشی کے ذکر کرنے میں حضور ﷺ کی امت کو متنبہ کرنا ہے کہ وہ ایسی حرکات سے بچے، اُن قوموں کے شاہی محلات کھنڈرات میں بدل گئے، اُن کا غلبہ تنزل میں بدل گیا۔ حضور ﷺ کی اُمت کو بتایا جارہا ہے میرے یہ آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی تمہارے لئے وہی توحید، وہی احکام، وہی ارشادات لائے ہیں اگر تم نے بھی وہی کام کیا جو قوموں نے کیا تو پھر ان کے انجام سے ڈرو اگر تم امن سلامتی خیر و برکت چاہتے ہو تو دامن محبوب میں پناہ لے لو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ
اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿٩٤﴾
ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ
قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ
فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩٥﴾

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا (مگر انہیں نبی کے جھٹلانے کے سبب) تنگی اور مصیبت میں پکڑا تا کہ وہ فریاد کریں (۹۴) پھر ہم نے برائی کی جگہ بھلائی بدل دی یہاں تک کہ وہ بہت ہو گئے اور کہا بے شک ہمارے باپ دادا کو رنج اور راحت پہنچی تھی، تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور انہیں خبر ہی نہ ہوئی (۹۵)

تفسیر

پہلی آیات مقدسہ میں چند انبیاء علیہم السلام کی اقوام کی ہلاکت وتباہی کا ذکر ہوا کسی کے ذہن میں آسکتا تھا کہ عذاب میں مبتلا ہونے والی صرف یہی چند اقوام ہیں اس آیہ پاک میں ارشاد ہوا کہ نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب علیہم السلام ہی نہیں ان کے علاوہ بھی قوموں کے پاس انبیاء بھیجے گئے جب ان لوگوں نے اپنے ان انبیاء کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا انہیں اس گرفت کا پتہ تک ہی نہ چلا، لوگوں کو بتایا جا رہا ہے کہ چند انبیاء علیہم السلام کے واقعات بطور نمونہ تمہیں بتائے گئے ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ دنیا میں جس قدر انبیاء آئے اور قوم نے تکذیب کی تو ہم نے اس قوم کو عذاب میں مبتلا کیا کہ وہ ڈر کر انبیاء کی اطاعت کریں مگر جب وہ اپنی اس نالائقی سے باز نہ آئے تو ہم نے بجائے مشکلات کے انہیں آسانیاں بھی دیں کہ وہ ہمارے ان انعامات پر شکر ادا کریں اور انبیاء کی سرکشی سے بچیں مگر شکر کے بجائے ان کی سرکشی رہی اور کہتے رہے کہ کوئی بات نہیں رنج وغم، راحت وخوشی اتفاقی معاملات ہیں ہمارے باپ دادا کو بھی ایسے معاملات سے واسطہ پڑا یہ تو زمانہ کا انداز ہے جو بدلتا رہتا ہے۔ ان کی اس ناشکری، سرکشی پر ہم نے انہیں اچانک عذاب میں مبتلا کر دیا انہیں یہ خیال ہی نہ تھا کہ عذاب آئے گا۔ آیہ

مبارکہ سے واضح ہے نبی کی دشمنی مصیبت میں مبتلا کر دیتی ہے، نبی کی محبت عذاب و مصیبت سے بچاتی ہے ۔ان قوموں کا ایک امتحان اس طرح لیا گیا کہ فقر و فاقہ اور بیماری میں مبتلا کئے گئے جب اس میں ناکام ہوئے تو دوسرا امتحان اس طرح لیا گیا، فقر و فاقہ کی جگہ دولت و عزت، فضل سے نوازے گئے اور خوب بڑھے کثرت حاصل کی مگر جب وہ اس امتحان میں بھی ناکام رہے کہ شکر ادا نہ کیا، عاجزی اختیار نہ کی جب وہ کسی طرح بھی سیدھی راہ پر نہ آئے تو ہم نے انہیں اچانک عذاب میں مبتلا کر دیا۔جسم کا کوئی حصہ علاج کے بعد بھی درست نہ ہو، مرض بڑھتا ہی جائے تو پھر وہ عضو کاٹنے سے ہی باقی جسم محفوظ رہ سکتا ہے یہی حال ان قوموں کا تھا۔

ہمیں چاہئے ہم پر آئے دن آنے والی مشکلات و مصائب سے بچنے کیلئے اپنے رب قدوس سے عجز و انکساری آہ وزاری سے معافی مانگیں اور نجات پائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٦﴾

اور اگر بستیوں والے ڈرتے ایمان لاتے تو ضرور ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے انہیں اُن کے کئے پر پکڑ لیا(۹۶)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں گستاخ قوموں کی بربادی کا ذکر ہوا کہ ان کی نااہلیوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔اس آیہ پاک میں ان اعمال کا ذکر ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمات و برکات کا نزول ہوتا ہے، وہ ایمان ہے تقویٰ ہے، رزق وسیع ہے صحت ہے عافیت سے نوازے جاتے ہیں مگر جب ان انعامات الٰہیہ کا شکر ادا نہیں کیا جاتا (تو کفران ہوتا ہے) تو یہی نعمتیں عذاب کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا جارہا ہے کہ اگر یہ بندے پرہیز گار بنتے، شکرادا کرتے تو ہم ان پر رحمات و برکات کے دروازے کھول دیتے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ہماری نعمتوں سے نوازے جاتے رہے مگر انہوں نے تو بجائے اطاعت وفرمانبرداری کے سرکشی اختیار کی، رسولوں کو جھٹلایا، ان لوگوں نے انبیاء کی مخالفت میں کوئی کمی نہ چھوڑی، عقیدے کے طور پر بھی مخالفت کی اور عملی طور پر بھی دشمن رہے اسی وجہ سے ہم نے انہیں عذاب دیا اور سخت گرفت کی، لوگوں کے سنبھلنے سے ملک بچ جاتا ہے انسانوں کی گمراہی سے ملک بھی برباد ہو جاتا ہے، نبی کو جھٹلانا خدا کا بھی انکار ہے، جنت ودوزخ حشر نشر سبھی کی مخالفت ہے۔ان مجرموں کو اپنے کئے کی سزا ملی ہے۔

آیہ مبارکہ کے عنوان سے واضح ہورہا ہے، ایمان، تقویٰ، پرہیزگاری رحمات الٰہیہ کے نزول کا سبب بنتے ہیں۔آسمان سے بارش کی برکت ملتی ہے زمین اپنے مخفی خزانے زراعت کے ذریعہ نکال کر سامنے رکھ دیتی ہے ہرطرف خیروبرکت کی بارش ہوتی ہے مگر جب وہ لوگ ان انعامات کی بے قدری کرتے ہیں تو گرفت ہوجاتی ہے اور تباہی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

آیہ کریمہ میں برکات کے نازل ہونے کا ذکر ہے کبھی برکت اس صورت میں ہوتی ہے کہ اصل شئی ہی بڑھ جاتی ہے اور وافر ہوتی ہے اور کبھی یہ صورت ہوتی ہے چیز ظاہری طور پر تو نہیں بڑھتی مگر اس سے کام اتنے ہوجاتے ہیں کہ لوگ حیران رہتے ہیں، ایسی برکت کا مشاہدہ آئے دن ہوتا رہتا ہے کھانا تھوڑا مگر کھا بہت لوگ گئے ہیں مکان چھوٹا ہے مگر سما بہت لوگ گئے ہیں، برکت مال میں بھی ہوتی ہے جان میں بھی ہوتی ہے کام میں بھی۔آئے دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کبھی معمولی کھانا بھی صحت کا سبب بن جاتا ہے کبھی پیٹ بھر کر کھانے سے بھی صحت نہیں، کبھی تھوڑے وقت میں بڑے سے بڑا کام ہوجاتا ہے کبھی گھنٹوں میں بھی معمولی کام نہیں ہوتا۔

آیت کریمہ سے واضح ہورہا ہے آسمان وزمین کی برکتیں ایمان اور تقویٰ سے ظہور پذیر ہوتی ہیں،

ایمان اور تقویٰ نہ ہو تو معاملات میں برکات سے محرومی ہو جاتی ہے ہاں یہی نعمتیں خدا کی نافرمانی، سرکشی، ناشکری کے سبب عذاب الٰہی کی نشانیاں بھی بن جاتی ہیں لوگوں کو ڈرتے رہنا چاہئے، خدا کا عذاب کسی وقت بھی انہیں پکڑ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿٩٧﴾ أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿٩٨﴾ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٩٩﴾

صدق اللہ العظیم

کیا بستیوں والے ڈرتے نہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سوئے ہوں (۹۷) بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آئے جب وہ کھیل رہے ہوں (۹۸) کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیروں سے مطمئن ہو گئے ہیں اللہ کی خفیہ تدبیروں سے مطمئن وہی ہوتے ہیں جو تباہی والے ہوں (۹۹)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں گزشتہ قوموں کے عذابوں کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں حضور ﷺ کے زمانہ پاک کے کفار کو ڈرایا جا رہا ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ گستاخ قوموں کو ہم عذاب کی خبر دے کر ہی عذاب بھیجیں ہماری طرف سے عذاب انہیں رات سونے کی حالت میں بھی آ سکتا ہے، صبح کو ہنستے کھیلتے وقت بھی آ سکتا ہے۔ لوگوں کو بتایا جا رہا ہے کہ خدا کی طرف سے دئے گئے دین میں رہ کر بے خوف نہ ہو جائیں بدکرداریوں کا عذاب رات کے وقت بھی آ سکتا ہے۔ دن کے وقت بھی جب لوگوں کو عذاب آنے کا وہم و گمان بھی نہ ہو تو عذاب آ سکتا ہے۔ ان لوگوں کو ہماری طرف سے دی گئی ڈھیل سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے ، یاد رکھیں ہم سے بے خوف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو خسارے والے نہیں لوگو! تمہیں چاہئے کہ پہلی قوموں پر

عذاب نازل ہونے سے سبق سیکھیں۔ آیہ مبارکہ سے یہ واضح ہو رہا ہے دل سے خدا کا خوف نکل جائے تو یہ عمل کفر پر خاتمہ کی نشانی ہے اکثر عذاب الٰہی اُسی وقت آتا ہے جب قومیں اپنے رب سے اس کے احکام سے غافل ہو جائیں اور لہو ولعب میں مبتلا ہو جائیں کفار کی ساری زندگی بھی لہو ولعب ہے کہ خدا سے دوری ہے نبی سے دشمنی ہے لوگوں کو دنیا کی عیش وعشرت میں مست ہو کر خدا تعالیٰ کو بھلا نہیں دینا چاہئے۔ وہ کسی حالت میں بے فکر نہ ہوں، اللہ ان پر کسی وقت بھی عذاب بھیج سکتا ہے عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ پچھلی قوموں کے واقعات سے سبق سیکھیں اور جو کام دوسروں کی بربادی کا سبب بنا ہے اس سے بچیں مکہ والوں سے فرمایا جا رہا ہے اگر تم میرے رسول کی مخالفت کرتے رہے تو تمہیں کسی بھی وقت دن ہو یا رات برباد کیا جا سکتا ہے

امام قرطبی کہتے ہیں آیہ کریمہ میں بستیوں سے مراد مکہ اور گرد و نواح کی بستیاں ہیں۔ آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ مکہ کے لوگ کس قدر کم فہم کم عقل ہیں وہ پہلوں کے انجام سے سبق نہیں سیکھ رہے سراسر خسارے میں جا رہے ہیں جس اللہ نے انہیں برباد کر دیا جو تم سے کہیں جری گستاخ اور اہل دولت و ثروت تھے، تمہاری تو کوئی حیثیت ہی نہیں بچو سوچو اور سمجھو۔ آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو اعمال صالحہ کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے اور کفار کو عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾	کیا ان لوگوں نے ہدایت حاصل نہ کی جو پہلوں کے وارث ہوئے اگر ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں کی سزا دیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں پھر وہ کچھ نہیں سنتے (۱۰۰)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

لوگوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے اپنے سے پہلے کفار کے انجام سے ڈرو، ہماری قوت کو ذہن میں رکھو ہم چاہیں تو

تمہیں تمہارے گناہوں پر سزا دیدیں کفار پہلوں کی بستیوں پر حکمرانی تو کرتے ہیں وارث تو بنے بیٹھے ہیں کیا ان علاقوں بستیوں اوران کی تباہی سے انہیں ہدایت نہ ملی کہ سبق سیکھیں ہم چاہیں تو انہیں بھی عذاب میں مبتلا کردیں جیسے یہ لوگ ان کے محلات مکانات کے وارث بن گئے ہیں ان کے کفر وشرک کی بھی اسی طرح اتباع کر رہے ہیں جن بیماریوں سے ان سے پہلے مبتلا تھے اور برباد ہو گئے۔

یہ بھی انہیں بیماریوں میں پھنس چکے ہیں، ان کے کفر کی وجہ سے ہم ان کے کانوں پر مہر لگا دیتے ہیں وہ آپ کے فرمودات تو دل سے سنتے ہی نہیں قبول کا سننا اُن کے مقدر میں ہی نہیں۔ محبوب! آپ ان کے کردار سے پریشان نہ ہوں اپنی تبلیغی کوششوں کو جاری رکھیں ان کا اسلام قبول نہ کرنا یہ قصور ان کا ہے، آپ اپنے مشن کو نبھا رہے ہیں۔

آیہ مبارکہ سے سبق ملتا ہے جیسے یہ دنیا مکانات مال ومتاع کھیتی باڑی کا نظام پہلوں کے پاس نہ رہا اور وہ چھوڑ کر چلے گئے۔ ہمیں بھی اس دنیا کو چھوڑ کر جانا ہے، تکبر وغرور سے دلوں کو پاک کریں اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔ آیہ کریمہ کا یہ ارشاد کہ ہم جب چاہیں پکڑ لیں بتاتا ہے ہماری کوئی حیثیت نہیں ہمارے مال وجان عزت اولاد کاروبار کا حقیقی مالک وہی ہے۔ جب چاہے لے جیسے چاہے لے جسے چاہے دیدے، آیہ کے آخری حصہ سے یہ بات نمایاں ہے دل پر مُہر لگ جائے تو سننا بھی نتیجہ خیز نہیں ہوتا تمام اعضاء صحیح کام اسی وقت کرتے ہیں جب دل کی حکمرانی صحیح ہو دل کی حیات سارے جسم کی حیات ہے دل کی موت سارے جسم کی موت ہے۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے دوسرا کرتا ہے تو دوسرا اور تیسرا کرتا ہے تو تیسرا نقطہ لگ جاتا ہے اگر وہ مسلسل گناہوں میں پڑا رہتا ہے تو یہ سیاہ نقطے اس کے سارے دل کو گھیر لیتے ہیں، اب اس کے دل میں جو بھلائی برائی کی پہچان کی جو فطری کیفیت ہوتی ہے وہ فنا ہو جاتی ہے ایسی صورت حال کو مہر لگانے سے تعبیر کیا گیا ہے، جس عقل وفہم

سے عاری ہو جاتا ہے اور سننے سمجھنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ دل تمام اعضاء کا مرکز ہے وہ خراب ہو جاتا ہے تو تمام اعضاء خراب ہو جاتے ہیں اور خراب کاموں میں لگ جاتے ہیں وہ ٹھیک ہوتا ہے تو سارے اعضاء (جو اس کی فوج ہے) ٹھیک ہوتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ صدق اللہ العظیم	یہ بستیاں جن کے حالات ہم آپ کو سناتے ہیں اور بے شک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تو وہ اس قابل نہ ہوئے کہ وہ اس پر ایمان لائیں جیسے پہلے جھٹلا چکے تھے اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگاتا ہے (۱۰۱) اور ان میں سے اکثر کو ہم نے قول کا سچا نہ پایا اور اکثر لوگوں کو مجرم ہی پایا (۱۰۲)

تفسیر

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے ہم نے آپ پر بستیوں کے حالات بیان کئے ہیں ان کے پاس انبیاء علیہم السلام واضح معجزات دلائل لے کر پہنچے مگر ان کی حالت یہ تھی پہلے بھی انبیاء کو جھٹلاتے آئے اور جھٹلاتے رہے یہ لوگ ایمان کیسے لا سکتے تھے ان کے دلوں پر تو مہر لگا دی گئی تھی جو لوگ علم الٰہی میں کافر ہو گئے ان کے نصیب میں ایمان کے ساتھ مرنا نہیں، نہ وہ مہر ٹوٹ سکتی ہے نہ یہ ایمان لا سکتے ہیں ان میں اکثر لوگ بے وفا نکلے، ہم سے کئے گئے وعدے انہوں نے پورے نہ کئے ان میں وفادار بندے تھوڑے ہیں، بے وفا زیادہ ہیں ہم نے اکثر کو بے وفا پایا محبوب آپ ان کی سازشوں نااہلیوں سے پریشان نہ ہوں۔

قرآن مقدس کے ارشاد ''من انبائہا'' سے واضح ہو رہا ہے پچھلی قوموں کے واقعات تو ہزاروں ہیں

مگر ہم آپ کو کچھ سناتے ہیں ان قوموں کے پاس انبیاء دلائل لے کر آئے معجزات دکھائے مگر یہ ضد پر اڑے رہے ایمان نہ لائے۔

اس آیہ کریمہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے، معجزات تمام انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائے گئے بعض انبیاء کے معجزات کا قرآن مقدس نے ذکر فرمایا، بہتوں کا ذکر نہیں فرمایا گیا مگر معجزات عطا سبھی کو ہوئے، ہود علیہ السلام کی قوم نے جو آپ سے کہا آپ کوئی معجزہ نہیں لائے یہ محض ضد اور ہٹ دھرمی کی بناء پر کہا یا ان کے معجزات کو معمولی سمجھ کر یہ کہہ دیا، کفر پر اَڑے رہنا، ضد پر ڈٹے رہنا سچ کو جھوٹا کہتے رہنا یہ ان قوموں کا وطیرہ تھا آج ہم میں بھی بعض مسلمان اسی انداز کو اپنائے رکھتے ہیں۔ جو ایک مرتبہ بات منہ سے نکل گئی بس پھر اسی پر ڈٹے رہے، اَنا کا مسئلہ بنا کر سچ کو جھوٹ کہتے رہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں یہ بھی فرمایا ہم نے ان میں اکثر لوگوں کو ایفائے عہد کرنے والا نہ پایا اکثر لوگوں نے ایمان اور اطاعت کا جو عہد کیا تھا وہ پورا نہ کیا اکثر لوگ مصیبت میں پھنس جائیں تو اللہ سے عہد کرتے ہیں اگر نجات پالیں تو اطاعت کریں گے لیکن جب ان کو راحت مل جاتی ہے تو ایفائے عہد نہیں کرتے۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہاں عہد سے مراد ''الست بربکم'' والا عہد ہے۔ اس ارشاد سے بد عہدی کی مذمت ہے، وعدہ پورا کرنا ایمانداروں کا شیوہ ہے، بدعہدی کرنا کفار کی عادت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى
فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى
يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾
حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۗ
قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾

صدق اللہ العظیم

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کی جماعت کی طرف بھیجا سوانہوں نے ان نشانیوں کے ساتھ ظلم کیا آپ دیکھئے فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوا (۱۰۳) اور موسیٰ نے کہا اے فرعون ! میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں (۱۰۴) میرا یہ مقام ہے کہ میں اللہ کے متعلق حق کے سوا کوئی بات نہ کہوں بے شک میں تمہارے پاس رب کی طرف سے ایک مضبوط دلیل لے کر آیا ہوں تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے (۱۰۵)

تفسیر

پچھلی آیات کریمہ میں پانچ انبیاء علیہم السلام کا اپنی اپنی قوم کے پاس آنے، پیغام حق سنانے اور ان کے نہ ماننے کا ذکر تھا ان انبیاء علیہم السلام نے خداداد قوت کے ساتھ اُن سخت درشت مزاج لوگوں کے ساتھ ٹکر لی، ان آیات مبارکہ میں بنی اسرائیل کے ایک جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ آپ ایک مضبوط طاقتور قوم قبطیوں کی طرف بھیجے گئے۔

اس آیہ کریمہ میں اس قبطی قوم کی تباہی کا ذکر ہے، اس قوم کے ایک فرد فرعون نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سرکش مغرور شخص فرعون کے سامنے کلمہ حق بلند کیا۔ آپ نے اس قوم کو اپنے معجزات بھی دکھائے۔ چاہئے تھا کہ وہ ایمان لاتے مگر انکار کیا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے جا کر فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، اس کا نبی ہوں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے، میرے منصب کا تقاضا یہ ہے

کہ میں اللہ کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ کروں، انبیاء کو احکام اللہ کی طرف سے دیئے جاتے رہے، اور وہ خدائی امانت ہوتے ہیں۔ ان میں کمی بیشی خیانت ہے اور انبیاء خیانت اور ہر گناہ سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں اس نے انکار کیا اور آپ کے معجزات کو جادو کہا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں مجھے یہ لائق نہیں کہ میں اللہ کی طرف حق کے علاوہ کسی اور شے کو منسوب کروں میرے پاس نبوت کے واضح اور روشن دلائل ہیں، فرعون! تجھے چاہئے کہ مجھ پر ایمان لا اور میری قوم بنی اسرائیل کو آزاد کردے کہ میں اپنی قوم بنی اسرائیل کو اس کے اصلی وطن فلسطین لے جاؤں۔ (یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل فلسطین سے ہجرت کر کے مصر آگئے تھے لیکن مصریوں نے انہیں غلام بنالیا اور ان سے انتہائی ناروا سلوک کرتے تھے) اے فرعون! مجھے تیری سلطنت کی ضرورت نہیں نہ میں تیرا محتاج ہوں، فرعون اس زمانہ میں مصر کے ہر بادشاہ کا لقب ہوتا تھا، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون کا نام قابوس یا مسقاع تھا۔

اس آیہ کریمہ میں موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کا واضح ذکر ملتا ہے کہ آپ کو معجزات سے نوازا گیا مگر قربان جائیں سید الانبیاء ﷺ کی ذات گرامی پر آپ کو سراپا معجزہ بنا کر بھیجا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام صرف مصر کے نبی تھے ہمارے محبوب کریم ﷺ پوری مخلوق کے رسول ہیں" بعثت الی الخلق کافه "میں ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام عصا اور ید بیضا لے کر فرعون کے پاس آئے، ہمارے رسول پاک ﷺ قرآن پاک لے کر کفار مکہ کے پاس آئے، موسیٰ علیہ السلام پر اترنے والی کتاب تورات آپ کا معجزہ نہ تھی مگر حضور ﷺ پر اترنے والی کتاب قرآن مقدس آپ کا عظیم معجزہ ہے، قرآن مقدس کے ارشاد "الا الحق" سے واضح ہوتا ہے نبی سے کبھی کوئی غلط بات سرزد نہیں ہوتی وہ معصوم ہے پاک ہے طیب ہے طاہر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ اِنۡ كُنۡتَ جِئۡتَ بِاٰيَةٍ فَاۡتِ بِهَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿١٠٦﴾ فَاَلۡقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعۡبَانٌ مُّبِيۡنٌ ﴿١٠٧﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيۡضَآءُ لِلنّٰظِرِيۡنَ ﴿١٠٨﴾

صدق اللہ العظیم

(فرعون نے) کہا اگر تم کوئی نشان لے کر آئے ہوتو لاؤ اگر تم سچوں میں سے ہو(۱۰۶) تو موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنا عصا ڈال دیا وہ فوراً ایک اژدھا ظاہر ہو گیا (۱۰۷) اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا(۱۰۸)

تفسیر

فرعون موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا تو قائل تھا کہ آپ کو بچپن سے دیکھ چکا تھا، مگر اسے آپ کی تبلیغ پر حیرت ہوئی کہ اس کے سوا بھی کوئی دوسرا رب ہے کہ فرعون تو صرف اپنے کو ہی رب کہتا تھا، اس کیلئے حیرت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں رسول ہوں میں نبی ہوں وہ اس اصطلاح سے ناواقف تھا اس لئے اس نے شک کے طریقہ سے پوچھا اگر آپ سچے ہیں تو کوئی معجزہ دکھائیں، آپ نے فرعون کے اس مطالبہ پر فوراً اپنی لاٹھی ڈالی، وہ لاٹھی اژدھا بن گیا اسی محفل میں یا پھر کسی دوسری محفل میں آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بغل میں ڈالا اور پھر نکالا تو یہ ہتھیلی بہت روشن و درخشاں دکھائی دی، فرعونی جادوگروں نے بھی یہ رسیوں کو سانپ بنا کر دکھایا مگر یہ صرف نظر بندی تھی ۔ قرآن مقدس نے اس جادو کی صورت کو اس طرح ارشاد فرمایا ''سحروا اعین الناس '' کہ انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کیا مگر موسیٰ علیہ السلام کا عصا حقیقتاً سانپ بن گیا جو دوڑا بھی اور سانپوں کو کھایا بھی مگر موسیٰ علیہ السلام کے اٹھانے پر وہ لکڑی کی لکڑی ہی تھی ۔ تفسیر کبیر میں اس اژدہا کی ہیبت کا ذکر اس طرح ملتا ہے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اژدہا نے فرعون کی طرف منہ پھیلایا تو اس نے تخت سے کود کر موسیٰ علیہ السلام کی پناہ لی اور دربار کے ہزاروں آدمی اس کی دہشت سے مر گئے ۔ دوسرے معجزہ کا اظہار اس طرح ہوا کہ آپ نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ بہت

درخشاں تھا۔ ہاتھ کے معجزہ کو قرآن مقدس نے دو مختلف صورتوں میں بیان فرمایا ہے ایک جگہ تو اس طرح ہے ''ادخل یدک فی جیبک'' اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد ہے ''واضمم یدک الی جناحک'' اپنا ہاتھ اپنے بازو کے نیچے دبالوان دونوں ارشادات کا معنی واضح ہے ہاتھ کا نکالنا گریباں کے اندر سے ہوتا تھا یا بازو کے نیچے سے یعنی کبھی گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالنے سے اور کبھی بازو کے نیچے دبا کر نکالتے یہ معجزہ ظاہر ہوتا تھا۔ بیضاء کا معنی سفید کا ہے، یہ سفیدی کسی بیماری کے سبب نہ تھی جیسے بعضوں کو غلط فہمی ہوئی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے یہ سفیدی کوئی معمولی نہ ہوئی تھی بلکہ اس کے ساتھ ساری فضا روشن ہو جاتی تھی (قرطبی)

فرعون کے مطالبہ پر موسیٰ علیہ السلام نے دو معجزے دکھائے پہلا لاٹھی کا اژدھا بن جانا، اس میں مخالفین کیلئے ہیبت تھی ڈر تھا کہ وہ ڈر کر اپنی اصلاح کریں دوسرا معجزہ تھا کہ ہاتھ چمک جاتا اس میں دیکھنے والوں کیلئے ترغیب تھی اور قریب آنے کیلئے اشارہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم نور ہدایت ہے اس روشنی سے فائدہ اٹھاؤ۔ بعض ظاہر بین لوگ معجزات پر دماغ کھو بیٹھتے ہیں، عقل سے عاری ہوتے ہیں کہ لکڑی کا اژدہا بننا، دوڑنا، کھانا عقل میں نہیں آتا۔ معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جو عقل کو عاجز کر دے معجزہ عقل میں نہیں آتا، ایمان میں آتا ہے۔ خدا کو قادر مطلق مانا جائے اور نبی کو خدا کا فرستادہ مانا جائے تو معجزہ کی صورت سمجھ میں آسکتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾

صدق اللہ العظیم

قوم فرعون کے سرداروں نے کہا یہ تو ایک علم والا جادو گر ہے (۱۰۹) ارادہ کرتا ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے اب تمہارا مشورہ کیا ہے (۱۱۰) انہوں نے کہا اسے اور اس کے بھائی کو یہاں ٹھہرا اور شہروں میں لوگ بھیج دے (۱۱۱) جو علم والے جادوگر اکٹھے کر لائیں (۱۱۲)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر تھا، اس آیہ کریمہ میں فرعونیوں کے جادو کا ذکر فرمایا گیا ہے فرعون کے حواریوں نے اس سے کہا موسیٰ جو بڑی دیر تک مصر سے غائب رہے، موسیٰ علیہ السلام آٹھ دس سال تک مدین میں مقیم رہے تھے۔ یہ وہاں کہیں جادو سیکھتے گئے تھے موسیٰ کا ارادہ ہے کہ تجھے تیرے ملک سے نکال دے اور وہ خود یہاں کا بادشاہ بن جائے، حواریوں کی اس غلط سوچ پر فرعون پریشان ہوا، اور پوچھا اس کا حل کیا ہے خدام نے کہا موسیٰ اور اس کے بھائی کو کچھ نہ کہو، مصر کی دور دراز بستیوں سے ماہر اور کامیاب جادوگروں کو اکٹھا کرو، مصر میں اس وقت فن جادوگری کا خاصہ عروج تھا اس بناء پر دو پادریوں نے کہا کہ اس کے مقابلہ کیلئے باہر جادوگر بلائے جائیں۔ مصر کے مختلف مقامات پر اچھے مشہور جادوگر رہتے تھے ان کے استاد دو سگے بھائی تھے، پولیس لینے گئی تو ان دونوں بھائیوں نے اپنی ماں سے مشورہ کیا فرعون نے موسیٰ کے مقابلہ کیلئے بلایا ہے ہم کیا کریں ماں نے کہا تم جاؤ مگر یہ خیال کرنا اگر موسیٰ کا عصا موسیٰ کے سونے کی حالت میں یہی کام کرتا ہے تو مقابلہ نہ کرنا کہ وہ جادو نہیں معجزہ ہے۔ جادو ہمیشہ جادوگر کی بیداری ہوشیاری میں ہی کام کرتا ہے۔ نبی کو اللہ تعالیٰ معجزات عطا کرتا ہے جو اس کی کامیابی کا سبب بنتے ہیں اور ان معجزات کے مقابلہ میں دشمن ذلیل و خوار ہوتا ہے، جیسے پچھلی آیات مبارکہ میں نوح، ہود، صالح علیہم السلام کے واقعات میں واضح ہے فرعونیوں کے اس واقعہ سے واضح ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنے دور

کے جلیل القدر نبی موسیٰ علیہ السلام کی پناہ نہ لی مار کھا گئے، کاش وہ نبوت کے دامن میں پناہ لے لیتے تو بچ جاتے۔ انہوں نے عقلی گھوڑے دوڑائے اور جادوگر بلائے ناکام ہوگئے کاش وہ ایمان کی نگاہ سے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے تو اس عذاب سے محفوظ رہتے، فرعونیوں نے موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہا کہ انہوں نے ساری زندگی شعبدہ بازوں کو ہی دیکھا تھا وہ اس کے سوا کہہ بھی کیا سکتے تھے کہ موسیٰ جادوگر ہے، معجزہ اور جادو کا فرق بڑا واضح ہے، اللہ تعالیٰ انبیاء کو معجزات اس انداز میں عطا فرماتا ہے کہ اگر دیکھنے والے ذرا غور کرلیں تو معجزہ اور جادو کا فرق سمجھ آجاتا ہے، جادو کرنے والے، گندگی ناپاکی کے ماحول میں پھنسے رہتے ہیں جس قدر گندگی غلاظت ہوگی جادو کامیاب دکھائی دے گا بخلاف انبیاء علیہم السلام کے ان کی طبیعتوں میں نفاست پاکیزگی طہارت اور معصومیت ہمیشہ ہمیشہ رہتی ہے، یہ چیزیں ایک لمحہ کیلئے بھی جدا نہیں ہوتیں فرعونی موسیٰ علیہ السلام کے کمالات کو دیکھ کر یہ نہ سمجھ سکے کہ خالق کائنات کی قدرت کا یہ ایک عظیم نمونہ ہے اور جادو کہہ دیا اور یہ بدگمانی شروع کردی کہ جادو کے زور سے ہمیں ملک بدر کردے گا، اسی بناء پر سب نے مشورہ کر کے جادوگروں کو اکٹھا کیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرۡعَوۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ لَنَا لَاَجۡرًا اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمۡ وَاِنَّكُمۡ لَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوۡا يٰمُوۡسٰٓى اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِىَ وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّكُوۡنَ نَحۡنُ الۡمُلۡقِيۡنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلۡقُوۡا‌ ۚ فَلَمَّاۤ اَلۡقَوۡا سَحَرُوۡۤا اَعۡيُنَ النَّاسِ وَاسۡتَرۡهَبُوۡهُمۡ وَجَآءُوۡ بِسِحۡرٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۱۶﴾

صدق اللہ العظیم

اور جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہا اگر ہم غالب آجائیں تو ہمیں کچھ انعام ملے گا (۱۱۳) فرعون نے کہا ہاں اسی وقت تم مقربین میں شامل ہوجاؤ گے (۱۱۴) جادوگروں نے کہا اے موسیٰ! یا تو آپ ڈالیں یا پھر ہم ڈالنے والے ہیں (۱۱۵) (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا تم ہی ڈالو جب انہوں نے ڈالا لوگوں کی نگاہوں پر جادو کردیا اور انہیں ڈرایا اور بہت بڑا جادو کیا (۱۱۶)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں فرعون کا حواریوں سے مشورہ کرنے کا ذکر تھا کہ موسیٰ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے فیصلہ ہوا کہ جادوگر بلائے جائیں۔ اس آیہ کریمہ میں جادوگروں کے بلانے اور ان کے عملی جادو کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے جادوگروں نے اپنے جادو کا فرعون سے صلہ مانگا کہ اگر ہم کامیاب ہو جائیں تو ہمیں ملے گا کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے جو تبلیغ فرمائی تو نہایت اخلاص سے اللہ کی رضا کیلئے ان جادوگروں کی نیت میں فساد تھا۔ پولیس نے پورے ملک سے جادوگروں کو اکٹھا کیا اور فرعون کے پاس لائی یہ لوگ فرعون کے مہمان رہے ان کی تعداد میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ روح المعانی میں تفصیل موجود ہے، ابو برزہ کہتے ہیں ان کی تعداد ستر ہزار تھی محمد بن کعب نے کہا اسی (۸۰) ہزار تھے۔ مختلف روایات میں ہے کہ ان کی تعداد تین لاکھ تک تھی، لاٹھیوں اور رسیوں کا جو سامان لایا گیا، تین سو اونٹوں پر لایا گیا (قرطبی)

انہوں نے فرعون کے ہاں آتے ہی جو بات کہی وہ یہ تھی کیا ہمیں کامیاب ہو جانے کی صورت میں کوئی انعام بھی ملے گا فرعون نے کہا انعام بھی ہوگا اور پھر تم حکومت میں مقرب بھی بنائے جاؤ گے۔ ان جادوگروں کے تین گروہ بن گئے تھے ایک کو اپنے کامیاب ہونے کا مکمل یقین تھا، وہ سمجھتے تھے موسیٰ ایک سانپ بنائے گا تو ہم ہزاروں سانپ بنالیں گے، دوسرا گروہ وہ تھا جسے کامیابی میں شک تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی کارکردگی سن چکے تھے، تیسرا گروپ وہ تھا جسے مکمل طور پر ناکامی کا یقین تھا، وہ مقابلہ میں آنا ہی نہیں چاہتے تھے چنانچہ مقابلہ کیلئے تاریخ اور وقت میدان مقرر ہو گیا۔ فریقین مقررہ وقت پر پہنچ گئے یہ ایک عجیب منظر تھا، فرعون کے حواریوں میں لاکھوں میں تماشائی بے شمار ہیں جادوگروں کے حامی بڑے فخر سے سر اٹھاتے چل رہے ہیں اور دوسری طرف جو حق کی طرف ہے اس میں صرف دونوں بھائی موسیٰ و ہارون علیہم السلام موجود ہیں، مقابلہ اس طرح شروع ہوا جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اگر آپ چاہیں تو اپنا عصا پہلے پھینکیں یا پھر ہم شروع کرتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے بڑی فراخ دلی سے فرمایا تم ہی

آغاز کرو چنانچہ انہوں نے ہزار رسیاں، لاٹھیاں، بانس میدان میں پھینکے اور تماشائیوں کی نظر بندی کر دی یہ ساری چیزیں لوگوں کو سانپ بن کر دکھائی دینے لگیں جادو کی حقیقت کوئی نہیں صرف ہاتھ کی صفائی اور معجزہ ایک حقیقت ہوتا ہے ان لاکھوں سانپوں سے تماشائیوں پر ایک عارضی ڈر طاری ہو گیا موسیٰ علیہ السلام کا انہیں اجازت دینا کہ تم پہل کر لو یہ جادو کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ان کی رسوائی اور ذلت کو واضح کرنے کیلئے تھا کہ تم اپنا زور لگا لو میں پھر اپنی صداقت کا معجزہ پیش کروں گا جس سے ان کے تمام مکر وفریب بری طرح مار کھا جائیں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝١١٧ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١١٨ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ۝١١٩ وَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝١٢٠ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٢١ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝١٢٢

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو وحی کی کہ اپنا عصا ڈالیں پس اچانک انکی بناوٹوں کو نگلنے لگا (۱۱۷) پس حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے باطل ہو گیا (۱۱۸) اور وہ مغلوب کئے گئے اس جگہ اور ذلیل وخوار ہوئے (۱۱۹) اور جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے (۱۲۰) (جادوگر) بولے ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لے آئے (۱۲۱) جو موسیٰ کا رب ہے اور ہارون کا (۱۲۲)

تفسیر

پہلی آیات مقدسہ میں جادوگروں کے کرتب ظاہر ہونے کا ذکر تھا اب آخر میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے، پچھلی آیہ کریمہ میں جادوگروں کے اس احترام ذکر تھا کہ پہلے آپ کریں، ڈالیں یا پھر ہم یہ ان کی عاجزی کا ایک انداز تھا۔ اس آیہ کریمہ میں اس عاجزی کے صلہ ملنے کا ذکر ہے ہم نے موسیٰ

علیہ السلام کو وحی کی ، جبریل حاضر ہوئے یا موسیٰ! علیہ السلام کے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ وہ اپنا عصا ڈالیں یہ عصا ڈالنے کا واقعہ اس وقت ظہور پذیر ہوا جب جادوگروں نے اپنا پورا زور لگا لیا اور میدان مقابلہ کو مصنوعی سانپوں سے بھر دیا، جونہی موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا ، وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا اور بھرے ہوئے میدان کے تمام سانپوں کو نگل گیا اور پھر اس اژدہا نے تماشائیوں کی طرف رخ کیا تو سارے فرعونیوں میں بھگدڑ مچ گئی بہت سے لوگ اس بھگدڑ میں مر گئے پھر جونہی موسیٰ علیہ السلام نے اس اژدہا کو پکڑا تو یہ وہی عصا تھا اس عظیم معجزہ سے موسیٰ علیہ السلام کی ہیبت طاری ہوگئی ،حق وصداقت کا ڈنکا بج گیا اور ہزاروں من وزنی سانپ نگل جانے کے بعد بھی عصا کا وزن وہی رہا جو پہلے تھا ایک ماشہ بھی نہ بڑھا، چنانچہ جادوگر قدرت کی طرف سے سجدے میں گرادئے گئے اور بلند آواز سے کہا ہم اس رب العالمین پر ایمان لائے جس کا ذکر موسیٰ وہارون کرتے ہیں تمام جادوگر سجدے میں گرائے گئے اور انہوں نے فرعونی عقیدے سے توبہ کی۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہورہا ہے دشمن سے بحث وتمحیص اور مناظرہ یہی سنت انبیاء علیہم السلام ہے اس واقعہ تک پچھلی تمام آیت میں جتنے بھی انبیاء علیہم السلام کا ذکر آیا ہے سب نے اپنی قوم سے حق گوئی کا حق ادا کیا ہے موسی وفرعون کے مقابلہ سے یہ بات بھی واضح ہورہی ہے حق پر لڑنے کے لئے دشمن کے اور لشکر کے ڈرے بغیر مقابلہ کیا جائے قرآن مقدس نے فرمایا غلبت فئة کثيرة باذن الله ایمانداروں کی چھوٹی جماعت بھی تو اللہ کے فضل سے دشمن کی بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے میدان بدر میں ایسے ہی ہوا اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہورہا ہے نبی کے ادب سے کافر بھی مومن ہوجاتا ہے اور نبی کی بے ادبی سے مومن بھی کافر بن جاتا ہے جادوگروں نے بھی (تھوڑا سا) ادب کا پہلو اپنایا کہ آپ عصا پہلے ڈال لیں قدرت کی طرف سے یہ سارے سجدے میں گرادیے گئے ،انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے ظاہر ہونے میں بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ اس میں نبی کا کوئی عمل دخل نہیں یہ نظریہ صحیح نہیں ان کمالات کا خالق تو اللہ ہی ہے مگر اس عمل میں نبی کی ذات کو بھی باعتبار کسب کے دخل ہے جس کا انکار صحیح نہیں۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه سيدنا محمد وعلىٰ آله واصحابه بعدد خلقه

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

صدق اللہ العظیم

فرعون نے کہا تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے کہ میں تم کو اجازت دوں بے شک یہ تو بڑا فریب ہے جو تم نے شہر میں پھیلایا ہے کہ شہر والوں کو اس سے نکال دو قریب ہے تم جان لو گے (۱۲۳) میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا (۱۲۴)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں جادوگروں کے ایمان لانے کا ذکر ہے جونہی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے عصا ڈالنے کا عظیم معجزہ دیکھا تو وہ سارے کے سارے سجدے میں گرا دیے گئے یہ ایک دینی لحاظ سے بہت بڑا کام تھا جوان سے ہو گیا۔اب جادوگروں کے اس عظیم کام پر فرعون کے غصہ کا ذکر ہے اور انہیں سزا دینے کا اعلان ہے گویا ایمان لانے کی نیکی کے بعد ان کی شہادت کی نیکی کا ذکر ہے ان کے ایمان لانے کے بعد انکی آزمائش کا ذکر ہے۔فرعون کا سزا دینے کا اعلان اسی میدان میں نہیں ہوا اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر سبھی فرعونی بھاگ گئے تھے گھر پہنچ کر جب اس کے ہوش وحواس ٹھکانے لگے تو شرمندگی مٹانے کے لئے پھر جادوگروں کو بلایا کہ تم میری اجازت کے بغیر ایمان لائے ہو تمہاری سزا یہ ہے کہ تم نے اس واقعہ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے سازباز کر لی تھی کہ تم سارے اس کے شاگرد ہو تمہاری یہ سازش کامیاب نہیں ہوگی تمہاری سزا یہ ہے کہ ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کٹوا دوں گا پھر اسی سزا پر ہی اکتفاء نہیں کروں گا بلکہ تمہیں سولی پر بھی چڑھا دوں گا کہ تم نے میری اجازت کے بغیر ایمان لانے کا قدم کیوں اٹھایا ہے۔

یہ جادوگر ایمان لانے کے سلسلہ میں فرعون کی طرف سے مجبور نہیں،ایمان لانے کے لئے ،حق کے لئے

اللہ کے حضور سر بسجود ہونے کے لئے کسی کے تابع نہیں حتیٰ کہ ماں باپ بھی نماز روزہ سے روکیں تو اولاد ہر حال میں اپنے رب کے فرائض سرانجام دے۔**لا طاعة المخلوق فی معصية الخالق** خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

فرعون کی ساری سازشیں ناکام ہوگئیں مقابلہ کے وقت حق کی طرف سے صرف دو مرد ہی مومن تھے موسی وہارون علیہم السلام مگر آپ کا معجزہ دیکھ کر قوم فرعون کے چھ لاکھ آدمی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور اپنے مومن ہونے کا کھلا اعلان کیا فرعون نے اپنی کامیابی حاصل کرنے کے لئے دو سازشیں بنائیں جو ناکام ہوئیں۔ پہلی سازش یہ کہ جادوگروں نے موسیٰ سے پہلے مل کر ساز باز کر رکھی تھی یہ غلط ہوئی۔دوسری سازش سزا کی دھمکی دی وہ بھی ناکام ہوئی تیسرا الزام یہ بھی لگایا کہ موسیٰ انہیں یہاں سے نکالنا چاہتا ہے یہ الزام بھی ناکام ہوا۔آیہ مبارکہ میں جادوگروں کے ایمان لانے کا واضح ذکر ہے،انہوں نے برملا کہا ہم رب العلمین پر ایمان لے آئے اس کے بعد پھر کہتے ہیں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے جس سے اشارہ ملتا ہے ایمان کی تکمیل اس میں ہے کہ نبی کے ذریعہ سے خدا کو مانا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

جادوگروں نے کہا بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں (۱۲۵) اور تو ہم سے اس لئے ناراض ہوتا ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات پر ایمان لائے،جب وہ بھی ہمارے پاس آئیں اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان کی حالت میں فوت کرنا۔(۱۲۶)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں جادوگروں کے استقلال اور صبر کا ذکر ہے کہ انہوں نے کس قدر ظالم بادشاہ کی دھمکیوں کے جواب میں اپنی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ایسے لوگوں کو صاحب استقامت کہا جاتا ہے جنہوں نے ایک مرتبہ کہہ دیا ہمارا رب اللہ، پھر اس پر پکے رہ گئے اور بارگاہ قدس سے ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، یہ جادوگر فرعون کی سختی سے بد دل نہیں ہوئے اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام سے شکوہ کیا ہے اپنے پر وارد ہونے والے سارے مصائب کو صبر سے برداشت کیا ہے اور اپنے مرنے کیلئے تیار ہو گئے ہیں مگر موسیٰ علیہ السلام کی محبت سے منہ نہیں پھیرا گویا فرعون کے جواب میں مرنے کا ڈر نہیں ہم شہادت کی موت کو سینے سے لگاتے ہیں تیری مصیبتوں سے بچ کر اپنے رب کی بارگاہ میں امن سے رہیں گے جب ایک دن مرنا تو ہے ہی پھر ڈر کا ہے کا۔ ہمارا جرم صرف یہی ہے کہ ہم نے اپنے رب کی نشانیوں کو مانا ہے، موسیٰ و ہارون کے رب پر ایمان لائے ہیں جادوگروں نے رب سے صبر مانگا ہے، حوصلہ مانگا ہے بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا معافی کی درخواست نہیں کی مرد مومن مرد مجاہد کی صفات میں یہ ایک اہم صفت ہے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرعون نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوائے پھر انہیں دریائے نیل کے کنارے پر سولی پر لٹکا دیا اس واقعہ سے واضح ہو رہا ہے ایمان میں کس قدر قوت ہے طاقت ہے اور کفر کس قدر کمزور ہے یہی جادوگر تھے جو فرعون سے ڈرتے تھے مگر جونہی ایماندار ہونے کا اعلان کیا تو ایک غیبی قوت نے ان کا سر اونچا کر دیا اور رضا و خوشی سے ہاتھ پاؤں کٹوا کے سولی پر چڑھے۔ ان تمام میں سے کسی ایک نے بھی بزدلی یا معافی مانگنے کا مظاہرہ نہیں کیا کہ انہیں یقین ہو گیا تھا یہ موت ان کی راحت ہے اور یہی موت انہیں محبوب تک پہنچائے گی مشکلات پر صبر کرنا اہل اللہ کا شیوہ ہے اللہ والوں کو ایسے مصائب پر ناز ہوتا ہے۔

؎ آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یہ حق و صداقت کی قوت تھی جس نے انہیں فرعون سے پنجہ آزمائی پر تیار کر دیا اور بھرے مجمع میں فرعون کی

رسوائی کا سبب بن گئے اور ایک لحہ بھر میں انسانیت کے بلند ترین مقام پر پہنچ گئے اور برملا کہا اے فرعون تو ہمیں سزائیں اس لئے دے رہا ہے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں ہم تیرے سب مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں مگر تجھے خدا نہیں مانیں گے۔

یہ طاقت عظیم طاقت ہے اللہ پر بھروسہ آخرت پر ایمان نبی سے وابستگی میدان جنگ میں ثابت قدمی انعامات الٰہیہ سے عظیم انعامات ہیں یورپ کی پچھلی جنگ عظیم میں جرمنی نے اپنے فوجیوں کو اس ڈگر پر چلایا تھا کہ اللہ پر بھروسہ کرو اور دیانتداری کو ملحوظ رکھو خوف آخرت کا خیال کرو ان چیزوں سے فتح قریب ہو جاتی ہے۔موسیٰ وفرعون کی اس جنگ میں نبوت کی ہیبت کا بھی پتہ چلتا ہے فرعون نے اپنا سارا غصہ جادوگروں پر نکالا ہے تو موسیٰ وہارون علیہم السلام کے بارہ میں کوئی سخت الفاظ بول نہ سکا، نہ سزا دے سکا اور نہ ہی کسی سزا کی دھمکی دی، بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کا منصوبہ تو بنایا تھا مگر موسیٰ وہارون علیہ السلام کے بارہ میں اس وقت بھی کچھ نہ کہہ سکا، یہی وہ جادوگر تھے جو شروع میں کامیاب ہونے پر انعام مانگ رہے تھے ،یہی ہیں جو ایمان لانے کے بعد فرعون کو ٹھکرا رہے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لئے چھوڑتا ہے کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور موسیٰ تجھے اور تیرے ٹھہرائے ہوئے معبودوں کو چھوڑ دے (فرعون نے) کہا اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے اور بے شک ہم ان پر غالب ہیں (۱۲۷)

تفسیر

پہلی آیات میں فرعون کے اس ظلم کا ذکر تھا جو اس نے جادوگروں پر کیا اس آیہ مبارکہ میں فرعون کے ایک اور شدید ظلم کا ذکر ہے جو اس نے بنی اسرائیل پر کیا ان کے بیٹوں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور بیٹیوں کا زندہ رکھنے کا۔ فرعون نے یہ فیصلہ اس بنا پر کیا جب جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور انہیں سولی پر چڑھایا گیا تھا تو فرعون کے حواریوں نے کہا اے بادشاہ تو نے جادوگروں کو تو سولی دے دی ہے مگر جو اصل مجرم ہیں موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھی وہ تو بچ گئے اگر تو نے انہیں کچھ نہ کہا تو یہ لوگ تیرے ملک میں فساد پیدا کر دیں گے اور تیری عبادت نہیں ہوگی، تیرے نام پر بنائے گئے بت توڑ دیے جائیں گے تو فرعون نے کہا پریشان ہونے کی بات نہیں جیسے ہم نے پہلے کیا تھا موسیٰ (علیہ السلام) کی پیدائش پر بچوں کو قتل کیا بچیوں کو چھوڑا یہ کام پھر دوبارہ شروع کر دیں گے غرضیکہ یہ قوم بڑھ نہیں سکے گی غالب ہم ہی رہیں گے۔

دین دار حق پسند لوگوں کو بعض اکھڑ، متعصب لوگ آج بھی فسادی کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے حق والوں کے لئے یہ اصطلاح فرعونی دور سے چلی آ رہی ہے، فرعون کی نااہلی، جہالت اور سرکشی کا اندازہ یہیں سے لگایا جا سکتا ہے ان کے نزدیک جادوگروں کو مسلمان بنانے کا جرم موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے ہوا ہے مگر قتل کرنے کا منصوبہ ان کے بچوں کا ہے، لڑکیوں کو زندہ چھوڑنے کا منصوبہ اس لئے کیا کہ جوان ہو کر فرعونیوں کی باندیاں بنیں گی۔ حیران کن بات یہ بھی ہے کہ بچوں کے قتل کے اس منصوبہ پر بھی فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کچھ نہیں کہا یہ نبوت کی ہیبت تھی جو فرعون کے دل پر طاری ہو چکی تھی مومن کے دل میں پیدا ہو جانے والے جذبہ سے باطل مار کھا جاتا ہے، جب مومن کی گردن خدا کے سامنے جھک جاتی ہے تو کائنات بھر کی چیزیں اس کے سامنے گردنیں جھکا دیتی ہیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں

تو ہم گردن از حکم دا ور مپیچ — کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ
تو خدا کے حکم سے گردن نہ پھیر — کائنات تیری تابع رہے گی

اسی عنوان کو مولانا جلال الدین رومی اس طرح فرماتے ہیں۔

ہر کہ ترسید از حق تقوی گزید ترسد ازوے جن و انس و ہر کہ دید

جواللہ سے ڈرتا ہے ساری مخلوق اس سے ڈرتی ہے۔

فرعون نے بنی اسرائیل کی بربادی کا منصوبہ بنایا مگر بری طرح ناکام رہا اس کے سارے ظلم آخرکار اسی کی تباہی کا سبب بن گئے اس کا دعویٰ اُلوہیت برباد ہو گیا قوم نے کہا یذرک والھتک موسیٰ تیرے خداؤں کی بربادی کا سبب بنے گا بعض علماء نے کہا ہے فرعون اگرچہ اپنی عبادت کرواتا تھا مگر اس کا اپنا بھی خدا تھا سورج کی پرستش کرتا تھا ستاروں کو معبود مانتا تھا (بیضاوی) قوم کے لئے چھوٹے چھوٹے بت بنا رکھے تھے خود کو بڑا رب کہتا تھا۔ حسن بصری کہتے ہیں وہ خود بھی بت پرست تھا، امام رازی کہتے ہیں فرعون نے ستاروں کی صورتوں کے بت بنا رکھے تھے، ابن عباس فرماتے ہیں فرعون گائے کی پرستش کرتا تھا مگر اپنے کو بڑا رب کہلواتا تھا (معاذاللہ)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۗ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو بے شک ساری زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں سے جس کو چاہتا ہے وارث بناتا ہے اور اچھا انجام متقین کے لئے ہے (۱۲۸) انہوں نے کہا (اے موسیٰ) آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں تکلیفیں دی گئیں اور آپ کے ہمارے پاس آنے کے بعد بھی (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے

گا اور تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنادے گا پھر
دیکھے گا تم کیسے کام کرتے ہو۔(۱۲۹)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں فرعون کی ظالمانہ دھمکیوں کا ذکر تھا قبطیوں کو تسلی دلاتا رہا فکر نہ کرو ہم کامیاب ہوں گے ہم بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کریں گے بیٹیوں کو زندہ رکھیں گے ظلم کا یہ انداز کوئی معمولی نہیں تھا بنی اسرائیل پریشان ہوئے۔

اس آیہ مبارکہ میں بنی اسرائیل کو حوصلہ دیا جارہا ہے پریشان نہ ہوں اللہ سے مدد مانگو، مشکلات پر صبر کرو زمین کا اصل وارث تو اللہ ہی ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں کو عطا کردیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو تسلی دی ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو برباد کردے گا بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام نے دو باتوں کا حکم دیا ہے پہلا حکم یہ تھا اللہ سے مدد مانگو وہی حقیقی مددگار ہے وہی حقیقی کارساز ہے اللہ سے مدد مانگنے کے حکم میں گویا بنی اسرائیل کو بارگاہ قدس میں جھکنے، عاجزی کرنے کا درس ہے انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنی اپنی قوموں کو رب قدوس کے حضور عاجزی، انکساری اور اسی سے مدد مانگنے کا درس دیا ہے۔ اللہ سے مدد مانگنے کے عنوان پر مزید معلومات درکار ہوں تو سورۃ فاتحہ میں ایاک نستعین کے تحت مطالعہ مفید رہے گا۔

موسیٰ علیہ السلام نے دوسری ہدایت جو بنی اسرائیل کو دی وہ مشکلات ومصائب پر صبر کرنے کا درس ہے۔ ان ہدایات کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خوشخبری بھی سنائی ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو برباد کردے گا یہ خوشخبری بھی سنائی ہے کہ بنی اسرائیل! تم فرعونیوں کی املاک زمینوں کے مالک ہو گے زمین اللہ کی ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ ہدایات فرمانے خوشخبریاں سنانے کے بعد بنی اسرائیل کو ہلایا بھی ہے کہ دیکھنا فرعونیوں کے مال جاندار کے وارث بن کر کہیں تم سرکش نہ بن جانا تم پر جو یہ عطا فرمائے گا تو وہ دیکھے گا بھی تم کس قدر اچھے عمل کرتے ہو برائی سے بچتے ہو۔ خدا پناہ اللہ کی نعمتوں کے دینے پر تم نے

شکرادانہ کیا سرکشی کواپنایا تو دیکھنا تمہاراانجام بھی براہوگا۔آیہ مبارکہ میں بنی اسرائیل کے دکھ درد سنانے کا ذکر ہے جوانہوں نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کوسنائے کہ موسیٰ!(علیہ السلام) تیرے یہاں آنے سے پہلے بھی ہمیں دکھ دیئے گئے اور تیرے ہمارے ہاں آنے کے بعد بھی ہمیں مصائب میں مبتلا کیا گیا قوم کی عجز وانکساری پر موسیٰ علیہ السلام کورحم آیا،صبر کا حکم دیا فرعون کی بربادی کی خوشخبری سنائی،مشکلات سے نجات حاصل کرنے کا علمی روحانی نسخہ بھی اس آیہ کریمہ میں ذکرفرمادیا گیاہے۔

مشکلات میں اللہ سے مدد مانگنےاوردکھوں پرصبرکرنے کا روحانی نسخہ ایسا کارآمد ہے جو کبھی خطانہیں جاتا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی مددفرماتا ہےتو ساری دنیا کا رُخ بھی اسی بندے کی طرف پھر جاتا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں اگرچہ خطاب تو بنی اسرائیل کو ہی ہے مگراس پوری کائنات کے حکمران طبقہ کو ہے کہ اپنے دورحکومت کوعقل فکر ہوش سے چلائیں مالک خالق وہی ہے جب چاہے جسے چاہے ملک وحکومت دے دیتا ہے۔عمر بن عبید نے منصور کوخلافت ملنے پر یہی آیہ سنائی کہ اللہ جسے چاہتا ہے زمین میں خلیفہ بنا دیتا ہے عمر بن عبید نے جواب دیا یہ بھی ٹھیک ہے وہ جسے چاہتا ہےعطافرماتا ہےمگرآیہ کا آخری حصہ بھی تو دیکھو کہ حکومت دینے کے بعد اللہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ جسے حکومت دی گئی ہےاس کا رویہ قوم سے کیسا ہے؟اس کے معاملات کیسے ہیں؟اس کا اندازحکومت کیسا ہے؟اللہ تعالیٰ حکومت عزت مال بخشے تواس سے توفیق بھی مانگی جائے اس نظام کو چلانے میں صحیح رکھنے میں،خدااس کی مددکرتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣١﴾

صدق اللہ العظیم

اور بے شک ہم نے فرعون کی آل (متبعین) کو کئی سال قحط اور پھلوں کی کمی میں مبتلا رکھا تا کہ وہ نصیحت قبول کریں (۱۳۰) پھر جب انہیں خوشحالی ہوئی تو کہتے کہ یہ ہمارے سبب سے ہے اور اگر ان کو بدحالی پہنچتی تو وہ اُسے موسیٰ اور موسیٰ کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے آگاہ ہو جاؤ بے شک کافروں کی نحوست اللہ کے نزدیک ثابت ہے لیکن ان کے زیادہ جانتے نہیں (۱۳۱)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں بنی اسرائیل پر فرعون کی طرف سے مصائب کا ذکر تھا اور اسرائیلیوں کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اللہ پر بھروسہ کرنے اور مشکلات پر صبر کرنے کا ذکر تھا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حوصلہ دیا تھا کہ دشمن ہلاک ہوگا۔

اس آیہ کریمہ میں موسیٰ علیہ السلام کی خبر کی تصدیق ہے کہ فرعون برباد ہوا، اس کی بربادی کی تفصیل فرمائی جارہی ہے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرعون کی بربادی کی خبر دی تھی اور بنی اسرائیل کو ان کی حکومت سنبھالنے کی خوشخبری دی تھی اس آیہ میں فرمایا گیا ہے کہ فرعونیوں پر عذاب الٰہی اچانک نہیں آیا بلکہ مختلف صورتوں میں بربادی کا شکار ہوتے رہے۔ ابتداء میں کئی سال قحط سالی کا شکار رہے، بارش نہیں، سبزہ نہیں، خوراک کی قلت ہے، بستیوں میں غلہ نہیں ملتا، شہروں میں پھل نہیں یہ صورتحال ان کی اصلاح کیلئے تھی کہ کچھ لوگ مشکلات و مصائب کو دیکھ کر تائب ہو جائیں مگر یہ قوم اس قدر سرکش تھی کہ ان پر اثر نہ ہوا توبہ کی طرف توجہ ہی نہیں گئی۔ حالت ان کی یہ تھی جب ہم ذرا انہیں سکون دیتے تو یہ کہتے یہ امن، آرام، رزق،

سکون یہ سب کچھ تو ہمارا اپنا ہے ہم اس آرام کے حق دار ہیں اور پھر جب قحط سالی یا مشکلات میں مبتلا ہوتے تو کہتے ساری نحوست موسیٰ (علیہ السلام) کی ہے (معاذ اللہ) یہ لوگ کم عمل تھے کہ نحوست کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا خوشحالی کو اپنی طرف ۔آیہ مبارکہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے ہدایت اللہ کے فضل سے ملتی ہے، فرعونی موسیٰ علیہ السلام کی دشمنی کے سبب اللہ کے اس فضل سے محروم رہے۔

تفاسیر میں ہے فرعونیوں پر یہ قحط سات سال رہا، بد فالی، بدشگونی عربوں میں عام تھی یہ لوگ وہم پرست زیادہ تھے، سفر پر جاتے راستہ میں کوئی جانور سامنے سے گزر گیا کوئی پرندہ اُڑا یا کوئی آواز کان میں پڑ گئی تو گھر واپس آجاتے اس سفر کو منحوس خیال کرتے ۔حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی چیز سے بد فالی پکڑ کر واپس ہو گیا تو اس نے شرک کیا، عرض کی گئی یارسول اللہ اگر اس نے ایسا کر لیا، بد فالی سے واپس ہو گیا تو اس گناہ کی توبہ کیا ہے؟ تو فرمایا اس کی توبہ یہ ہے اللہ کے حضور معافی مانگے اور عرض کرے اے اللہ! تیری فال کے بغیر کوئی فال نہیں، تیری بھلائی کے بغیر کوئی بھلائی نہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

قوم فرعون کا بھی یہی حال تھا کہ کوئی اچھی بات ہوتی تو اپنی طرف منسوب کر لیتے کوئی نقصان ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیتے ۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ منحوس کہا تو جواب خود خدا نے دیا" **انما طائرهم عند الله** "ان کے نصیب کی شامت تو اللہ کے ہاں ہے، وہ جانتے نہیں ۔طائر کے معنی پرندے کے ہیں یہ لوگ پرندے کے دائیں طرف ہونے کو اچھی فال کہتے، بائیں طرف سے اڑنے کو بُری فال کہتے، یہ سب کچھ ان کی خام خیالی ہے ۔ان کے ایسے نظریات کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور چاہنے سے عمل میں آتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٢﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ ﴿١٣٣﴾

صدق اللہ العظیم

(فرعونیوں نے) کہا تم کیسی بھی نشانی ہمارے پاس لے کر آجاؤ تا کہ ہم پر جادو کر دو ہم کسی طرح بھی تم پر ایمان نہیں لائیں گے (۱۳۲) پس ہم نے ان پر طوفان، ٹڈی، جوں، مینڈک اور خون کھلی نشانیاں بھیج دیں تو بھی انہوں نے تکبر کیا سرکشی کی وہ مجرم تھے (۱۳۳)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں قوم کی اس ہٹ دھرمی کا ذکر تھا کہ اُس قوم نے اپنی اچھی صورت حال کو اپنی طرف منسوب کیا اور اپنی بری حالت کو موسیٰ علیہ السلام کی نحوست کہا (معاذ اللہ)۔ اس آیہ پاک میں ان کی ایک اور ضد کا ذکر ہے جو اُن پر عذاب آئے ان کے متعلق کہا یہ سب کچھ موسیٰ کے جادو کا نتیجہ ہے، جو کچھ بھی ہو جائے ہم موسیٰ پر ایمان نہیں لائیں گے۔

پہلی آیہ میں بھی اُن پر مختلف عذابوں کا ذکر تھا، قحط سالی کا ذکر تھا، پھلوں کی کمی کا ذکر تھا، اس آیہ کریمہ میں دوسری قسم کے عذابوں کا ذکر ہے۔ ان پر یہ عذاب موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے نازل ہوا۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں سے تنگ آ کر ان کی بربادی کی دعا کی مگر قربان جائیں رحمۃ اللعالمین ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر آپ نے پتھر کھا کر، گالیاں سن کر بربادی کی دعا نہیں کی، بلکہ یہی فرمایا اے اللہ! انہیں ہدایت دے دے یہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے سب سے پہلے ان پر طوفان (جو فرعونیوں کے گھروں میں چلا گیا) ایک ہفتہ تک رکھا، ہر فرعون کے گلے تک پانی پہنچ گیا۔ یہ اللہ کا فضل تھا یہ طوفان کسی اسرائیلی کے گھر نہیں گیا، اسرائیلی امن سے رہے فرعونیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے معذرت چاہی، معافی مانگی آپ نے دعا کی پانی چلا گیا مگر باغات میں پانی کے سبب پھل زیادہ ہوا تو کہا یہ عذاب نہیں تھا، نعمت تھی۔

ایک سال یا کم وبیش عرصہ آرام میں رہے پھران پرٹڈیوں کاعذاب اُترا، پھر گھرے بادل کی شکل میں عذاب آیا، ٹڈیوں نے سب کچھ کھالیا، اسرائیلی اس عذاب سے بھی بچے رہے کہ نبوت کے دامن سے وابستہ تھے۔ فرعونیوں نے پھر موسیٰ علیہ السلام کی منت سماجت کی کہ عذاب سے بچائیں آپ نے پھران پر رحم کیا اپنے عصا سے اشارہ کیا، ٹڈیاں چلی گئیں میدان صاف ہوگیا ان کی جانیں بچ گئیں۔ایک سال پھر امن میں رہے مگر ایمان نہ لائے سرکشی میں بڑھ گئے۔موسیٰ علیہ السلام نے پھر ایک مرتبہ اپنا عصا ریت کے ٹیلہ پر مارا تو ریت کے ذرے جوئیں بن گئے اور ان پر حاوی ہو گئے سب کچھ کھا گئے یہ عذاب بھی سات دن رہا، فرعونی پھر دربار موسیٰ میں آئے، روئے چلاّئے آپ کو پھر رحم آ گیا دعا فرمادی اس عذاب سے بھی نجات مل گئی۔شکریہ ادا کرنے کی بجائے پھر کہا موسیٰ جادوگر تو بڑا ہے۔

ایک سال امن سے گذرا، ان کی سرکشی پھر بڑھ گئی پھران پر مینڈکوں کا عذاب آ گیا ہر جگہ مینڈک ہی مینڈک ہیں پھر موسیٰ علیہ السلام کے حضور روئے، معافی مانگی آپ نے دعا فرمادی اللہ نے یہ عذاب بھی ٹال دیا۔پھر امن میں رہے مگر یہ امن انہیں پھر راس نہ آیا پھر سرکشی کی پھران پر خون کا عذاب آیا، ہر جگہ ہر برتن میں خون ہی خون ہے۔درختوں کے پتے چباتے کہ خون سے بچ جائیں مگر پتوں کا پانی بھی خون ہی تھا اسرائیلیوں سے کہتے تم ہمارے مونہوں میں پانی ڈالو کوئی اسرائیلی اپنے منہ سے فرعونی کے منہ میں پانی ڈالتا تو وہ بھی فرعونی کے منہ میں جا کر خون ہی ہو جاتا تھا۔

ان آیات سے خلاصہ کے طور پر یہ سمجھا جا سکتا ہے نبی کی محبت امن ہے اس کی دشمنی خدا کا قہر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا
رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ
لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾
فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ
اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

صدق اللہ العظیم

اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر، اُس عہد کے سبب جو تمہارے پاس ہے اگر تم ہم سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم تم پر ضرور ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے (۱۳۴) پھر جب اُن سے عذاب اٹھا لیتے ایک مدت کیلئے جس تک اُنہیں پہنچنا ہے تو وہ پھر (وعدہ) توڑ دیتے (۱۳۵)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں فرعونیوں پر عذاب الٰہی کے مسلط ہونے کا ذکر تھا کہ اُن کی سرکشی، نبوت کی دشمنی کے بدلہ میں اُن پر کئی عذاب آئے۔ اس آیہ کریمہ میں فرعونیوں کی عجز وانکساری کا ذکر ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اپنے کبر وغرور کے ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے حق میں دعا کی درخواست کی، جب فرعونی بے بس ہوگئے تو کلیم علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوئے یہ بات بھی یاد رہے اسرائیلیوں اور فرعونیوں کا علاقہ ایک ہے، خطہ ایک ہے مگر عذاب جتنے آئے ہیں فرعونیوں پر آئے ہیں اسرائیلی اللہ کے فضل سے محفوظ رہے۔ یہ عذاب ان پر اچانک آتے ایسی صورت حال ان کے خواب وخیال میں بھی نہ تھی۔

''رجز'' کا معنی عذاب الٰہی ہے (یہ سرخ رنگ کا برف کا گولہ تھا جو قبطیوں پر برسا اور وہ ہلاک ہوگئے) اسکا معنی طاعون بھی ہے یہ بیماری اس قدر پھیلی کہ صرف ایک دن میں فرعونی ستر ہزار مر گئے یہ دفن بھی نہ کئے جا سکے لاشیں ویسے ہی بد بودار اور متعفن پڑی رہیں (تفسیر خازن) بالآخر قبطیوں کو نبی کے دروازہ پر آنا پڑا اور دعا کی درخواست کرنا پڑی جب بھی ان پر عذاب آتا تو درخواست کرتے جب ہٹ جاتا تو پھر سرکشی پر

اتر آتے پھر عذاب اتر تا تو کہتے موسیٰ وہ وعدہ جو رب نے آپ سے کیا ہے وہ وعدہ دعا قبول کرنے کا ہے اس وعدہ کے صدقہ سے دعا کریں اگر آپ ہمیں اس عذاب سے بچادیں تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ پر ایمان لائیں گے اور یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے مگر ہر بار جھوٹے ثابت ہوتے رہے ہاں جب بھی انہوں نے نبی کی پناہ لی ہے تو بچ گئے ہیں، جب بھی گستاخی کی ہے تو تباہ ہوئے ہیں۔

قبطیوں کے اس سارے واقع سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے قریب تو ہو چکی تھی جبھی تو پناہ لیتے ہیں دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اس قدر کریم ہیں اُن پر نرم دل ہیں کہ ہر مرتبہ کی بات کو مان کر عذاب ٹلنے کی دعا کر دیتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام مصر میں بیس سال تک رہے اور قوم کو اپنے معجزات دکھاتے رہے، قرآن مقدس نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر اس طرح فرمایا ہے ''ولقد آتینا موسیٰ تسع آیات ''ہم نے موسیٰ کو نو معجزات عطا کئے۔ قربان جائیں حضور ﷺ کی عظمت پر آپ کا ایک ایک سانس، ایک ایک بال، ایک ایک قول، ایک ایک فعل، ایک ایک حرکت وسکون معجزہ ہے۔ ابن منذر نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے، قبطیوں پر ہر عذاب ایک ہفتہ تک مسلط رہتا قبطیوں کے اس سارے واقع سے یہ بات بھی واضح طور پر سامنے آرہی ہے، جھوٹ بولنے اور وعدہ توڑنے کی گندی عادت ان کے دل و دماغ اور ذہنوں میں رچ چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان بیماریوں سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو انہیں گہرے دریا میں ڈبو دیا اس لئے کہ ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے اور ان سے غافل تھے (۱۳۶)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پہلی آیات میں موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر تھا، جب قوم مصیبت میں مبتلا ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوتی، دعا کی درخواست کرتی کہ ان سے عذاب ٹل جائے جناب کلیم کو اُن پر رحم آتا دعا کر دیتے، عذاب ٹل جاتا تھا۔

اس آیہ پاک میں اس سرکش قوم کیلئے موسیٰ علیہ السلام کی بددعا کا ذکر ہے جس کے سبب یہ سرکش قوم برباد ہوگئی جب فرعونی سرکش ہر مرتبہ اپنے وعدے توڑتے رہے اور اپنے نبی کی مخالفت کرتے رہے آخرکار قہرالٰہی نے انہیں آگھیرا اور ان سب کو بحرقلزم میں ڈبو دیا گیا۔قرآن مقدس نے ان کی بربادی کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ آیات کو جھٹلاتے تھے۔موسیٰ علیہ السلام انہیں بار بار عذاب سے ڈر بھی سناتے رہے مگر وہ باز نہ آئے، مسلسل لاپرواہی کرتے رہے غافل بنے رہے۔

قوم فرعون کی بربادی کا واقعہ اس طرح ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جاؤ، موسیٰ علیہ السلام چھ لاکھ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل پڑے۔صبح کو قوم فرعون قبطیوں کو جب واقعہ کا پتہ چلا تو ۱۲/لاکھ افراد لے کر نکلے کہ بنی اسرائیل کو پکڑ لائیں، جونہی موسیٰ علیہ السلام بحر قلزم کے کنارے پہنچے تو قبطی بھی پہنچ گئے۔بنی اسرائیل فرعونیوں سے گھبرائے اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا اب کیا بنے گا؟ قبطی پکڑنے آ گئے ہیں، آگے سمندر ہے، موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو حوصلہ دیا گھبراؤ نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے۔موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا سمندر میں اپنا عصا مارو، آپ نے عصا مارا، سمندر میں ۱۲ خشک راستے بن گئے یہ وہی لاٹھی مبارک ہے جو فرعونی جادگروں کے مقابلہ میں بہت بڑا اژدھا بن گئی تھی، بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے ہر ایک قبیلہ، ایک ایک راہ پر چل پڑا فرعونی اس منظر کو دیکھ رہے تھے جونہی بنی اسرائیل خیریت سے کنارے لگ گئے تو فرعونی سارے کے سارے دریا کے اندر آ گئے کہ وہ بھی اسی طرح کنارے لگیں اور بنی اسرائیل کو پکڑ لیں جب سارے داخل ہو گئے تو سمندر کو حکم ہوا کہ رُکا ہوا پانی

جاری ہو جائے چنانچہ پانی چلا اور فرعونی ڈوب گئے۔ (اس واقعہ کی تفصیل پہلے پارہ میں گذر چکی ہے)

آیہ کریمہ کے آغاز میں ہے "ہم نے بدلہ لیا" قبطیوں نے زیادتیاں موسیٰ علیہ السلام سے کیں مگر موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم بنی اسرائیل پر کیئے گئے مظالم کا بدلہ فرعونیوں سے اللہ نے لیا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اللہ کے حضور کس قدر محبوب ہوتا ہے اس پر کیئے گئے مظالم کا بدلہ خدا خود لیتا ہے۔ اس بدلہ لینے کی وجہ بھی بیان فرمادی گئی کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا نبی کا وجود اللہ کی آیات سے ایک بڑی آیہ ہے جس کے جھٹلانے سے عذاب میں مبتلا ہو گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

صدق اللہ العظیم

اور جس قوم کو کمزور سمجھا جاتا تھا اس کو ہم نے مشرقوں اور مغربوں کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں اور بنی اسرائیل پر آپ کے رب کی بھلائی دینے کا وعدہ پورا ہو گیا کہ انہوں نے صبر کیا تھا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی بنائی ہوئی عمارتوں اور ان کی چڑھائی ہوئی بیلوں کو برباد کر دیا (۱۳۷)

تفسیر

اس سے پہلی آیات میں فرعون کے تباہ و برباد ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے اسے اس کی بدعملی کی سزا دی گئی اس آیہ پاک میں بنی اسرائیل پر اپنے کرم کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ یہ قوم جو کمزور تھی پس ماندہ تھی اس پر ایسا کرم ہوا کہ مشرق و مغرب کے علاقوں کی مالک بن گئی اور برکتوں والا سارا علاقہ ان کے قبضہ میں آ گیا۔

قرآن مقدس کے انداز ارشاد سے ایک بات واضح طور پر سمجھ آ رہی ہے کہ بنی اسرائیل کو فرعونیوں

نے کمزور سمجھ رکھا تھا ورنہ وہ دراصل کمزور نہ تھے جس سے پتہ چلتا ہے جس قوم کے ساتھ خدا کی مدد شامل ہو وہ کمزور نہیں ہوتی۔ قرآن مقدس نے فرمایا کہ ہم نے قوم بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا جس میں اشارہ ملتا ہے قبطیوں کے مال کے وارث بھی تھے اور قدرت کا فیصلہ بھی ہو چکا تھا کہ آخر کار مالک ہی ہوں گے۔ زمین کے مشرق ومغرب کے مالک بنانے کے بارہ میں مفسرین کہتے ہیں اس زمین سے مراد شام اور مصر کی زمین ہے۔ اس زمین میں قدرت نے برکتیں رکھی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں برکات کے دس (۱۰) حصوں میں سے نو حصے مصر میں ہیں اور باقی ایک حصہ پوری زمین میں۔ اور فرمایا تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہو گیا اس وعدہ سے مراد وہ وعدہ بھی ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے کیا تھا کہ اللہ تمہارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور تمہیں ان کا مالک بنائے گا یا یہ وعدہ مراد ہے جس کا ذکر قرآن مقدس کے دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا ہے'' ونجعلهم الوارثين ''ہم انہیں وارث بنائیں گے، بنی اسرائیل پر انعام کا ذکر کرنے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ ہمارے فضل وکرم کا سبب بنی اسرائیل کا صبر بھی ہے، استقامت بھی ہے جو بھی صبر واستقامت کو اپنائے گا ہم اس پر اپنا فضل نازل کریں گے۔

آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شان بے نیازی کا ذکر فرمایا ہے کہ فرعون کو برباد کر دیا، بنی اسرائیل کو عزت سے نوازا جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ فرعون کے سارے ساز و سامان کو برباد کر دیا۔ یہ واقعہ بیان فرما کر حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے، محبوب! جیسے فرعون تباہ و برباد ہوا ایسے ہی تیرے دشمن ابوجہل، ابولہب برباد ہوں گے جیسے بنی اسرائیل کو عروج ملا ایسے ہی تیرے غلاموں کو فروغ ہو گا جیسے مصر بربادی سے بچا رہا کہ وہاں پر اولیاء اللہ، اولاد یعقوب مدفون ہیں محبوب! ایسے ہی مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ آفات وبلیات سے بچا رہے گا۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه سيدنا محمد وعلىٰ آله واصحابه بعدد خلقه

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰي قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓي اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰـهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْـهَلُوْنَ ۝۱۳۸ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۹

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اُتارا تو ان کا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جو بتوں کی عبادت میں مصروف تھی (بنی اسرائیل نے) کہا اے موسیٰ! ہمیں ایک خدا بنادے جیسا کہ ان کیلئے اتنے خدا ہیں (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا تم جاہل لوگ ہو (۱۳۸) بے شک یہ لوگ برباد ہو کر رہیں گے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں سراسر نادانی ہے (۱۳۹)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں فرعون اور اس کی قوم کی بربادی کا ارشاد فرمایا گیا ہے اس آیہ مقدسہ میں بنی اسرائیل کی نجات کا ذکر ہے جس دریا میں فرعونی غرق ہوئے اسی دریا سے اسرائیل کامیابی کے ساتھ پار چلے گئے گویا موسیٰ علیہ السلام کے دشمن برباد ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے بچ گئے۔ اِس آیہ کریمہ میں بنی اسرائیل کی ایک حالت کا ذکر فرمایا گیا ہے جب اسرائیلی کنارے لگ گئے اور کچھ دور آ گئے تو وہاں کچھ لوگوں کو گائے کی پرستش میں مصروف دیکھا ایک بچھڑے کو خدا مان رہے ہیں اس کے سامنے دوزانو بیٹھے ہیں۔ اسرائیلیوں نے اس منظر کو دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے ہمارے لئے بھی کوئی بت تجویز کردیں ہم بھی اس کی پرستش کیا کریں گے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم ایسی قوم ہو جو جہالتوں کا مجسمہ ہے یکے بعد دیگرے غلط مطالبات کر رہے ہو، سمندر گزرتے تم نے کہا ہر قبیلے کیلئے الگ الگ راہ ہو ایسا کیا گیا پھر تم نے کہا پانی کی دیوار سے دوسری طرف دکھائی نہیں دیا اس میں روشندان ہونے چاہئیں اب بت پرستی کا مطالبہ کر رہے ہو، سوچو کس قدر جہالت کی باتیں ہیں، بہت جلد یہی بت تمہارے ہاتھوں توڑے جائیں گے یہ بت پرست قوم عمالقہ تھی۔ بت پرستی کا مطالبہ سارے اسرائیلیوں نے نہیں کیا تھا، ان میں سے ہارون

یوشع، کالب اور بہت سے تھے جو اس مطالبہ میں شریک نہ تھے۔

یہ بنی اسرائیل مومن تو ہو گئے تھے مگر کفر والی کمزوری کے آثار باقی رہ گئے تھے کہ بت پرستوں کو دیکھ کر پھسل گئے اور بت پرستی کی طرف مائل ہو گئے یہ تو ان پر اللہ کا کرم تھا کہ کلیم علیہ السلام نے انہیں سنبھال لیا اور خدا کے غضب سے بچا لیا۔ درویشوں نے اس آیہ کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے نیکوں کی صحبت کامیابی ہے بُروں کی محفل بربادی ہے یہ موسیٰ علیہ السلام کی صحبت تھی جس نے بنی اسرائیل کو بچا لیا۔

آیہ پاک کے آخری حصہ ''باطل ما کانوا یعملون'' سے واضح ہو رہا ہے کہ کفار کی دنیا میں کی گئیں نیکیاں قیامت کو ان کے کام نہیں آئیں گی کہ ساتھ نہیں جائیں گی برائیاں ساتھ جائیں گی اور عذاب کا سبب بنیں گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۗ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾

صدق اللہ العظیم

اور فرمایا (موسیٰ علیہ السلام نے) کیا اللہ کے سوا تمہارا کوئی اور خدا تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں جہان والوں پر فضیلت دی (۱۴۰) اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں سخت عذاب دیتے تھے تمہارے بیٹے ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیاں زندہ چھوڑتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے تم پر بڑا فضل ہوا (۱۴۱)

تفسیر

جب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے بت پرستی کی اجازت چاہی تو آپ نے ان کی اس درخواست پر انہیں شرم دلائی اور کفار کی بربادی کو یاد دلایا پھر انہیں ان پر اللہ کے انعامات یاد دلائے، فرمایا اے جاہل قوم! کیا میں اللہ کے علاوہ تمہارے لئے کوئی اور خدا بناؤں تم اپنے پر خدا کے انعامات کو بھول گئے۔ پہلا بڑا

انعام تو یہ ہے کہ تمہیں زمانہ پر فضیلت بخشی ہے، تمہیں انسان بنایا اور انسان پوری کائنات میں افضل و اعلیٰ ہے، ساری مخلوق سے اشرف ہے اور تم انسان ہو کر پتھروں کی پرستش کے خواہاں ہو، بچھڑے کی پرستش کے دلدادہ ہو۔ ہندوؤں میں گائے پرستش کا آغاز غالباً یہیں سے ہوا۔

دوسرا بڑا انعام تم پر یہ ہوا تمہارے دشمن فرعون اور اس کی فوج کو دریا میں ڈبو دیا، تیسرا انعام تم پر یہ ہوا کہ تمہارے لئے سمندر کو چیر کر نکلنے کا راستہ بنا دیا، چوتھا انعام تم پر یہ ہوا کہ قبطیوں پر عذاب آیا اور تم بھی وہیں رہتے تھے مگر محفوظ رہے، پانچواں انعام تم پر یہ ہوا کہ تم فرعونیوں کے ہاتھوں گرفتار تھے اللہ نے تمہیں آزاد کرایا، چھٹا انعام تم پر یہ ہوا کہ فرعونی تمہارے بچوں کو ذبح کر دیتے تھے، بچیوں کو زندہ رہنے دیتے اس عذاب سے اللہ نے بچالیا۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار انعامات سے نوازا تمہیں چاہئے کہ اس کا شکر ادا کرو تم بجائے شکر کے گاؤ پرستی کی طرف مائل ہو گئے ہو، اللہ کے غضب سے بچو۔

بنی اسرائیل پر انعامات سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ایسا کرم انہیں کے ساتھ خاص تھا یہ انعام ان کی ثابت قدمی، صبر، حوصلہ کا نتیجہ تھا آج بھی جو قوم ان اعمال صالحہ کو اپنا لے تو اس پر بھی اللہ کا کرم ہوتا ہے۔

؎ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب انسان کا کسی سے مقابلہ ہو اور وہ اس کے دفاع کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ایسے حالات میں اُسے اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دینا چاہئے اور صبر سے کام لے جب بندہ خود بدلہ لینے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے اسی کے حوالہ کر دیتا ہے کامیاب ہو یا نا کام ہو اور جب لوگوں کا مقابلہ صبر سے نصرتِ الٰہی کے انتظار میں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے راستے کھول دیتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے تیس راتوں کا وعدہ کیا پھر اس میں دس راتوں کا اضافہ کیا سو آپ کے رب سے مقررہ مدت چالیس راتیں ہوگئیں اور موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے بھائی ہارون سے کہا تم میری قوم میں میری خلافت کرنا اور ٹھیک کام کرنا اور فسادیوں کے طریقہ کار پر نہ چلنا (۱۴۲)

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں بنی اسرائیل پر کئی انعامات کا ذکر تھا اب اس میں موسیٰ علیہ السلام پر انعامات کا ذکر ہے اس میں کلیم علیہ السلام کو توراۃ دینے کا ذکر ہے اور آپ کی غیر حاضری میں آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام کی نمائندگی کا ذکر ہے، بنی اسرائیل سے ایک وعدہ تھا کہ جب تمہارا دشمن برباد ہوگا تو تمہیں اللہ کتاب عطا فرمائے گا آپ کی قوم جب عافیت کے ساتھ اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئی تو اپنے رب سے اس کتاب کے متعلق دعا کی، تب رب قدوس جل مجدہ الکریم نے موسیٰ علیہ السلام سے حکم فرمایا کہ تم طور پر تیس دن گزارو تب ہم آپ کو توریت دیں گے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام تعمیل حکم کیلئے طور پر گئے، تیس روزے رکھے یہ روزے مسلسل رکھے گئے، تیس دن مکمل ہونے پر طور پر حاضر ہونے لگے تو مسواک کرلی کہ کہیں کئی دن روزے رکھنے کے باعث منہ میں مہک پیدا نہ ہوگئی ہو تو بارگاہ قدس میں حاضری کے منافی ہو، مسواک کرنے پر بارگاہ قدس سے حکم ملا موسیٰ! (علیہ السلام) تیرے منہ کی خوشبو کہاں گئی؟ عرض کی، مسواک کرلی تھی، حکم ہوا وہ خوشبو ہمیں پیاری تھی مزید دس روزے رکھو کہ وہ خوشبو پیدا ہو، چنانچہ آپ نے پھر مزید دس روزے رکھے۔ یہ چالیس دن کی مدت یکم ذی القعدہ سے دسویں ذی الحجہ تک پوری ہوئی۔

اس ارشاد سے روحانیت اور روزے کا قریبی تعلق معلوم ہوتا ہے اس فقیر راقم الحروف کو دوران طالب علمی کبھی کبھی اور فراغت کے بعد تسلسل کے ساتھ ایک عرصہ تک روزہ کا شوق رہا اس دوران انعامات الٰہیہ کا ظہور محسوس ہوتا رہا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مسواک کے مسئلہ پر یہ نظریہ نہ بن جائے کہ روزے کے ساتھ مسواک جائز نہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حکم موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہے امت کیلئے نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں مسواک کرنے کا معمول حدیث شریف سے ثابت ہے جسے امام بیہقی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ''خیر خصائل الصائم السواک''(روزہ دار کا بہترین عمل مسواک ہے) اس روایت کو جامع صغیر میں نقل کر کے حسن فرمایا گیا ہے۔

پھر آپ کو تورات عطا فرمائی گئی کہ موسیٰ علیہ السلام نے طور پر جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے فرمایا میرے بعد قوم کی نمائندگی کرنا ان کی اصلاح کرنا انہیں راہ سے بھٹکنے نہ دیا، قوم میں فسادی لوگوں سے الگ تھلگ رہنا۔

آیہ مبارکہ میں وضاحت ہے کہ قُرب الٰہی کیلئے روزہ بہت بڑی شے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا طور پر جانا یہ بھی بتاتا ہے کہ اللہ اللہ کرنے کیلئے تنہائی گوشہ نشینی بھی اچھا عمل ہے، ہارون علیہ السلام کو اپنی نمائندگی دینے سے پتہ چلتا ہے کہ علماء کو چاہئے اپنی اولاد، اعزاء، اقرباء کو اپنی نمائندگی کیلئے تیار کریں کہ ان کے بعد دینی کام میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ حضور ﷺ کا بھی معمول تھا آپ جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو اپنے پیچھے کسی کو نمائندہ بناتے کہ دینی خدمات ادا ہوتی رہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے چالیس روزوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ چالیس کے عدد کو روحانیت میں ایک تعلق ہے۔ روح البیان نے اِس مقام پر حضور ﷺ کا ارشاد گرامی بھی نقل کیا ہے جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ
قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ ۚ قَالَ لَن
تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ
اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي ۚ فَلَمَّا
تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ
مُوسَىٰ صَعِقًا ۚ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ
تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٤٣﴾

صدق الله العظیم

اور جب موسیٰ ہمارے وعدے پر آئے اور اس سے اس کے رب نے کلام کیا عرض کی اے میرے رب مجھے اپنی زیارت کرا کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھو پس اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ (علیہ السلام) بے ہوش ہو کر گر گئے پھر جب افاقہ ہوا (ہوش میں آئے) تو عرض کی تیری پاکیزگی ہے میں تیری طرف رجوع لایا ہوں اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں (۱۴۳)

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر گئے تو جو واقعات وہاں پیش آئے اس آیہ کریمہ میں ان کا ذکر ہے بنی اسرائیل کے ساتھ رہ کر کئی ایک مشکلات پیش آئیں، اب ہر دُکھ کے بعد سُکھ کے اصول کے بعد انعامات الٰہیہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جب تورات لینے کیلئے کوہِ طور پر گئے تو رب قدوس جل مجدہ نے اُن سے کلام کیا، آپ کو یہ شرف ملا کہ خدا سے ہمکلامی نصیب ہوئی۔ اس عظیم انعام کے بعد آپ کو اپنے رب قدوس کے دیدار کا شوق پیدا ہوا، عرض کی میرے اللہ مجھے اپنی زیارت تو کرا دے، بارگاہ قدس سے حکم ہوا، موسیٰ تم مجھے نہ دیکھ سکو گے یہ تیرے سامنے پہاڑ ہے طور یا زہیر جو بہت مضبوط اور طاقتور ہے اس پر نگاہ ڈالو ہم

اس پر اپنی تجلی ڈالتے ہیں اگر ہماری تجلی کے بعد یہ پہاڑ اسی طرح کھڑا رہے تو تم بھی دیدار کر سکو گے جب رب قدوس جل مجدہ نے اپنی تجلی پہاڑ پر ڈالی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا، جونہی موسیٰ علیہ السلام نے یہ عظیم منظر دیکھا تو بے خود ہو گئے پھر جب دیر کے بعد آپ ہوش میں آئے تو بے ساختہ کہہ اٹھے تو پاک ہے، میں پہلا ایمان دار ہوں جس نے یہ نظارہ کیا کہ تو دکھائی دینے سے پاک ہے (امام احمد، ترمذی، حاکم علیہم الرحمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس کی سند کو ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے" حضور ﷺ نے اس آیہ پاک کی تلاوت فرمائی تو اپنی چھوٹی انگلی (خنصر) کے سرے پر انگوٹھا رکھ کر فرمایا، اللہ جل شانہ کا نور صرف اتنا سا ظاہر ہوا تھا)

تفسیر روح البیان میں ہے، رب قدوس جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام سے ۱۲ سو کلمات میں کلام کیا آپ نے غور سے سنا، آپ کی اس عظیم قرب نصیب ہونے کے بعد کیفیت یہ تھی جب آپ قوم میں آئے تو جو آپ کو دیکھتا بے ہوش ہو جاتا۔ روح المعانی نے کہا اس قرب کا اثر یہ تھا کہ آپ کی نظر اس قدر تیز ہو گئی آپ سات میل سے چیونٹی دیکھ لیتے تھے۔ آپ کے عجز و عافیت واپس پہنچ جانے سے ایک بات یہ بھی واضح ہو رہی ہے کہ نبوت کی قوت پہاڑ سے زیادہ ہے، پہاڑ تو ریزہ ریزہ ہو گیا تھا مگر کلیم علیہ السلام بعافیت واپس آئے۔

زیارت خداوندی کے عنوان پر کئی مختلف روایات ملتی ہیں علماء کے ایک گروہ نے کہا رب کی زیارت دنیا میں ناممکن ہے، دوسرے گروہ نے کہا ممکن ہے دلیل پیش کی کہ حضور ﷺ نے معراج کی شب رب کی زیارت کی، موسیٰ علیہ السلام کا اپنے لئے زیارت کی دعا مانگنا ہی دلیل ہے کہ زیارت ممکن ہے، کیونکہ نبی کبھی محال کا سوال ہی نہیں کرتا۔ قربان جائیں ذات مصطفیٰ ﷺ پر آپ کی ہمت پر، آپ کی قوت پر، موسیٰ علیہ السلام صفت کا جلوہ دیکھ کر بے خود ہو گئے مگر شان محبوبی یہ ہے" مازاغ البصر وما طغیٰ" زیارت کے وقت آنکھ جھپکی بھی نہیں۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے خلت ابراہیم علیہ السلام کو

بخشی اور شرف تکلم موسیٰ علیہ السلام کو دیا، اپنا دیدار ذات مصطفیٰ ﷺ کو دیا۔ حضور ﷺ کا ہی یہ خاصہ ہے کہ اپنے رب قدوس کو اپنے سر پاک کی آنکھوں سے دیکھا،

موسیٰ زہوش رفت بہ یک پرتو صفات
تو عین ذات مے نگری در تبسم

اے محبوب پاک! آپ پر قربان ہوں موسیٰ علیہ السلام تو ایک پرتو صفت سے بے ہوش ہوئے، آپ وہ ہیں جو ذات خداوندی کو مسکراہٹ کی حالت میں دیکھتے رہے ہیں۔ ہاں یہ یاد رہے، نبی پر غشی یا بے ہوشی کی صورت محض عارضی طاری ہو سکتی ہے، دائمی نہیں۔ کہ یہ صورت حال تبلیغ دین سے مانع بن سکتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کا مشن دین کی تبلیغ واشاعت ہے۔

دیدار باری تعالیٰ کے سلسلہ میں معتزلہ (یہ ایک گروہ ہے) کا نظریہ ہے کہ رب کا دیدار محال ہے، اور وہ اسی ارشاد ''لن ترانی'' سے دلیل بناتے ہیں کہ رب نے فرمایا تو نہیں دیکھ سکتا حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کا دیدارِ باری کا سوال کرنا بتاتا ہے یہ جائز ہے اور ممکن ہے اگر یہ کام محال ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام سوال ہی نہ کرتے۔

یہ صورت حال بعض صوفیوں پر بھی طاری ہو جاتی ہے وہ ذات ربی کے جلووں کو برداشت نہیں کر پاتے بے ہوش ہو جاتے ہیں انہیں لوگوں کو مجذوب کہا جاتا ہے، صوفیوں کا دوسرا گروہ سالک کہلاتا ہے جو جلووں کو اپنے اندر سمونے کی طاقت رکھتے ہیں یہ گروہ مجذوبوں کے گروہ سے آگے ہے افضل ہے۔ دین کا کام کرتے ہیں تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ آیہ کریمہ کے آخر میں ''انا اول المومنین'' کہ میں ایمانداروں میں سب سے پہلے ہوں اس سے واضح ہو رہا ہے کہ نبی کا اللہ پر ایمان لانا امتی کے ایمان لانے سے پہلے ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

صدق اللہ العظیم

فرمایا (اللہ نے) اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں پر اپنی رسالت اور اپنے کلام کیلئے چن لیا ہے جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے اسے لیجئے اور شکر گزاروں سے ہو جایئے (۱۴۴)

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام نے افاقہ کے بعد جب کہا اللہ تو پاک ہے میں توبہ کرتا ہوں، تو بارگاہ قدس سے ارشاد ہوا موسیٰ! (علیہ السلام) میں نے تجھے زمانہ والوں پر چُن لیا ہے تجھے رسالت اور کلام کرنے کی عزت سے نوازا ہے میں نے جو کچھ دیا ہے اسے لو اور شکر گزاروں میں ہو جاؤ۔ تمہیں یہ انعام بھی دیا کہ تورات کی تختیاں دیں کلیم اللہ کا لقب بھی دیا، اسی مقام پر روح البیان میں ایک روایت درج ہے جب موسیٰ علیہ السلام کو اللہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، اس وقت آپ طور کی ایک چٹان سے ٹیک لگائے ہوئے تھے ہم کلامی کی لذت سے بے خودی کی حالت میں پکار اُٹھے، یا اللہ تو قریب ہے تو میں سرگوشی کروں، دور ہے تو پکاروں۔ بارگاہ قدس سے جواب ملا موسیٰ میں یاد کرنے والوں کا ہمنشین ہوتا ہوں۔ اس عظیم واقعہ کے بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ کو جو دیکھتا بے خود ہو جاتا اس کے بعد آپ اپنے چہرے پر نقاب رکھا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے کلام کے بارہ میں کئی نظریات ہیں بعض کہتے ہیں اللہ کا کلام آواز اور حروف سے مرکب ہے، ایک فرقہ کرامیہ ہے اس کا بھی یہی نظریہ ہے، معتزلہ کا بھی ایسا ہی نظریہ ہے مگر یہ سارے نظریات باطل ہیں۔ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا کلام ایک ازلی صفت ہے اس میں آواز و حروف نہیں۔ امام حاکم نے عبدالرحمان بن معاویہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ان کی طاقت کے مطابق کلام فرمایا اگر اللہ تعالیٰ اپنی حقیقی طاقت کے ساتھ کلام فرماتا تو موسیٰ علیہ السلام تاب نہ لا سکتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی ہے اس عظیم موقعہ پر جب موسیٰ علیہ السلام اپنے

رب سے کلام کر رہے ہیں عرض کرتے ہیں، یا اللہ تجھے زیادہ محبوب کون ہے؟ جواب ملا جو میرا ذکر زیادہ کرتا ہو، پھر عرض کی یا اللہ سب سے اچھا حاکم کون ہے؟ فرمایا وہ جو لوگوں کے خلاف فیصلہ کرتا ہے اپنے خلاف بھی اسی طرح فیصلہ کرے، یہ بھی ایک سوال کیا یا اللہ تیرے بندوں میں سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ جواب ملا وہ جو میری عطا پر راضی ہو۔

اس حسین موقعہ پر ہونے والی باتوں میں ایک بات اور بھی ملتی ہے جسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے رب قدوس نے فرمایا میری طرف سے حرام کی گئی چیزوں سے بچنے سے بڑھ کر کسی نے قرب حاصل نہیں کیا اور میرے خوف سے رونے سے بڑھ کر کسی نے میری عبادت نہیں کی۔ موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں یا اللہ! تو نے ان لوگوں کے لئے جزا کیا مقرر فرمائی ہے؟ حکم ہوا یہ لوگ جنت میں جہاں چاہیں گے جائیں گے اسی دوران ہونے والی گفتگو میں یہ بات بھی ملتی ہے اے موسیٰ! اگر تم چاہتے ہو کہ عرش کے سائے میں رہو تو تم یتیم کیلئے شفیق باپ کی طرح ہو جاؤ اور بیوہ کیلئے مہربان خاوند کی طرح کفالت کرو موسیٰ! تم رحم کرو، تم پر رحم کیا جائے گا یہ بھی فرمایا گیا اے بنی اسرائیل کے نبی! جس نے مجھے اس حالت میں ملاقات کی کہ وہ حضرت محمد کا منکر تھا تو اسے دوزخ میں ڈالوں گا، موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں یا اللہ! محمد (ﷺ) کون ہیں، فرمایا موسیٰ مجھے اپنی عزت کی قسم میں نے اُن سے افضل کسی کو پیدا نہیں کیا، اس گفتگو کو علامہ حافظ شیخ جلال الدین سیوطی نے نقل کیا ہے۔

جیسے اللہ سے کلام کرنے کے بارہ میں مختلف نظریات ہیں، زیارت باری تعالیٰ میں بھی اختلافی باتیں ملتی ہیں مگر اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ کی ایمانداروں کو زیارت ہوگی۔ قرآن مقدس فرماتا ہے "وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربھا ناظرہ" قیامت کے دن کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے، زیارت کا انکار کرنے والوں کے بارہ میں پچھلے صفحات میں کچھ تشریح ہوگئی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ۚ سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفٰسِقِينَ ﴿١٤٥﴾

اور ہم نے اس (موسیٰ علیہ السلام) کیلئے تختیوں پر ہر چیز کی نصیحت اور تفصیل لکھ دی اور فرمایا (موسیٰ!) اسے طاقت سے لے لو اور اپنی قوم کو حکم دیں کہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں قریب ہے میں تمہیں بدکاروں کا گھر دکھاؤں گا (۱۴۵)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

اب وہ وقت آ گیا جس کام کیلئے موسیٰ علیہ السلام کو طور پر بلایا گیا تھا وہ کام تورات کا عطا کرنا تھا، اس آیہ کریمہ میں اس کام کی تفصیل فرمائی جارہی ہے۔ تورات شریف جس میں ہدایت، برکت ورحمت ہے۔ وہ کتاب دیدی جس میں ہم نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے تختیوں پر ہر چیز لکھ دی یہی تورات شریف تھی جو تختیوں پر لکھی گئی آپ کو بلایا گیا اور دیدی گئی اور حکم دیا گیا اسے مضبوطی سے پکڑ و اور اپنی قوم کو حکم دیں کہ وہ اس کی اچھی باتیں پکڑ لیں عمل کریں اور عنقریب میں تمہیں مجرموں کا گھر دکھاؤں گا۔

اس واقعہ سے بھی عظمت مصطفوی کا ایک پہلو بڑا نمایاں ہو رہا ہے، تمام انبیاء علیہم السلام کو کتابیں اس طرح عطا کیں انہیں حکم دیا گیا فلاں جگہ پر کتاب رکھدی ہے جو آسمانوں سے نازل کی گئی ہے جاؤ لے آؤ، جیسے یہاں موسیٰ علیہ السلام کو طور پر بلایا گیا ہے اور کتاب دے دی گئی ہے ایسے ہی باقی کتابیں اور صحیفے انبیاء کو دیئے گئے مگر قربان جائیں عظمت محمدی (ﷺ) پر آپ کتاب لینے نہیں جاتے جہاں ہوتے ہیں وہیں پر کتاب نازل ہو جاتی ہے، تورات میں دو چیزوں کا خاص طور پر حکم دیا گیا، شرعی احکام پر عمل کا حکم اور ہر شئی کی تفصیل موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا اسے مضبوطی سے پکڑیں، اور قوم کو حکم دیں کہ اس میں بہت ہی اچھے احکام جو ملتے ہیں، ان پر لازمی عمل کریں اچھے تو سارے ہی ہیں مگر بہت اچھے فرائض واجبات پر عمل کریں اگر انہوں نے تورات پر عمل کیا، حکم مانے تیری اطاعت کی تو ہم انہیں فرعونیوں کے محلات کے مالک بنادیں

گےاور قیامت کے دن تو اس سے کہیں بڑھ کر انعامات دیں گے۔

اس آیہ مبارکہ میں تورات کی عظمت کا ثبوت ملتا ہے مگر قرآن کریم کی عظمت اس سے کہیں زیادہ ہے تورات شریف صرف بنی اسرائیل کیلئے اور قرآن حکیم پوری کائنات کیلئے ،تورات شریف خاص ایک وقت تک کیلئے آئی اور قرآن حکیم ہمیشہ کیلئے ،تورات شریف میں صرف احکام ہیں مگر قرآن شریف میں شفا بھی ہے، دوا بھی ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ میں تمہیں بدکاروں کا گھر دکھاؤں گا ،اس میں دو قول ہیں ، فاسقوں کا گھر کون سا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ملک مصر ہے دوسرا قول ملک شام ہے۔موسیٰ علیہ السلام کے فتح کرنے سے پہلے مصر پر فرعون کا غلبہ تھا اس وجہ سے مصر کو دارالفاسقین فرمایا گیا اور ملک شام پر عمالقہ کا قبضہ تھا وہ بھی کافر فاسق تھے اس وقت شام بھی دارالفاسقین تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ
فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ
اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ
لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ
يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ
هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

صدق اللہ العظیم

میں عنقریب ان لوگوں کو اپنی آیات سے پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں وہ اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گےاور اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھ لیں پھر بھی اس کو اختیار نہیں کریں گے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس راہ کو اختیار کر لیں گے یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہمیشہ ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے اعراض کرنے والے تھے(۱۴۶)

اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور آخرت

کی ملاقات کا انکار کیا ان کے تمام اعمال ضائع
ہو گئے انہیں ان کاموں کی سزا ملے گی جو وہ کیا
کرتے تھے (۱۴۷)

تفسیر

پچھلی آیتوں میں بنی اسرائیل پر کی گئی نعمتوں کا ذکر تھا اب اس آیہ پاک میں بنی اسرائیل کی ناشکری کا ذکر فرمایا گیا ہے اوران کی سرکشی کو بیان کیا گیا ہے انہیں چاہئے تھا کہ نبی کے ساتھ اِطاعت، عجز وانکساری کا معاملہ کرتے مگر وہ سرکش ثابت ہوئے، تورات عطا کردی گئی مگر اس سے فائدہ سبھی نہیں اٹھاسکیں گے۔اے کلیم! متکبر، مغرور وسرکش لوگ آپ کے احکام سے روگردانی کریں گے تیری نافرمانی تیری سرکشی کے سبب ہم ان کے دلوں کو تورات سے اس طرح پھیر دیں گے انہیں تیرے احکام پر غور کرنے کی توفیق ہی نہ ہوگی ان کی سنگ دلی کا عالم یہ ہوگا اگر وہ تیرے سارے معجزات بھی دیکھ لیں تب بھی کافر ہی رہیں گے۔

ان کا حال تو یہ ہے کہ گمراہی پر جھٹ عمل کرتے ہیں حق کی راہ سے دور بھاگتے ہیں، یہ آخرت کے منکر ہیں آخرت کے منکر کی ساری نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں اور گناہ باقی رہتے ہیں جن کے سبب جہنم کی سزا بھگتے گا، لوگوں کو خدا کی بے نیازی سے ڈرنا چاہئے، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھے مگر سرکشی کا یہ عالم تھا کہ ایمان نہ لایا، جادوگروں نے ایک ہی معجزہ دیکھا جھٹ سجدے میں گر گئے اور ایمان لے آئے۔ فرعون اپنے تکبر وغرور کے سبب مارا گیا، جادوگر اپنی عاجزی کے سبب کامیاب ہوگئے۔

آیہ مبارکہ پر نگاہ کرنے سے واضح پتہ چلتا ہے اعمال اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو ہی کام بنتا ہے، سرکشی تکبر وغرور بندے کو برباد کردیتے ہیں۔اس آیہ کریمہ میں مغروروں اور متکبروں کی مذمت فرمائی گئی ہے۔قرآن مقدس نے تکبر وغرور کی مذمت ایک اور مقام پر اس طرح فرمائی ہے ”**لاتمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض و لن تبلغ الجبال طولا**“ خدا کی زمین پر اکڑ کر نہ

چل تیرا اکڑ کر چلنا خدا کی زمین کو چیر نہیں سکتا تیرا غرور سے سر اونچا کرنا اس کے پہاڑ سے اونچا نہیں ہوسکتا۔
ایک اور مقام پر تکبر کی مذمت اس طرح وارد ہے،''ان الله لا یحب المتکبرین ''اللہ متکبروں کو دوست نہیں رکھتا۔ سورۃ المومن شریف میں اس طرح ذکر ہے،'' بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں ''سیدخلون جهنم داخرین'' عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔

تکبر عزازیل راخوار کرد بزندان لعنت گرفتار کرد

شیطان کو تکبر نے ہی ذلیل کیا اور لعنت کے قید خانہ میں رکھا۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا کافر کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں کافر کے اچھے کام صدقہ، خیرات، اخلاق یہ سارے قیامت کو کام نہ دیں گے کہ بندہ کفر پر تھا ہاں اُسے اچھے کاموں کا صلہ دنیا میں ہی دیا جاسکتا ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

وصلی الله تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

صدق اللہ العظیم

اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے جانے کے بعد اپنے زیوروں سے بچھڑے کا مجسمہ بنالیا جس سے بیل کی آواز نکلتی تھی کیا انہوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ وہ (بچھڑا) نہ اُن سے بات کرسکتا ہے نہ ان کو راستہ دکھا سکتا ہے (پھر بھی) انہوں نے اس کو معبود بنا لیا اور وہ ظالم تھے (۱۴۸) اور جب ان کی خود فریبی ختم ہوگئی اور انہوں نے جان لیا کہ وہ گمراہ ہو چکے ہیں تو انہوں نے کہا

اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ فرمائے اور ہمیں نہ بخشے تو ہم
نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے(۱۴۹)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں جناب کلیم اللہ علیہ السلام کے طور پر جانے اور انہیں انعامات دئے جانے کا ذکر تھا، اس آیہ مبارکہ میں قوم کی بے وفائی اور بدعقیدگی کا ذکر فرمایا جارہا ہے جب موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے تو قوم نے اپنے نبی سے کھلی بغاوت کی سرکشی کا مظاہرہ کیا اور ایک بچھڑے کی پرستش شروع کردی قوم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد اپنے زیورات سے بچھڑا بنایا یہ زیورات وہ تھے جو بنی اسرائیل نے فرعونیوں سے مانگ کر لئے تھے یہ بچھڑا آواز بھی نکالتا تھا، قوم کی حماقت کا یہ عالم تھا کہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بچھڑے کی پرستش شروع کردی یہ خیال تک نہ کیا کہ یہ بچھڑا ان سے نہ تو باتیں کرتا ہے نہ کوئی ان کی مدد کرسکتا ہے محض ایک جانور کی شکل کو خدا مان بیٹھے۔ اس کی خاموشی پر گا بجا کر اپنا من راضی کرتے، اپنی انہیں حرکات کے سبب وہ ظالم تھے، فاسق تھے، پھر ایک وقت آیا قوم کو اپنے اس کردار پر شرمندگی ہوئی یہ ندامت انہیں موسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے سے پہلے ہوئی یا بعد میں۔ یہ ندامت شرمندگی گویا ان کے ہاتھ کٹنے تھے جسے قرآن مقدس نے فرمایا'' سقط فی ایدیھم '' یہ سخت پریشانی تھی یہ ایک محاورہ ہے جو بیان فرمایا گیا، موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو شرمسار ہوئے اور توبہ واستغفار کی۔ اللہ کے حضور روئے اور کہا اے اللہ اگر تو رحم نہ فرمائے تو ہم برباد ہوجائیں گے۔ بچھڑے کی شکل بنانا اسرائیلیوں کو اس کی پرستش کا درس دینا یہ سارا ایک سامری نے کیا جو اُن میں بڑا کاریگر تھا اس نے بنی اسرائیل سے زیورات لے کر بچھڑے کی شکل بنالی پھر اس سامری نے بچھڑے کے منہ میں وہ مٹی ڈالی، اس نے یہ مٹی جبرائیل کے گھوڑے کے قدموں سے اٹھائی تھی گناہ کا یہ کام تو سامری نے کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے مجرم ساری قوم کو قرار دیا کہ قوم نے اس برائی پر خوشی کا اظہار کیا اور اسے تسلیم کیا جس سے واضح ہوتا ہے گناہ پر راضی ہونا بھی گناہ ہے، یہ تھی قوم موسیٰ علیہ

السلام کی جوان کے کچھ دن طُور پر جانے کے بعد گمراہ ہوگئی، قربان جائیں امت محبوب ﷺ پر جو حضور سے دور رہ کر بھی دین پر پکے رہے اور عظیم ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۖؗ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖؗ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾

صدق اللہ العظیم

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے تو انہوں نے غضبناک ہو کر افسوس سے کہا تم نے میرے جانے کے بعد میرے پیچھے کیسے بُرے کام کئے کہا تم نے اپنے رب کے حکم آنے سے پہلے ہی جلد بازی کی اور انہوں نے تورات کی تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے (سر کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے (ہارون علیہ السلام) نے کہا اے میری ماں کے بیٹے! ان لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا تھا اور قریب تھا کہ یہ مجھے قتل کر دیتے آپ مجھ پر دشمن کو ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کیجئے (۱۵۰) (موسیٰ علیہ السلام) نے عرض کی اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (۱۵۱)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں بنی اسرائیل کی بچھڑا پرستی ان کی گمراہی کا ذکر تھا، سیدنا ہارون علیہ السلام کی بے بسی کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں موسیٰ علیہ السلام کی سخت گیری اور آپ کے جلال کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام طور سے واپس ہوئے تو آپ قوم کی اس جاہلانہ حرکت پر شدید غصہ میں تھے، فرمایا اے قوم! تم نے میرے بعد نہایت گندے کام کئے تم نے میری واپسی کا انتظار نہ کیا اور سخت غصہ کی حالت میں توارت کی تختیاں ڈال دیں (بیضاوی لکھتے ہیں وہ تختیاں چھ تھیں جو اٹھالی گئیں اور ایک تختی جسمیں نصیحت وہدایت تھی وہ باقی رہ گئی) اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچے کہ تم نے بت پرستی روکنے میں سستی کیوں کی؟ ہارون علیہ السلام نے کہا میرے بھائی یہ لوگ میرے قتل کے درپے ہوگئے تھے اب مجھے سزادے کر دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقعہ نہ دو میں نے کوتاہی نہیں کی، ہارون علیہ السلام کی یہ عجز و نیاز کی باتیں سن کر موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ قدس میں عرض کی اے اللہ! ہم دونوں بھائیوں کو بخش دے اور درگذر فرما تو تمام رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

اس آیہ مبارکہ سے دینی تبلیغ کا پتہ چلتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو دینی خدمات کیلئے مقرر کیا تھا، سستی ہونے پر ڈانٹا۔ آیہ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کے غضب کا ذکر ہے غضب اچھا بھی ہے بُرا بھی۔ اگر دین کی خاطر بندہ غضب میں آئے تو یہ اچھا ہے اس غضب کی حالت میں بندہ کافر کے ہاتھوں مرجائے تو شہید کہلاتا ہے غضب برا بھی ہے نفسانی خواہشات کے پورا نہ ہونے پر یا ناجائز حکم کے نہ ماننے پر غضب میں آئے تو یہ غضب بُرا ہے کہ حق کیلئے نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا بھائی کی درخواست پر غضب ختم کر دینا بتاتا ہے کہ درگذر، حوصلہ، صبر، معافی عظیم صفات ہیں جن سے بندہ ممتاز ہوتا ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا بہترین بندہ وہ ہے جو بہت دیر سے غضب میں آئے اور بہت جلد راضی ہوجائے، اور بدترین بندہ وہ ہے جو بہت جلد غضب میں آئے

اور بہت دیر سے راضی ہو۔ایک اور مقام پر سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے ایک روایت اس طرح ملتی ہے حضور ﷺ نے دریافت فرمایا تم پہلوان کسے کہتے ہو؟ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ جو دوسرے کو پچھاڑے، فرمایا پہلوان وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے پر قابو پالے۔ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص غضب میں آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر غضب دور ہو گیا تو بہتر ورنہ لیٹ جائے۔

موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں معصوم ہیں انبیاء علیہم السلام سے گناہ نہیں ہوتے بایں ہمہ اللہ سے دعاو مغفرت کرنا تعلیم اُمت کیلئے ہی ہے اور نیک لوگوں کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک خطا کا درجہ رکھتی ہیں لوگوں کو کسی بھی کوتاہی پر رب سے دعا مانگنے کا درس ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کو (معبود) بنا لیا عنقریب انہیں رب کا غضب اور دنیا کی ذلت پکڑے گی اور ہم جھوٹوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں (۱۵۲) وہ لوگ جنہوں نے برائیاں کیں پھر ان کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے بے شک اس کے بعد تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے (۱۵۳)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں بچھڑا پرستی کا ذکر تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام قوم پر برہم ہوئے اور اپنے بھائی کے ساتھ تلخی ہوئی۔اس آیہ کریمہ میں قوم کے عذاب میں مبتلا ہونے کا ذکر ہے۔بنی اسرائیل میں سے وہ لوگ

جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور مرتے دم تک اسی کی پوجا کرتے رہے، انہیں آخرت کا عذاب تو مرنے کے بعد ہوگا مگر زندگی میں دنیاوی مصائب و مشکلات میں پھنسے رہیں گے، رُسوا و ذلیل ہوں گے ان کا سامری لوگوں میں بیٹھ نہ سکے گا۔ جو اسے مس کرے گا بیمار ہو جائے گا ان کی رسوائی یہ بھی ہوگی کہ یہ بچھڑا ان کے سامنے ذبح کر کے دریا میں بہا دیا جائے گا اور یہ کچھ نہ کر سکیں گے نہ کچھ کہہ سکیں گے ہمارا یہ ضابطہ ہے جو اللہ پر افتراء باندھتا ہے اسے سخت سزا دیتے ہیں۔

دوسرا گروہ وہ جنہوں نے بچھڑے کی پرستش کی مگر پھر تائب ہو گیا ایمان لے آیا اور اپنے کردار پر شرمسار ہوا ہم اس کے سارے گناہ بخش دیں گے کہ ہم بخشنے والے ہیں مہربان ہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں بدعملی کر لینے کے بعد توبہ کرنے اور ایمان لانے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت بخشش و رحم کا عطا ہونا ہے، توبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ پچھلے گناہوں پر شرمندہ ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے اگر کسی کا قرض دینا ہے تو ادا کرے نمازیں رہ گئی ہیں تو قضائی دے کسی پر زیادتی کی ہے تو معذرت کرے۔ حدیث شریف میں ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا پھر عرض کی اے اللہ! معاف فرمادے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا اور پھر معافی مانگ لی اس کو پتہ تھا کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر پکڑ بھی کرتا ہے یہی ارشاد اسی انداز میں تین مرتبہ ہوتا ہے آخر میں اللہ فرماتا ہے میرے بندے میں نے تجھ کو بخش دیا۔

یہ آیہ مبارکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمت کو نمایاں کر رہی ہے، عام طریقہ پر ہم کہہ دیتے ہیں توبہ توبہ توبہ، ایسا نہیں بلکہ یہ توبہ دل کی گہرائیوں سے، خلوص سے عجز و انکساری سے ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عہد پختہ ہو تو یہ انعام ملتا ہے کہ اسے بخش دیا جاتا ہے، ایک اور حدیث شریف میں ہے جسے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، حضور ﷺ فرماتے ہیں بہترین شخص وہ ہے جو فتنہ میں مبتلا ہو اور بہت توبہ کرنے والا ہو یہ اللہ کا کرم ہے کہ بندہ جب بھی شرمندگی، عاجزی سے توبہ کرے تو غفور و رحیم قبول فرمالیتا ہے۔ سیدنا انس

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے اللہ فرماتا ہے اے ابن آدم! تو نے مجھ سے دعا کی اور دعا قبول ہونے کی امید رکھی، میں نے تیری پچھلی خطائیں بخش دیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں، اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک بھی پہنچ جائیں پھر تُو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه سيدنا محمد وعلىٰ آله واصحابه بعدد خلقه

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿١٥٤﴾ صدق الله العظيم

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ تھما تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ان کیلئے جو اپنے رب سے ڈراتے ہیں (۱۵۴)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کے غصہ کا ذکر تھا کہ بنی اسرائیل کی گمراہی کو دیکھ کر غصے میں آئے اور اپنے بھائی سے بھی ناراض ہوئے، سر کے بال کھینچے جب بنی اسرائیل نے معذرت کی تو آپ کا غصہ جاتا رہا اس آیہ کریمہ میں غصہ جانے کا ذکر ہے اور توراۃ کی تختیاں جو گرگئی تھیں انکے اُٹھانے کا ذکر ہے۔

جب آپ کا غصہ جاتا رہا، ہارون علیہ السلام نے معذرت کر لی یا بچھڑے کے پجاریوں نے توبہ کا وعدہ کر لیا تو رب قدوس جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو سکون بخشا آپ نے توراۃ کی دو تختیاں جو نیچے ڈالی تھیں ادب واحترام سے اٹھائیں اور اپنی قوم کو بتایا یہ وہ نسخہ ہے جس کا وعدہ میں نے تم سے کیا تھا خدا سے ڈرنے والے کیلئے اس میں ہدایت ہے رحمت ہے اور پتھر دل لوگ اس ہدایت سے محروم رہیں گے، بندے کیلئے خدا کا خوف بڑی نعمت ہے، خوف الٰہی سے قرب نصیب ہوتا ہے، غیر اللہ کا ڈر ختم ہوتا ہے گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے، برائی سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

ان تختیوں میں اعمال صالحہ کی تاکید تھی اللہ سے ڈرنے کے احکام تھے، اچھے عقائد کی ہدایت تھی،

تورات کی ساری تختیاں محفوظ تھیں کوئی بھی ٹوٹی نہیں تھی بعض روایات میں آتا ہے چھ تختیاں اٹھائی گئی تھیں صرف ایک باقی رہی یہ روایت کمزور ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے وہ تختیاں زمین پر ڈالیں تھیں تو وہ ٹوٹ گئی تھیں پھر موسیٰ علیہ السلام نے روزے رکھے اور وہ تختیاں عطا کردی گئیں اُن میں وہی سب کچھ تھا جو پہلی تختیوں میں تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾

صدق اللہ العظیم

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے ستر آدمی ہمارے وعدے کیلئے چن لئے پھر جب انہیں زلزلہ نے آ لیا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ! اگر تو چاہتا تو پہلے ہی مجھے اور انہیں ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا وہ نہیں مگر بڑی آزمائش تو اسے بہکائے جسے چاہے،تو ہمارا مولیٰ ہے ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے(١٥٥)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کے غصہ ٹھنڈے ہونے کا ذکر تھا،اس آیہ مبارکہ میں غضب الٰہی کے سرد ہونے کا ذکر ہے،کلیم علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے ستر آدمی منتخب کئے جو آپ کے ساتھ طور پر جائیں گے یہ ستر افراد اُن میں سے تھے جنہوں نے بچھڑے کی پرستش نہیں کی تھی،ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام سے ایک نیا مطالبہ کر دیا کہ ہمیں خدا دکھاؤ،ان کا یہ مطالبہ بھی بے وجہ تھا اور پھر انہوں نے باقی قوم جو بچھڑے کی پجاری تھی ان کے ساتھ رہنا سہنا تعلقات بھی بدستور رکھے تھے اچانک ان پر زلزلہ آیا

اور سارے ستر کے ستر موت کے منہ میں چلے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خیال گزرا میرے اکیلے واپس جانے پر قوم تو مجھ پر الزام لگائے گی کہ انہیں میں خود ہلاک کر کے آیا ہوں آپ نے بارگاہ قدس میں عرض کی اے اللہ! اگر تو چاہتا تو انہیں طور پر آنے سے پہلے ہی مار دیتا اگر تو چاہتا تو دریائے قلزم میں ہی ڈبو دیتا، موت طاری کر دیتا، اب تو قوم مجھ پر الزام لگائے گی کہ میں نے قتل کیے ہیں عرض کرتے ہیں اے اللہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے بعض لوگوں کے قصور کی وجہ سے ہم سب کو برباد کر دے میرے اللہ تو ہمارا والی، ناصر ہے کارساز ہے ہمارے قصور بخش دے تیرے بندے بھی اپنے ماتحتوں پر رحم کرتے ہیں انہیں معاف کرتے ہیں تو بھی ہمیں معاف فرمادے تو رحیم ہے تو کریم ہے اور تو بہتر معاف فرمانے والا ہے۔

اس آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کچھ اچھے لوگوں کا بارگاہ قدس میں نمائندہ بن کر حاضر ہونا اور معافی مانگنا جائز و درست ہے۔ ستر افراد نمائندہ کے طور پر حاضر ہوئے تھے، بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہونے میں وقت لگا سیدنا ابولبابہ کی توبہ بہت دیر بعد قبول ہوئی، حضرت کعب بن مالک کی توبہ پچاس دن بعد قبول ہوئی

آیہ مبارکہ کے آخر میں ہے تو بہتر معاف کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے، مخلوق بھی معاف کرتی ہے خالق بھی معاف فرماتا ہے مگر مخلوق کے معاف کرنے میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ معاف کرنے والا اپنی برتری، اچھائی کا تصور چاہتا ہو اللہ اس سے پاک ہے مخلوق کی معافی میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ معاف کرنے والا اس وجہ سے معاف کرے کہ اُسے بھی کل کو کوئی معاف کر دے گا، اللہ کا معاف کرنا اس سے بھی بلند و بالا ہے۔ مخلوق کی معافی میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ معاف کرنے والا اس وجہ سے معاف کرے کہ اُسے بھی کل کو کوئی معاف کر دے گا اللہ کا معاف کرنا اس سے بھی بلند و بالا ہے۔ مخلوق کی معافی میں یہ بھی ہوسکتا ہے اس بندے نے کبھی معاف کرنے والے کو معاف کیا ہوگا اور وہ بندہ آج اس کا بدلہ دے رہا ہے اللہ کا معاف کرنا اس تصور سے بھی پاک ہے، مخلوق کے معاف کرنے میں کوئی نہ کوئی دنیا کی غرض ہوتی ہے، اللہ رب العزۃ کا معاف فرمانا ان ساری صورتوں سے پاک ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہمارے لئے اسی دنیا میں بہتری لکھ دے اور آخرت میں ، بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے، فرمایا (اللہ نے) میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اُسے پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر شی پر محیط ہے قریب ہے میں لکھ دوں گا (دنیا و آخرت کی بھلائی) ان لوگوں کیلئے جو گناہوں سے بچیں گے اور زکوۃ دیں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے (۱۵۶)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا ذکر تھا، وہ ستر آدمی جو مر گئے آپ کی دعا سے اللہ نے پھر زندہ کر دیئے ، موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا یہ بھی حصہ ہے اے ہمارے پروردگار! آپ ہمارے لئے اس دنیا میں بھی خوشحالی لکھ اور آخرت میں بھی کہ ہم تیری طرف خلوص سے رجوع کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں بارگاہ قدس سے حکم ہوا، اے موسیٰ! میری رحمت نے میرے غضب پر سبقت لی ہے، چنانچہ میں اپنا عذاب اور غضب تو صرف اسی پر واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اگرچہ مستحق عذاب تو ہر نافرمان ہوتا ہے، میں پھر بھی سب پر عذاب واقع نہیں کرتا اور میری رحمت ایسی محیط ہے، جو اس کے مستحق نہیں ان پر بھی اگرچہ دنیا میں ہی سہی جب میری رحمت اس قدر وسیع ہے کہ غیر مستحق بھی فائدہ اٹھا لیتے ہیں تو وہ لوگ جو خدا سے ڈرتے ہیں زکوۃ دیتے ہیں، ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں یہ لوگ تو پہلے مستحق ہیں اس لئے آپ کو قبول دعا کی خوشخبری دیتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر جواب ملا ہم جسے چاہیں عذاب دیتے ہیں جسے چاہیں بخش دیتے ہیں ہماری رحمت عامہ رزق صحت یہ تو ہر بندے کے ساتھ ہے ہمیں مانتا ہے یا نہیں یا

دوسری رحمت، رحمت خاصہ ہے وہ عرفان ہے اپنا قرب ہے یہ پرہیزگاروں کے مقدر میں ہے، تیری دعا ان لوگوں کے حق میں قبول ہے ہم ہر پرہیزگار کو رحمت سے نوازیں گے۔

آیہ مبارکہ میں واضح ہے جب بندہ رب سے دعا مانگے تو دین و دنیا دونوں کی مانگے یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، آیہ مبارکہ کے مفہوم کو خلاصہ کے طور پر یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ میرے بندے موسیٰ میری رحمت کے خزانے ختم ہونے والے نہیں میری رحمت کا دامن وسیع ہے مگر اس کے حق دار وہی لوگ ہیں جن میں یہ صفات پائی جائیں، خدا سے ڈرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۵۷

صدق اللہ العظیم

جو لوگ اس عظیم رسول کی پیروی کریں گے جس کو وہ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں جو اُنہیں نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا جو اُن کیلئے پاک چیزوں کو حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں کو حرام کرے گا جو اُن سے اُن کے بوجھ اُتارے گا اور اُن کے گلوں میں پڑے ہوئے طوق اُتارے گا سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی نصرت وحمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں (۱۵۷)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے بارگاہ قدس سے دین و دنیا کی بھلائی کی درخواست کی تھی، اس آیہ پاک میں فرمایا جارہا ہے کہ کلیم! تیری دعا قبول ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ نبی آخرالزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے، اتباع کریں گے۔ اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کی کئی صفات مبارکہ کا ذکر فرمایا گیا ہے، آپ اللہ کے رسول ہیں آپ اللہ کے نبی ہیں ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا، حضور ﷺ کی عظیم دو صفتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

تیسری صفت کا ذکر فرمایا کہ آپ اُمّی ہیں، کچھ لوگوں کو لفظ ''اُمّی'' سے غلط فہمی ہوگئی کہ وہ معاذ اللہ اَن پڑھ ہیں آپ اُمی یا تو اس معنی میں ہیں کہ آپ ''اُم القریٰ'' مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں، ہمارے ہاں جیسے ملتانی، لاہوری کہا جاتا ہے کہ وہاں کے باسی ہیں، حضور اُمی ہیں کہ اُم القریٰ کے باسی ہیں یا اس لحاظ سے اُمی ہیں کہ آپ نے دنیا کے کسی استاذ سے نہیں پڑھا براہ راست بارگاہ قدس سے پڑھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے ''الرحمن علم القرآن '' یا اُمی اس معنی میں ہیں کہ اُم (ماں) بچے کی اصل ہے، حضور ﷺ کو اُمی اس لئے فرمایا گیا کہ سرکار دو عالم ﷺ کائنات کی اصل ہیں۔

یہ بات یوں بھی سمجھ نہیں آتی کہ مکہ کے سارے ان پڑھ جاہل لوگوں کو سکھانے پڑھانے کیلئے جسے بھیجا گیا ہو وہ بھی ویسا ہی ان پڑھ ہو (معاذ اللہ)، ایک صفت یہ بھی فرمائی گئی کہ اس رسول کا ذکر، اوصاف، کمالات وفضائل تورات وانجیل میں بھی ہوں گے۔

اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کی ایک اور صفت پاک کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو اچھائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے ایک اور صفت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل پر جو چیزیں ان کی سرکشی کی وجہ سے حرام کردی گئیں تھیں وہ انہیں حلال فرمائی گئیں اور گندی اشیاء جو عارضی طور پر ان پر حلال تھیں جیسے شراب، تو وہ حرام کردی گئی۔ ایک اور صفت کا ذکر فرمایا کہ وہ رسول ان پر سخت احکام

جو تھے انہیں ختم فرمادیں گے جیسے زکوۃ کا چوتھا حصہ سخت حکم تھا، کپڑے کو پاک کرنے کیلئے جلانے کا حکم تھا، عضو کو پاک کرنے کیلئے کاٹنے کا حکم تھا، آخر میں فرمایا اے موسیٰ! اس رسول پر جو لوگ ایمان لائیں گے اس کی عزت کریں گے، اس کی مدد کریں گے اور وہ جو کچھ نازل ہوا اس کی اتباع کریں گے وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

حضور ﷺ کی آمد سے قبل تو یہ لوگ منتظر تھے حضور کے وسیلہ سے فتوحات مانگتے تھے مگر محبوب کی جلوہ گری پر بگڑ گئے اور حق سے رُوگردانی کرلی۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے توریت میں حضور ﷺ کے اوصاف حسنہ اس طرح بیان ہیں آپ شاہد ہیں، آپ مبشر ہیں، آپ اُمی ہیں تم میرے بندے رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکل رکھا کہ نہ آپ سخت مزاج، نہ سخت زبان، بازاروں میں شور مچانے والے نہیں، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دوگے، درگزر معافی سے کام لوگے، ان کے ذریعہ سے اللہ ٹیڑھی اُمت کو سیدھا کردے گا، اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعہ سے اندھی آنکھیں، بہرے کان کھول دے گا۔

دلائل النبوۃ میں وہب ابن منبہ سے روایت اس طرح ملتی ہے، داؤد علیہ السلام سے فرمایا گیا اے داؤد! تیرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد اور محمد ہوگا۔ میری نافرمانی نہیں کرے گا، میں ان پر ناراض نہیں ہوں گا۔ اس کی ہر امت مرحومہ ہوگی، میں انہیں نفلوں کا ثواب نبیوں کی طرح دوں گا قیامت کے دن اس امت کا نور نبیوں کے نور کی طرح ہوگا وہ جو بھی گناہ کر کے توبہ کرلیں گے میں معاف کردوں گا وہ جب مصیبتوں میں ''انا للہ'' پڑھیں گے تو انہیں بڑا ثواب دوں گا، اس وقت بائیبل میں تحریف کے باوجود حضور ﷺ کی بشارات موجود ہیں، الحمد للہ میں نے اپنی کتاب ''جلوۂ جاناں'' میں ۵۳ سے زیادہ بشارات نقل کی ہیں۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے ایک یہودی لڑکا حضور ﷺ کی خدمت کرتا تھا وہ بیمار ہوگیا، حضور اس کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لے گئے اس کا باپ اس کے سرہانے

تورات پڑھ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے یہودی! سچ بتا تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری کیا تورات میں میرے حالات کا ذکر ہے اس نے کہا جی نہیں، بیٹا بولا یارسول اللہ میرا باپ غلط کہہ رہا ہے، تورات میں آپ کا ذکر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے رسول ہیں، حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا، یہ بچہ اب مسلمان ہے۔ انتقال کے بعد اس کا کفن دفن جنازہ اسلامی طور طریقہ پر ہوا۔ تفسیر مظہری نے دلائل النبوۃ کے حوالہ سے سیدنا علی المرتضیٰ سے ایک روایت اس طرح نقل کی ہے حضور ﷺ کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا اس نے مانگا، آپ نے فرمایا کچھ مہلت دے دو، وہ نہ مانا اس نے کہا جب تک آپ قرض ادا نہیں کریں گے میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، چنانچہ حضور ﷺ اس کے پاس بیٹھ گئے، ظہر، عصر، مغرب، عشاء وہیں پڑھیں صحابہ پر یہ واقعہ ناگوار گذرا اور یہودی کو ڈرانے دھمکانے لگے حضور ﷺ نے فرمایا خاموش رہو اس کا حق ہے، صبح ہوتے ہی یہودی مسلمان ہو گیا وہ عرض کرتا ہے حضور میں نے جو کچھ کیا ہے یہ محض امتحان کرنا تھا کہ تورات نے جو آپ کے متعلق بتایا ہے آپ اس کے مصداق ہیں یا نہیں، میں نے یقین کر لیا ہے آپ ان صفات کے مصداق ہیں۔ تورات میں لکھا ہے وہ سخت مزاج نہ ہوں گے، بازاروں میں شور کرنے والے نہ ہوں گے، ولادت مکہ میں ہوگی۔ محمد بن عبداللہ نام ہوگا۔ امام بغوی نے کعب احبار کے حوالہ سے بھی یہ صفات نقل کی ہیں، ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت سعد ثومی خیثمہ نے مسند کے ساتھ یہی صفات نقل کی ہیں، جو انجیل نے بیان کیں یہود کے سب سے بڑے عالم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ تورات میں حضور ﷺ کی اِن صفات کا ذکر موجود ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب) آپ کہہ دیجئے میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں، جس کی مِلک میں تمام آسمان اور زمینیں ہیں اس کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے سوتم اللہ پر ایمان لاؤ، اور اس کے رسول پر جو نبی اُمی لقب ہے جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں اور تم ان کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ (۱۵۸)

تفسیر

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بیان فرمایا یہودیوں کی ایک جماعت کا رہبر عیسیٰ اصفہان تھا اُس کا عقیدہ تھا کہ حضور نبی برحق ہیں مگر آپ صرف اہل عرب کیلئے ہیں بنی اسرائیل کیلئے نہیں، جیسے پہلے انبیاء کرام ایک خاص خطہ ملک کیلئے آتے رہے اسی طرح ہی آپ ہیں تو یہ آیہ اس کی تردید میں نازل ہوئی۔ محبوب آپ فرما دیجئے میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں اللہ کی شان یہ ہے سارے آسمانوں اور زمین کا وہی مالک حقیقی ہے وہی معبود برحق ہے وہی مخلوق کو زندہ کرتا ہے، زندہ رکھتا ہے وہی انہیں موت دیتا ہے تم سب اللہ پر بھی ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر بھی، تم سب ان کی اتباع بھی کرو اگر تم اس کو رسول مان کر اس کے متبع ہوئے تو تم ہدایت پا جاؤ گے۔

اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کی ایک عظیم صفت کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ آپ کی رسالت عامہ ہے یہ صفت حضور ﷺ کا ہی خاصہ ہے کسی اور نبی رسول کو یہ مقام حاصل نہیں ہوا۔ حضور ﷺ کا یہ اعلان عام اس وقت کے حاضرین کیلئے بھی ہے اور قیامت تک آنے والوں کیلئے بھی جیسے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام

کی دعوت حج قیامت تک کے لوگوں کو سنادی ایسے ہی یہ دعوت رسالت عامہ کائنات کو سنادی۔آیہ مبارکہ میں یہ بھی واضح فرمادیا گیا ہے صرف اللہ کو ماننے سے بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان نہ لائے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری علیہ الرحمہ سے امام احمد کی ایک روایت اس طرح منقول ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص میرا مبعوث ہونا سنے خواہ وہ میری امت سے ہو یا یہود و نصاریٰ سے اگر وہ ایمان نہ لائے گا تو جہنم میں جائے گا۔غزوۂ تبوک کے موقعہ پر حضور ﷺ نماز تہجد میں مصروف تھے صحابہ نے حفاظتی اقدامات کر رکھے تھے کہ کوئی تکلیف نہ پہنچائے، آپ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا، صحابہ! آج رات مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو کسی نبی رسول کو نہ ملیں، پہلی یہ کہ میری نبوت و رسالت پوری کائنات کیلئے ہے، دوسری یہ کہ دشمن کے مقابلہ میں مجھے ایسا رعب دیا گیا کہ دشمن ایک مہینہ کی مسافت پر بھی ہو تو کانپتا ہے، تیسری نعمت جو عطا ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ مجھ پر مال غنیمت حلال کر دیا گیا ہے جو پچھلی امتوں میں نہ تھا، چوتھی نعمت یہ عطا ہوئی ہے کہ میرے لئے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے، پہلی امتوں پر یہ صورت نہ تھی ان کی نماز گھروں یا جنگلوں میں نہ ہوتی تھی خاص مقامات تھے پانی نہ ملے تو مٹی سے تیمّم وضو کی جگہ ہو جاتا ہے، پانچویں نعمت یہ عطا ہوئی کہ ہر نبی نے اپنی دعا کو اپنے خاص مقاصد کیلئے طے کر لیا مجھے بھی کہا گیا کہ آپ کوئی دعا کریں قبول ہوگی، میں نے اپنی دعا کو آخرت کیلئے محفوظ کرادیا۔

آیہ مبارکہ میں جو ذکر ہے کہ ''اللہ کے کلمات'' کو مانو، اس سے مراد اس کی ساری کتابیں ہیں۔اس آیہ مبارکہ کے مفہوم کو خلاصہ کے طور پر اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے، جیسے اللہ کی الوہیت پوری کائنات کیلئے ہے رسول اللہ کی رسالت بھی پوری کائنات کیلئے ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ(۱۵۹)

صدق اللہ العظیم

(حضرت) موسیٰ کی قوم میں سے ایک جماعت ہے جو سچائی کے ساتھ ہدایت دیتی ہے اور اس کے ساتھ عدل کرتی ہے (۱۵۹)

تفسیر

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ساری قوم گمراہ نہیں بلکہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خود بھی اسلام سے وابستہ ہیں اور دوسروں کو بھی اسلام کی توجہ دلاتے ہیں اس گروہ کے سارے معاملات، عبادات اسلامی ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور آپ کے ساتھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا ظہور ان کے حق میں ہوا، ایسے افراد کے حق میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد مبارک بڑی تائید ہے فرمایا وہ اہل کتاب جو پہلے اپنے نبی پر ایمان لایا پھر مجھ پر ایمان لایا اُسے دوہرا ثواب ہے اگرچہ بنی اسرائیل کے بُرے گروہ کا عمل موسیٰ علیہ السلام کیلئے تکلیف دہ تھا ان کا بات بات پر جھگڑنا، ہنگامہ آرائی کرنا، معمولی باتوں پر حق سے کنارہ کشی کرنا مگر بنی اسرائیل میں ایک طبقہ ہمیشہ موسیٰ علیہ السلام کا وفادار رہا کفر سے بچا رہا، جن دنوں قوم نے بچھڑے کی پرستش کی تو یہ طبقہ اس وقت بھی اس گروہ سے الگ تھلگ رہا، کلیم علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں یہ گروہ حق پر ثابت قدم رہا پھر حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں بھی یہ گروہ موجود تھا، جو توارت پر مکمل عقیدہ رکھتا تھا جونہی اس گروہ نے تورات کے اندر حضور ﷺ کی صفات مبارکہ کو دیکھا تو جھٹ دامن رحمت میں آ گئے۔

اس آیہ کریمہ میں اسی گروہ کی طرف اشارہ ہے اسی گروہ حق پرست کا ذکر قرآن مقدس نے ایک اور مقام پر اس طرح فرمایا ہے "**من اهل الكتاب امة قائمة يتلون آيات الله اناء الليل وهم يسجدون**" اہل کتاب میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو حق پر قائم ہے آیاتِ الٰہیہ کو رات بھر پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔ قرآن مقدس کے ایک اور مقام پر اس گروہ کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔ "**الذين آتيناهم الكتاب من قبله هم به يومنون**" جن لوگوں کو حضور سے پہلے کتاب دی گئی (توراۃ وانجیل)

وہ حضور پر ایمان لاتے ہیں اس جماعت سے مراد وہ جماعت ہے جو بنی اسرائیل کی گمراہیوں سے تنگ آ کر اُن سے الگ ہوگئی تھی، تفسیر قرطبی نے اس آیہ مبارکہ کے تحت لکھا ہے اس گروہ نے بنی اسرائیل کے گمراہ کن عقائد سے تنگ آ کر دعا کی تھی ''یا اللہ! ہمیں ان سے کہیں دُور بسا دے کہ تیری عبادت کر سکیں گمراہی سے بچ سکیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں الگ بسا دیا، حضور ﷺ کی بعثت کے بعد ان کے مسلمان ہونے کا سبب یہ بنا، معراج کی رات جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کو اس طرف لے گئے اور وہ لوگ ایمان لائے آپ نے انہیں کچھ قرآن پاک کی آیات پڑھائیں، معراج مقدس سے واپس مکہ تشریف لائے تو یہ آیہ کریمہ ''ومن قوم موسیٰ امة یھدون الحق ربه یعدلون '' نازل ہوئی، اس آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک جماعت ایسی ہے جو حق پر قائم رہی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے بنی اسرائیل کو بارہ قبیلوں میں گروہ در گروہ تقسیم کر دیا اور جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے پانی طلب کیا تو ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو (جب آپ نے عصا مارا) تو اس سے بارہ چشمے بہہ نکلے ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ جان لی اور ہم نے (مزید کرم کر کے) ان پر بادل کا سایہ کر دیا اور ہم نے ان پر منّ وسلویٰ اُتارا، کھاؤ پاک چیزوں کو جو ہم نے تمہیں رزق دیا اُن پر ہم نے کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے (۱۶۰)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں بنی اسرائیل پر جو اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہوئیں اور قدرت نے انہیں اپنے فضل سے نوازا، اس کا ذکر فرمایا گیا ہے بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد ہیں اس لئے انہیں بارہ قبیلوں میں کر دیا گیا۔ یہ لوگ جنگل تیہہ میں دیر تک بھٹکے رہے، وہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ تیہہ کی پریشان حال صورت میں انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے پانی مانگا تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں پتھر پر عصا مارو آپ نے عصا مارا، پتھر سے بارہ چشمے پانی کے بہہ نکلے ہر گروہ نے اپنا ایک مرکز مقرر کر لیا پھر ہم نے ان پر یہ کرم بھی فرمایا کہ ان پر ہلکا سا سفید بادل مقرر فرما دیا جو برستا نہ تھا دھوپ سے بچاتا تھا، ٹھنڈک کا سبب بنتا تھا۔

مزید کرم یہ کیا ان کے کھانے کیلئے من وسلویٰ نمکین اور میٹھے کھانے بھیج دیئے اور ان سے کہا ہماری طرف سے پاکیزہ طیب خوراک کھاؤ یہ خوراک نہ تمہیں نقصان دے گی نہ کم ہوگی ہم نے حکم دیا تھا کہ اسے کل کے لئے بچا کر نہ رکھنا، تمہیں روز کا روز تازہ کھانا ملتا رہے گا مگر انہوں نے اس حکم کی نافرمانی کی اور بچا کر رکھنا شروع کر دیا اور وہ اس نعمت سے محروم ہو گئے ہم نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی انہوں نے خود ہی اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز کیا، نافرمانی کی تو اللہ کا عذاب ان پر نازل ہو گیا گویا یہ ساری زیادتی انہیں کی تھی، کھانے کو کل کیلئے بچا رکھا، یا جس وقت کھانے سے منع کیا گیا تھا اس وقت کھایا یا انہوں نے ان چیزوں کے علاوہ مزید چیزوں کا مطالبہ کیا جب بندہ گناہ کرتا ہے تو وہ اپنے کو خدا کے عذاب کا حق دار بنا دیتا ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں بنی اسرائیل پر تین بڑے انعامات کا ذکر ہے، ایک وسیع وعریض جنگل میں پانی کا بہترین نظام ایک بڑی نعمت ہے، شدت کی دھوپ سے بادل کے ذریعہ بچانا دوسری بڑی نعمت ہے، اس جنگل میں بے سروسامانی کی صورت میں من وسلویٰ کے ذریعہ بہترین خوراک کا انتظام تیسری بڑی نعمت

ہے، اگر یہ انعامات نہ ہوتے تو یہ لاکھوں افراد بھوک پیاس سے مر جاتے۔ آج اس ترقی یافتہ دور میں بھی کوئی اس علاقہ کو دیکھے اور پھر وہاں پر لاکھوں کی شاندار زندگی گزرنے پر نظر کرے تو حیران رہ جائے گا ان عظیم احسانات کے بعد بھی یہ قوم مسلسل نافرمانیوں، غداریوں کی مرتکب ہوتی رہی جس سے تاریخ بھری پڑی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۶۱ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝۱۶۲

صدق اللہ العظیم

اور جب اُن سے کہا گیا کہ اس بستی میں جا کر آباد ہو جاؤ اور اس کی پیداوار سے جہاں سے چاہو کھاؤ اور ''حطۃ'' (معاف کرنا) کہتے جاؤ اور دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور عنقریب نیک لوگوں کو زیادہ اجر دیں گے (۱۶۱) ظالم لوگوں نے اس بات کو بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا کہ وہ ظلم کرتے تھے (۱۶۲)

تفسیر

اس آیہ پاک میں اسرائیلیوں کے ان جرائم کا ذکر فرمایا گیا ہے جو انہوں نے تیہہ کی مشکلات کے بعد آزاد ہو کر کیئے۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! (ﷺ) اہل عرب کو وہ وقت بھی یاد کراؤ جب وہ تیہہ سے چالیس سال بعد آزاد ہوئے تو رب قدوس نے یوشع علیہ السلام کی معرفت ان سے فرمایا تم اریحا بستی میں چلے جاؤ، وہاں آرام سے رہو کھاؤ پیو، سکون کرو، جو چاہو جتنا چاہو کھاؤ۔ ان سے پہلے وہاں قوم عمالقہ آباد تھی

ان سے یہ بھی کہا گیا تھا جب شہر کے دروازہ میں داخل ہوں تو وہاں ادب واحترام کا خیال رکھنا، سجدہ کرتے ہوئے جانا اور کہنا ''معاف کرو'' ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور بے گناہ لوگوں کے درجے بلند کریں گے، انہیں اپنے فضل سے زیادہ رحمتیں دیں گے یا تمہیں توبہ کے بعد نیک بنا دیں گے اور رحمتیں بخشیں گے مگر تیہہ کی چالیس سالہ مشقت مصیبت دکھ برداشت کرنے کے بعد ان کا یہ حال تھا کہ ہمارا بتایا ہوا عمل بدل دیا اور وہ کہا جو ہمارے کہنے کے بالکل برخلاف تھا بجائے ''حطة'' کہنے کے ''حنطة'' کہا۔ معافی مانگنے کی بجائے گندم مانگی۔ اُن کے اس قبیح عمل پر ہم نے ان پر آسمان سے عذاب نازل کیا وہ عذاب طاعون کا مرض تھا۔ جس کے نتیجے میں یہ ہزاروں کی تعداد میں بہ یک وقت مر گئے یہ ان کے ظلموں کی سزا تھی۔

سورۂ بقرہ شریف میں بھی ان کے اس عمل کا ذکر فرمایا گیا ہے جس شہر میں انہیں رہنے کا حکم دیا گیا تھا یہ بیت المقدس تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ مقدس مبارک شہروں میں قیام اللہ کا خاص فضل ہے، اسی باعث ہی ایماندار عشاق اپنی موت کو مدینہ منورہ میں ترجیح دیتے ہیں انہیں بیت المقدس میں داخل ہوتے توبہ کا حکم تھا جس سے واضح اشارہ ہے ایسے پاکیزہ مقدس مقامات پر توبہ واستغفار کا عمل بہترین عمل ہے۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه سيدنا محمد وعلىٰ آله واصحابه بعدد خلقه

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ
الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِى السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ
حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ
لَا تَاْتِيْهِمْ ۛ كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

صدق اللہ العظیم

اُن سے اسی بستی کا حال پوچھئے جو دریا کے کنارے تھی جب وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھے جب ہفتہ کے دن انکی مچھلیاں تیرتی ہوئی ان کے پاس آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو وہ ان کے پاس نہ آتی تھیں ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہم ان کو آزمائش میں ڈالتے تھے(۱۶۳)

تفسیر

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، حضور ﷺ مدینہ منورہ کے یہود سے فرماتے تھے تم لوگ اپنے باپ داداؤں کے انداز پر چل رہے ہو، وہ بھی انبیاء کی مخالفت کرتے تھے تم بھی کررہے ہو تو یہود کہتے ، نہیں جی! ایسی کوئی بات نہیں ہمارے باپ دادے تو انبیاء کے فرمانبردار تھے۔

یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں ان کی بدعملی کا ذکر فرمایا گیا یہ سن کر وہ حیران ہوئے یہود سے یہ گفتگو مدینہ منورہ میں ہوئی سورۂ اعراف ساری مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی یہ آٹھ آیتیں مدینہ منورہ میں اتریں حضور سے فرمایا گیا محبوب! یہود سے یہ تو پوچھیں کہ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایلہ بستی میں رہنے والے یہود کا عمل کیا تھا اُن کا گذر اوقات مچھلیوں پر تھا ان پر ہفتہ کے دن شکار حرام تھا اللہ نے ان کی آزمائش کی جب ہفتہ کا دن ہوتا تو مچھلیاں دریا میں تیرتی دکھائی دیتیں اور یہ شکار کر لیتے ہفتہ کے علاوہ باقی دنوں میں غائب رہتیں۔ شکار کرنے کی کوشش بھی کرتے تو ناکام رہتے ، خدا کی نافرمانی کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ حکم کو اس طرح بگاڑا، دریا سے نالیاں اپنے حوضوں تک لے گئے مچھلیاں ہفتہ کے دن ان نالیوں سے حوضوں تک جاتیں یہ اگلے دن اتوار کو پکڑ لیتے۔ خدا کے حکم میں یہ بگاڑ پیدا کیا ان کا یہ امتحان آئندہ عذاب کا سبب بنا۔

اے محبوب! یہود پرانے مجرم ہیں، بنی اسرائیل کا مچھلیوں کو حوضوں میں بند کر لینا ان کا حد سے تجاوز کرنا تھا، اور ایک لمبے عرصہ تک اس نافرمانی میں مبتلا رہے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اس نافرمانی کو بُرا جانتے تھے مگر روکتے نہیں تھے کہ یہ لوگ باز تو آئیں گے نہیں۔ ایلہ بستی میں رہنے والے لوگوں کی تعداد ستر ہزار کے لگ بھگ تھی مجرموں کو روکنے والوں کی تعداد قریباً ۱۲؍ ہزار تھی۔ روکنے والوں نے اس برائی سے اپنے کو بچانے کیلئے شہر کے درمیان دیوار کھینچ لی اور ان سے الگ رہنے لگے کہ کہیں یہ بھی عذاب الٰہی میں مبتلا نہ ہو جائیں، گمراہوں کا یہ گستاخانہ انداز سیدنا داؤد علیہ السلام تک رہا پھر آپ نے ان پر لعنت کی۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیجا گناہوں سے روکنے والے ایک دن اپنے دروازے سے نکلے تو اِن مجرمین کو دیکھا کہ وہ بندر بن چکے تھے اور ان کے بوڑھے خنزیر بن چکے تھے یہ مجرم تین دن تک اس حالت میں رہے پھر سب ہلاک ہو گئے۔ یہ عذاب الٰہی تھا جو ان پر نازل ہوا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

صدق اللہ العظیم

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب کرنے والا ہے وہ بولے تمہارے رب کے حضور معذرت کرنے کو شائد انہیں ڈر ہو (۱۶۴)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ایلہ بستی والوں کا ذکر تھا اس آیہ میں انہیں کے ذکر کی کچھ تفصیل فرمائی گئی ہے اس بستی کے لوگ تین گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ پہلا گروہ وہ تھا جو شکار کرنے لگے، دوسرا گروہ وہ تھا جو ان کے اس جرم سے الگ تھلگ رہے اور انہیں روکتے رہے تیسرا گروہ وہ تھا جو خاموش رہا نہ خود شکار کیا نہ شکار کرنے

والوں کو منع کیا۔ اس آیہ کریمہ میں آخری دونوں گروہوں کی گفتگو کا ذکر ہے، خاموش رہنے والے مبلغین سے کہنے لگے کہ تم عادی مجرموں کو کیوں روکتے ہو؟ انہیں سمجھانا وقت ضائع کرنا ہے وہ اپنے کردار سے رُکیں گے تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ یا تو انہیں ہلاک کر دے گا یا مصیبتوں میں گرفتار کر دے گا۔ مبلغین نے انہیں جواب دیا کہ ہم اس لئے روک رہے ہیں کہ قیامت کے دن ہم سرخرو ہو جائیں یا اللہ! ہم نے تو انہیں روکا تھا یہ باز نہیں آئے تھے یا پھر ان سے کوئی ایک آدھ ہی توبہ کر گیا تو ہمیں خوشی ہوگی ہماری تبلیغ کامیاب رہی۔

اس آیہ کریمہ میں دین کے مبلغین کو ہدایت مل رہی ہے کہ وہ مجرموں کو اصلاحی پیغام دیتے رہیں تا کہ قیامت کو سرخروئی حاصل کر سکیں۔ اگر مبلغ کی تبلیغ سے سارے لوگ اصلاح نہ بھی کریں اور اُن میں کوئی ایک ہی تائب ہو جائے تو مبلغ کی کامیابی ہے۔ ان بنی اسرائیل سے وہ گروہ شکار نہ کرتا تھا الگ تھلگ ہو گیا یہ پسندیدہ گروہ تھا۔ قرآن مقدس نے ایک اور مقام پر اسی عنوان کو اس طرح ذکر فرمایا ہے" **فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین**" پتہ چل جائے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں تو اُن کی محفل بھی نہ کرو۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے تو آپ کو روتے پایا، پوچھا اے ابن عباس! قربان جاؤں رو کیوں رہے ہو؟ آپ نے سورۂ اعراف کی ان آیتوں کی تلاوت کی اور فرمایا اللہ نے مجرموں کو سزا دی برائی سے منع کرنے والے گروہ کا ذکر فرمایا اور خاموش رہنے والوں کا ذکر نہیں فرمایا کہ ان کی نجات ہوئی یا نہیں ہم بھی کئی برے کاموں کو برا سمجھتے ہیں مگر روکتے نہیں، اللہ جانے ہماری نجات ہوگی یا نہیں، برائی سے روکنا فرض کفایہ ہے جب بعض لوگوں نے بنی اسرائیل کو اس برائی سے روکا تو تبلیغ کا فرض ادا ہو گیا اور باقی لوگوں سے یہ فرض ساقط ہو گیا اس لئے تیسرے فریق پر عذاب نازل نہیں ہوا، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے ابن عباس رضی اللہ عنہما مطمئن ہو گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖۤ اَنۡجَيۡنَا الَّذِيۡنَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ وَاَخَذۡنَا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا بِعَذَابٍۢ بَـئِيۡسٍۢ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوۡا عَنۡ مَّا نُهُوۡا عَنۡهُ قُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـئِيۡنَ ﴿۱۶۶﴾

صدق اللہ العظیم

اور جب انہوں نے ان باتوں کو بھلا دیا جن کی انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دیدی جو برائی سے روکتے تھے اور ظالموں کو بہت بڑے عذاب میں پکڑ لیا کہ وہ نافرمان تھے (۱۶۵) پھر جب انہوں نے اس شئ سے سرکشی کی جس سے انہیں روکا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہا ذلیل بندر بن جاؤ (۱۶۶)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں بنی اسرائیل کے تین گروہوں کا ذکر تھا، ایک وہ جو گستاخ ہو گیا، ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے لگا دوسرا وہ جو انہیں روکتا تھا کہ خدا نے ایسا کرنے سے روکا ہے تم رک جاؤ تیسرا وہ جو خاموش رہا۔ اس آیہ پاک میں پہلے دونوں گروہوں کا ذکر ہے جو بچے رہے ان کی نجات کا ذکر فرمایا گیا ہے، شکاری مجرمین کو عذاب میں مبتلا کیا گیا، انہیں واعظ لوگ نصیحت کرتے رہے مگر یہ اپنی بدعملی پر اڑے رہے تو ہم نے نصیحت کرنے والوں کو اور خاموش رہنے والوں کو تو عذاب سے محفوظ رکھا اور شکاری گروہ نصیحت کرنے والوں سے بھی اُلجھتا اور مذاق اڑاتا تھا اور اپنے جرم کو اچھا سمجھتا تھا ہم نے اس گروہ کو بندر بنا دیا۔ ہفتہ کے دن ان کے شکار کرنے کی تفصیل اس طرح ملتی ہے ہفتے کو مچھلی کو پکڑ لیا منہ میں دھاگا باندھ دیا اور پھر دریا میں چھوڑ دیا اگلے دن یہی دھاگا جو ایک کیل سے باندھ دیا گیا تھا اسی سے کھینچ کر شکار کرتے اور کھاتے کئی دن اس طرح کرتے رہے، عذاب نہ آیا تو سمجھے کہ ایسا کرنے سے عذاب نہیں ہے تو مزید دلیر ہو گئے پھر دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا کہ دریا کے قریب حوض بنا لیے اور دریا سے نالیوں کے ذریعہ پانی حوضوں تک پہنچایا ، مچھلیاں ہفتہ کے دن ان نالیوں کے ذریعہ حوضوں میں پہنچ جاتیں یہ لوگ اگلے دن اتوار کو شکار کر لیتے اور

اس طرح کھانے اور روزی کمانے کا ذریعہ بنالیا ان نافرمانوں کی تعداد ستر ہزار کے قریب تھی۔ایک دن ایسا ہوا وہ لوگ جو اُن سے الگ تھلگ رہتے تھے انہوں نے محسوس کیا آج ان لوگوں میں سے کوئی باہر نہیں آیا جب انہوں نے دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو مجرم سبھی بندر بنے ہوئے تھے۔(روح البیان) اور پھر یہ سارے کے سارے تین دن بعد مر گئے ان کی نسل میں کوئی نہ رہا، موجودہ بندر ان کی نسل سے نہیں۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ خدا کے حکموں کی نافرمانی ہلاکت اور بربادی کا سبب بنتی ہے، اچھے لوگوں کی نصیحتوں پر عمل نہ کرنا شومیٔ قسمت ہے۔بنی اسرائیل بندر بنا دیئے گئے حضور ﷺ کی عظمت پر قربان جائیں بعض گستاخ لوگ طرح طرح کے بدترین جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں مگر حضور کی رحمت کا صدقہ ہے کہ ان کی شکلیں نہیں بدلتیں۔حضور ﷺ کی اس رحمت کا ذکر قرآن مقدس میں اس طرح ملتا ہے۔''ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم ''اللہ ایسا نہیں فرماتے کہ تو ان میں ہو اور انہیں عذاب دے، حضور ﷺ قیامت تک ہم میں ہیں لہٰذا قیامت تک شکلیں بدلنے کا عذاب نہیں دیا جائے گا۔خدا کے حکم کو بگاڑ کر اس کی شکل بدل کر فائدہ اٹھانا بنی اسرائیل کی بدعملی تھی، اس سے بچا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ صدق اللہ العظیم

اور جب تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ ضرور قیامت کے دن تک ان پر (عذاب) بھیجتا رہوں گا جو انہیں بُری مار چکھائے گا بے شک تمہارا رب جلد عذاب والا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے(۱۶۷)

تفسیر

اِس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کے ذریعہ سے آپ کے زمانہ کے یہود سے خطاب ہے محبوب سب لوگوں سے

بتا دیں کہ بنی اسرائیل کے دکھوں مصائب عذاب کا سلسلہ اُن کی شکلیں مسخ ہونے پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ یہ لوگ چونکہ عادی مجرم ہیں اس لئے روز قیامت تک اُن پر ظالم حکمران مسلط ہوتے رہیں گے جو انہیں مختلف مشکلات و مصائب میں مبتلا رکھیں گے ان تکالیف میں ان کا غلام بنانا بھی ہے انہیں قید و بند میں رکھنا بھی ہے ان پر جزیہ مقرر کرنا بھی ہے چنانچہ ان پر بخت نصر جیسے حکمران مسلط ہوئے جنہوں نے شدید سزاؤں میں مبتلا رکھا، ان کی مصائب و مشکلات کا یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا پھر صرف یہی مشکلات نہیں حشر، نشر، قبر کا عذاب مزید ہو گا ہاں اگر یہ توبہ کر لیں تو ہم معاف کر دیں گے ہم ان پر اپنے فضل کی بارش کر دیں گے آیہ کریمہ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ ظالم حکمران رعایا پر اللہ کا عذاب ہے ایسے شخص کی حکمرانی رعایا کی بدعملی کا نتیجہ ہوتا ہے، جس ملک میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں ہمیں بھی سوچنا ہو گا کہ نااہل حکمرانوں کا تسلط ہماری بدعملی کا نتیجہ ہے۔ کہتے ہیں کسی شخص نے حجاج بن یوسف سے کہا تو عمر فاروق بن جا، اس نے جواب دیا تم ابوذر غفاری بن جاؤ میں عمر فاروق بن جاؤں گا۔ بارگاہ قدس کے مجرم ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں رہتے ہیں، اللہ پناہ دے۔ ہاں جب مجرم توبہ کر لیتے ہیں معافی مانگ لیتے ہیں تو اللہ غفور رحیم ہے ستار ہے رحمتوں کی بارش نازل فرما دیتا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود پر قیامت تک رسوائی ذلت مسلط کر دی وہ گروہ در گروہ بٹ جائیں گے رسوا رہیں گے انہیں یونانیوں نے غلام بنایا، پھر کلدانیوں نے محکوم بنایا پھر روم کے نصاریٰ نے انہیں غلام بنایا پھر مسلمانوں نے ان سے جزیہ لیا تاریخ شاہد ہے جرمنی میں ہٹلر نے قتل عام کیا ملک بدر کیا۔ اِن دنوں یہود فلسطین پر قبضہ کر کے حکمرانی کر رہے ہیں جو ان کی اپنی ذاتی محنت کاوش نہیں بلکہ آج اسرائیل کا وجود امریکہ برطانیہ کا رہین منت ہے ان دنوں اسرائیل ان ظالم ملکوں کی فوجی چھاؤنی ہے آج ہی اگر برطانیہ امریکہ کا ہاتھ ان سے اُٹھ جائے تو حسب سابق محکومی، غلامی کی زندگی گزاریں گے ان کے اس انداز میں حکومت کرنے کا ذکر قرآن مقدس نے واضح الفاظ میں اس طرح سورۂ آل عمران میں

فرمایا ہے ان پر ذلت لازم کی گئی مگر کبھی اللہ کی رسی اور کبھی لوگوں کی رسی سے انہیں سہارا مل جائے آج انہیں برطانیہ امریکہ کی رسی کا سہارا ملا ہوا ہے۔ بہت جلد وہ وقت آئے گا ان کا یہ سہارا بھی رسواء ہوگا اور پھر ذلت کی زندگی گزاریں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾

اور اُنہیں ہم نے زمین میں کئی گروہ کر دیا اُن میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ اس کے سوا (غیر نیک) اور ہم نے انہیں بھلائیوں اور برائیوں سے آزمایا کہ وہ رجوع کریں (۱۶۸)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

بنی اسرائیل کی مسلسل بدکرداریوں، بداعمالیوں، سرکشیوں کے سبب انہیں زمین میں بکھیر دیا یکجا نہیں رکھا ایسا کرنے میں حکمت یہ تھی کہ یہ لوگ اکٹھے ہو کر بڑی قوت بن کر حق کو نقصان نہ پہنچائیں۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب تمام بنی اسرائیلیوں کا ایک حال نہیں کچھ اچھے ہیں اور کچھ بُرے کافر ہیں سرکش ہیں۔ اے محبوب! ہم نے ان کا ہر طرح امتحان لیا کبھی رزق کی فراوانی کر کے، کبھی رزق کی تنگی کر کے کبھی صحت دے کر کبھی بیماری میں مبتلا کر کے تا کہ یہ لوگ اللہ کی طرف رجوع کریں اور ہمارا قرب اختیار کریں۔

آیہ کریمہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ قوم کا اتفاق بہت بڑی نعمت ہے اور قوم میں اختلاف عذاب الٰہی ہے آج افغانستان سوات میں مسلمانوں کے اندر دو گروہ ہو چکے ہیں جو رسوائی کا باعث بن رہے ہیں۔ آیہ مبارکہ میں کچھ بنی اسرائیل کے اچھے ہونے کا بھی ذکر ہے چنانچہ وہ لوگ حضور ﷺ پر ایمان لائے، یہ یاد رہے آج یہود و نصاریٰ میں یہ صورت نہیں ہو سکتی کہ کچھ اچھے نیک ایماندار ہوں اور کچھ بُرے۔ اب تو تمام یہود تمام نصاریٰ بُرے ہی ہیں اچھے اسی وقت ہوں گے جب حضور ﷺ پر ایمان لائیں گے اور

اسلام میں داخل ہوں گے اچھے اور نیک ثابت ہونے کیلئے اسلام کے اندر داخل ہونا ضروری ہے۔قرآن مقدس نے فرمایا ''ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه ''جس نے اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا وہ مسترد ہے مردود ہے قبول نہیں۔آیہ مبارکہ میں یہود کے امتحان کا ذکر فرمایا گیا ہے انہیں اچھی حالت میں رکھ کر بھی امتحان لیا، مال و دولت عیش وعشرت سے نوازا اور بُرے حالات میں رکھ کر بھی آزمایا، ذلت ورسوائی مالی کمی، بیماری قحط سالی یہ دونوں صورتیں اس لئے کہ رجوع کریں، تائب ہوں مگر قوم یہود ان دونوں امتحانوں میں فیل ہوگئی جب ان پر رحمت کے دروازے کھولے گئے تو کہنے لگے اللہ فقیر ہے ہم غنی ہیں اور جب ناداری افلاس دیا گیا تو کہنے لگے ''يد الله مغلولة '' اللہ کا ہاتھ تنگ ہوگیا (معاذ اللہ)

وصلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه سيدنا محمد وعلىٰ آله واصحابه بعدد خلقه

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَنَا‌ ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ‌ ؕ اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ مِّيۡثَاقُ الۡكِتٰبِ اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ‌ ؕ وَالدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّـلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ‌ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾

صدق الله العظيم

پھر ان کے بعد ایسے نااہل لوگ ان کے جانشین ہوئے جو تورات کے وارث ہو کر اس دنیا فانی کا سامان لیتے ہیں اور کہتے ہیں عنقریب ہماری بخشش کر دی جائے گی اور اگر ان کے پاس اور سامان آجائے تو وہ اُسے بھی لے لیں گے کیا اُن سے یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حق کے بغیر کوئی بات نہ کہیں گے اور انہوں نے تورات میں لکھا گیا سب کچھ پڑھ لیا تھا اور آخرت کا گھر اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے بہتر ہے کیا تم بات سمجھتے نہیں (۱۶۹)

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ اُن یہودیوں کی بدعملی کا ذکر تھا جنہوں نے شکار کرنے کے سلسلہ میں حکم خداوندی کو مسترد کیا اور باغی ہوگئے اس آیہ کریمہ میں یہود کے اس گروہ کی تردید ہے جو تورات کے احکام کو لوگوں کو دھوکہ دینے مال اکٹھا کرنے کا سبب بناتے تھے۔آیہ مبارکہ کا معنی یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کے اچھے لوگوں کے جانشین برے لوگ ہوگئے، اُن بُرے لوگوں نے تورات کے احکام کو پس پشت ڈالا، آخرت کی قطعی پرواہ نہ کی حلال وحرام کا امتیاز نہ رکھا تورات کے احکام بدل کر رقوم حاصل کرتے حضورﷺ کی صفات کو بدل دیتے تورات کے احکام بدل لینے میں کوئی قباحت نہ جانتے۔ان بداعمالیوں کے باوجود یہ عقیدہ رکھتے کہ انہیں قیامت کے دن بخش دیا جائے گا ان پر کسی قسم کی گرفت نہیں ہوگی کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں ان کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کیا ان سے عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ خدائے قدوس کے بارہ میں حق کے بغیر کوئی بات نہیں کہیں گے مگر انہوں نے عہد توڑ دیا ان سے یہ عہد بھی لیا گیا تھا کہ دوسروں کا مال باطل طریقہ سے حاصل کرنا کھانا حرام ہے اللہ پر جھوٹ بولنا حرام ہے اس کے باوجود وہ عہد کی خلاف ورزی کرتے رہے کیا انہیں یہ پتہ نہیں کہ آخرت کی نعمتیں بہت بڑی دولت ہے اللہ کا انعام ہے اور وہ نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں پھر چاہئے تھا کہ وہ اللہ سے ڈرتے اور اپنے جرائم سے باز آتے وہ عقل کیوں نہیں کرتے؟

اس آیہ کریمہ میں بدکردار، ناخلف، نااہل اسرائیلیوں کے گناہوں کا ذکر ہے رشوت لے کر احکام بدل دینا جرموں کو جان بوجھ کر دیدہ دلیری سے کرتے رہنا، پھر ڈھیٹ بن کر دعویٰ کرنا وہ بخشے جائیں گے وہ لوگ صرف اپنی چودھراہٹ بچانے کیلئے یہ سارے ڈھنگ طریقے استعمال کرتے تھے۔آیہ کے آخر میں انہیں بتایا گیا ہے کہ تم عقل کیوں نہیں کرتے سوچو اور آخرت کی طرف توجہ دو۔آیہ مبارکہ میں اس کی تردید ہو رہی ہے کہ بزرگوں کی اولاد ہو کر گناہ پر فخر کرنا، یہ طریق کار نااہل یہود کا تھا جس سے بچا جائے اور باپ دادوں کی عزت کا پاس کیا جائے۔

آیہ مبارکہ میں عہد توڑنے کی مذمت کی گئی ہے اس سے بھی بچا جائے عہد توڑنے پر سخت سزا ہوگی وعدہ کی پابندی اُسے نبھانا نیک لوگوں کا کام ہے۔ آیہ مبارکہ کے شروع میں لفظ ''خَــــلَفٌ'' آیا، بُرے جانشین کو ''خَلْفٌ'' کہتے ہیں اور اچھے جانشین کو ''خَلَفٌ''۔ والدین کی اولاد کو چاہئے وہ ''خَلَفٌ'' ثابت ہوں ''خَلْفٌ'' نہ ہوں۔ ''خَلف'' کے لام پر زبر ہے تو معنی ہوگا نیک اولاد، لام پر جزم ہے تو معنی ہوگا بُری اولاد۔ حضور ﷺ کی امت کے علماء و مشائخ صوفیاء کیلئے یہ زبردست نصیحت ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے بُرے کارناموں سے بچیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَالَّذِیْنَ یُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

صدق اللہ العظیم

جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں (تو) ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے (۱۷۰) اور جب ہم نے ان پر پہاڑ کو اس طرح اٹھایا تھا کہ وہ ان پر سائبان (کی طرح ہے) اور انہوں نے یہ گمان کرلیا کہ وہ (پہاڑ) ان پر گرنے والا ہے (ہم نے کہا) جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے مضبوطی سے پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے یاد رکھو کہ تم متقی ہوجاؤ (۱۷۱)

تفسیر

یہ آیہ کریمہ یہود کے اس گروہ کے حق میں نازل ہوئی جو تورات کو بگاڑنے سے بچے رہے اور سرکش باغی طبقہ سے علیحدگی رکھی تورات پر صحیح معنی میں ایمان رکھا، تورات میں جو حضور ﷺ کی صفات مبارکہ تھیں انہیں تسلیم کیا اور حضور جلوہ گر ہوئے تو وہ آپ پر ایمان بھی لے آئے جیسے عبداللہ بن سلام اور آپ کے ساتھی

یہ لوگ تورات پر مکمل ایمان لائے نماز جواُن کے دین میں تھی ادا کرتے رہے۔تورات کے بتائے ہوئے اُصولوں پرکار بندر ہے فرمایا گیا ہم ایسے لوگوں کوثواب دیں گےان کا ثواب ضائع نہیں ہوگا۔

اس آیہ مبارکہ میں یہود کے ایک اور گروہ کا بھی ذکر فرمادیا گیا جب موسیٰ علیہ السلام تورات لائے تو انہوں نے کہا"سمعنا و عصینا "ہم نے سن تو لیا مگر عمل نہیں کریں گے تب ہم نے ان پر طور پہاڑ کو سائبان کی طرح اٹھایا اب انہیں یقین ہو گیا یہ پہاڑ ہم پر گرا ہی گرا، پھر ہم نے ان سے کہا جو کچھ تمہیں احکام دئے گئے ہیں ان پر عمل کرو انہیں مضبوطی سے پکڑو کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔تفسیر میں اسی مقام پر ان یہود کا ایک انداز اس طرح درج ہے انہوں نے پہاڑ گرنے کے ڈر سے سجدہ تو کیا مگر پیشانی پر نہیں رخسار کے ساتھ اور ایک آنکھ سے اوپر دیکھتے رہے کہیں گر تو نہیں رہا، یہود کا سجدہ اب بھی رخسار پر ہی ہے کہ اسی سجدہ نے انہیں بچایا تھا۔

یہود و نصاریٰ کا اب یہ کہنا کہ قرآن پاک کہتا ہے کہ وہ تورات و انجیل پر مضبوطی سے ہیں صحیح نہیں یہ اس وقت حکم تھا جب یہ کتابیں منسوخ نہیں ہوئی تھیں جب قرآن مقدس نازل ہو گیا اور وہ کتابیں منسوخ ہو گئیں تو یہ سوال بھی ختم ہو گیا۔آیہ مبارکہ میں کتاب کو مضبوطی سے پکڑنے کے بعد نماز قائم کرنے کا حکم ملتا ہے جس سے دین میں نماز کی اہمیت کا بھی پتہ چلتا ہے، یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نماز ایک اہم ضابطہ ہے جو پہلی قوموں میں بھی رہا۔نماز کی پابندی احکام الٰہیہ کی پابندی کی خاص نشانی بھی ہے نماز کی پابندی سے دوسرے احکام کی پابندی آسان ہو جاتی ہے۔اسلام میں نماز کی اہمیت کو بہت واضح کیا گیا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں نماز دین کا ستون ہے اسی پر تعمیر کھڑی ہوئی ہے جس نے اسے قائم کیا دین کو قائم کر لیا اور جس نے اسے گرادیا پورے دین کو گرادیا۔آیہ مبارکہ میں یہود کے سروں پر طُور کھڑا کرنے کا ذکر ہے اس کی تفصیل یہ ہے موسیٰ علیہ السلام کو جب تورات عطا ہوئی اور آپ نے قوم سے یہ بات بتائی تورات دکھائی تو اس کے احکام ان کے مزاج کے خلاف تھے تو انکار کرنے لگے اس وقت جبریل کو حکم دیا گیا پہاڑ کو ان کے سروں پر لا کھڑا

کر وموت کو دیکھ کر سجدہ میں گر گئے پابندی کا عہد کیا مگر پھر بھی مخالفت ہی کرتے رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْؕ قَالُوْا بَلٰىۚۛ شَهِدْنَاۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ (۱۷۲)

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب ! یاد کرو) جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود اُن پر گواہ کیا (اور کہا) کیا میں تمہارا رب نہیں سب نے کہا کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو ہمیں اس کی خبر نہ تھی (۱۷۲)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں بنی اسرائیل کے اس گروہ کا ذکر تھا جنہوں نے کتاب الٰہی کو مضبوطی سے تھاما، نماز قائم کی انہیں لوگوں کا پھر ذکر فرمایا جارہا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میثاق کا عہد پورا کیا اور پھر زندگی میں اُسی عہد پر پکے رہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے تین عہد لئے تھے ایک عہد یہ تھا، کیا میں تمہارا رب نہیں؟ یہ عہد تمام انسانوں سے لیا گیا تھا، ایک عہد انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا کہ حضور ﷺ پر ایمان لائیں اس عہد کا ذکر قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا" **واذا اخذ اللہ میثاق النبیین** " جب اللہ نے انبیاء علیہم السلام سے پکا عہد لیا، تیسرا عہد ایک اور تھا جو بنی اسرائیل کے علماء سے لیا گیا تھا کہ کتاب اللہ کو چھپاؤ گے نہیں اور اُسے صحیح طریقہ میں لوگوں تک پہنچاؤ گے۔ اس عہد کا ذکر قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے " **لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ** " کتاب کو کھول کھول کر لوگوں کو بیان کروگے اور اُسے چھپاؤ گے نہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں پہلے عہد کا ذکر ہے حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب! اُس واقعہ کو بیان کرو جب اللہ تعالیٰ نے عرفات پہاڑ کے پیچھے میدان نعمان میں آدم علیہ السلام کی پشت پر دست قدرت پھیرا اور ان سے ان کی اولاد نکالی، قیامت تک ہونے والی اولاد ظاہر کی یہ سب چیونٹیوں کی شکل میں تھے پھر ان پر اپنی تجلی

ڈالی اور فرمایا بتاؤ کیا میں تمہارا رب نہیں سبھی نے کہا ہاں یا اللہ! تو ہمارا رب ہے بارگاہ قدس سے حکم ہوا ہم نے یہ عہد تم سے اس لئے لیا ہے کہ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو ہمیں تیرے رب ہونے کا پتہ نہ تھا معاف کر دے، جنہیں یہ عہد یاد رہا دین پر ثابت قدم رہے جو بھول گئے بھٹک گئے ۔سیدنا علی المرتضیٰ فرماتے ہیں مجھے وہ عہد و پیان سارا یاد ہے، سہیل تستری فرماتے ہیں میں نے اسی دن سے اپنے عقید تمندوں کو پہچان لیا ذوالنون مصری فرماتے ہیں مجھے وہ عہد اب بھی کانوں میں گونجتا سنائی دے رہا ہے، اس عہد سننے کے مقام میں روایات مختلف ملتی ہیں ایک یہ ہے کہ سرزمین ہند میں لیا گیا ایک روایت اس طرح ہے جب آدم علیہ السلام کو جنت سے اُتارا گیا تو لیا گیا۔ان سب میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت مضبوط ہے کہ یہ عہد عرفہ کے دن وادی نعمان میں لیا گیا ۔امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ اس میثاق کے عنوان کو اس طرح بیان کرتے ہیں ہوسکتا ہے کہ یہ عہد دو مرتبہ لیا گیا ہو ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکال کر اور دوسری باری ان کی اولاد کی پشت سے نکال کر۔

حدیث شریف میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالنے کا ذکر ہے ۔اس آیہ مبارکہ میں بھی آدم علیہ السلام کا ہی ذکر ہے اسی عہد کا نام ''عہد ازل'' بھی ہے اور ''عہد الست'' بھی ۔ پہلی مرتبہ جب آدم پر دست قدرت پھرا تو جتنے انسان جنت میں جانے والے تھے ظاہر ہو گئے دوسری مرتبہ پھرا تو جتنے جہنم میں جانے والے تھے پیدا ہو گئے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ جب پہلے ہی جنتی جہنمی ہو گئے تو پھر عمل کرنے کا مقصد کیا ہے؟ فرمایا جنتیوں کیلئے جنت کے عمل آسان کر دیئے گئے اور جہنمیوں کیلئے جہنم کے عمل آسان ہو گئے ۔امام احمد فرماتے ہیں پہلی مرتبہ جو پشت آدم سے ظاہر ہوئے وہ سفید رنگ کے تھے سب جنتی تھے دوسری مرتبہ جو ظاہر ہوئے سیاہ رنگ کے تھے سب جہنمی تھے اگرچہ اس عہد الست کو کئی صدیاں گذر گئیں مگر پھر بھی یہ عہد انسانی رگوں میں کسی نہ کسی طرح موجود ہے ہاں اس ساز کو کوئی چھیڑنے والا ہو تو ساز شاندار انداز میں ابھر جاتا ہے اور حقیقت کی راہ پر گامزن کر دیتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

أَوْ تَقُولُوٓا۟ إِنَّمَآ أَشْرَكَ ءَابَآؤُنَا مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنۢ بَعْدِهِمْ ۖ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ ٱلْمُبْطِلُونَ ﴿١٧٣﴾ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٧٤﴾

صدق اللہ العظیم

یا تم یہ (نہ) کہہ سکو کہ شرک تو ہمارے آباؤ اجداد نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد ہیں کیا تو ہمیں باطل پرستوں کے فعل کی وجہ سے ہلاک کر دے گا؟ (۱۷۳) اور ہم اسی طرح تفصیل سے آیتیں بیان کرتے ہیں تا کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں (۱۷۴)

تفسیر

اے لوگو! میثاق کے دن عہد و پیمان تم سے اس لئے لیے گئے تھے کہ تم قیامت کے دن حساب و کتاب کے وقت یہ نہ کہہ سکو کہ مولیٰ! ہم تو توحید و اطاعت سے بے خبر تھے اگر پتہ ہوتا تو شرک نہ کرتے اور پکے مومن ہوتے یا یہ نہ کہہ سکو کہ اے اللہ! کفر و شرک تو ہمارے باپ دادوں نے کیا ہم تو ان کی اولاد میں ہیں کیا پتہ ہم ان کے بعد دنیا میں آئے ہیں ماحول گندا ملا ہم پھنس گئے یا اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جرم کسی کا ہو اور سزا کسی کو ملے تُو تو رحیم ہے کریم ہے۔ جس طرح ہم نے میثاق کا واقعہ صاف صاف بیان کر دیا ہے ایسے ہی تمام معاملات کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں تا کہ تم غور و فکر کرو اور برائی سے بچ سکو اور حق کی طرف رجوع کرو کسی کے جرم کی سزا تمہیں نہیں دی گئی بلکہ خود تمہاری غفلت کی سزا ہے اس لئے کہ اس اقرار ازلی نے انسان میں ایک ایسا بیج ڈال دیا تھا اگر ذرا بھی غور سے کام لیتا تو یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ ہاتھوں سے بنائے گئے بت گھڑے گئے پتھر کے خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ عہد و میثاق کا اثر رہتا ہے کوئی سمجھے یا نہ سمجھے۔

ہم بچے کے کان میں اذان دیتے ہیں اسے کوئی پتہ نہیں کیا کہا گیا ہے کیا پڑھا گیا ہے مگر یہ اذان کا بیج دل میں ایسا مضبوط ہوتا ہے بچہ بڑا ہو کر بد عمل ہی کیوں نہ ہو دین سے دور ہی کیوں نہ ہو مگر پھر بھی وہ مسلمان کہلانا ہی پسند کرتا ہے اگر اسے کافر کہیں تو بگڑ جائے گا کہ وہ پیدائش کے وقت کان میں دی گئی اذان کا بیج

آج تک اثر انداز ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

(اے محبوب) انہیں اس کا حال بتاؤ جسے ہم نے آیتیں دیں تو اس سے صاف نکل گیا شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں سے ہوگیا (۱۷۵)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں کفار کی بدعہدیوں کا ذکر تھا کہ انہوں نے عہد میثاق کو توڑا اس آیہ مبارکہ میں انہیں میں سے ایک خاص بندے کا ذکر ہے جس نے رب کے وعدوں کو توڑا، یہ بندہ بلعم بن باعور تھا جس کی بدعہدی، بدعملی کا خاص کر کے ذکر فرمایا گیا ہے یہ شخص بنی اسرائیل میں ایک بڑا صوفی تھا اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتا تھا لوگ دعاؤں کیلئے آتے یہ دعا کرتا دعا قبول ہوتی اس کے درس میں ہزاروں طلبہ ہوتے تھے۔ تفسیر صاوی نے اس کی تفصیل لکھی ہے کہ بہت عروج پر تھا سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب جبارین پر حملہ کرنے کیلئے آئے تو جبارین اکٹھے ہو کر اس کے پاس آئے اور کہا تو اس علاقہ کا بلند مرتبہ شخص ہے موسیٰ علیہ السلام تیز طبع آدمی ہیں اگر انہوں نے جبارین کو فتح کر لیا تو تیری خیر نہیں تو ان کیلئے بددُعا کر، وہ اس علاقہ میں نہ آئیں بلعم نے کہا موسیٰ اللہ کا نبی ہے اس پر میری بددعا اثر نہیں کرے گی میری بربادی ہو جائے گی یہ لوگ بلعم کی بیوی کے پاس گئے کہ اس کے ذریعہ بلعم کو بددعا پر مجبور کریں بلعم کی بیوی جبارین سے خاندانی طور پر وابستہ تھی بیوی نے مجبور کیا بلعم نے کہا میں استخارہ کروں گا اجازت ہوگی تو دعا کرونگا ورنہ نہیں۔ اس نے استخارہ کیا بلعم کو استخارہ میں روک دیا گیا قوم نے پھر دوبارہ استخارہ کرنے کا کہا اس مرتبہ بھی جواب نہ میں ملا قوم نے مجبور کیا اب بددعا کرو یہ بلعم اب گدھی پر سوار ہوا اور قوم کے ساتھ بددعا کرنے نکلا۔ بنی اسرائیل کیلئے بددعا کرنے لگا مگر قدرت کو منظور ایسا ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی بجائے اس کے منہ سے اس کی اپنی قوم

کا نام نکلتا، لوگوں نے کہا بلعم یہ کیا کر رہے ہو وہ بولا میں مجبور ہوں میری زبان بس میں نہیں اس وقت اس کی زبان سینے پر لٹک آئی اور وہ کتے کی طرح ہانپتا تھا پھر لوگوں سے کہا میرے دین و دنیا برباد ہوگئے اب بنی اسرائیل کو برباد کرنے کی ایک ہی صورت ہے تم خوبصورت لڑکیاں بنا سجا کر موسیٰ کے لشکر میں بھیج دو جب وہ ان سے زنا کریں گے تو برباد ہو جائیں گے چنانچہ قوم نے ایسا ہی کیا، ''کستی بنت صور'' ایک لڑکی گئی جس سے زنا کیا گیا اس پر تمام اسرائیلیوں پر طاعون کا مرض پھیل گیا ستر ہزار اسرائیلی مر گئے قوم میں ایک شخص فنحاص تھا جس نے اس زانی مرد، زانیہ عورت کو ہلاک کر دیا تو ان پر طاعون ختم ہوا۔

یہ ہے واقعہ بلعم کا اسے تفصیل سے دیکھنا ہو تو روح المعانی، تفسیر خازن، تفسیر صاوی میں دیکھ لیا جائے اب یہ بلعم اسم اعظم بھول گیا ایمان اس کے سینہ سے نکل گیا۔ آیہ کریمہ سے پتہ چلتا ہے نبی کی دشمنی برباد کر دیتی ہے بلعم عابد تھا زاہد تھا مگر موسیٰ علیہ السلام کی دشمنی نے اسے برباد کر دیا اس پر شیطان مسلط ہو گیا اس سے سبق سیکھنا چاہئے، شیطان کے مکر و فریب سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔

بلعم کے اس واقعہ سے کئی سبق ملتے ہیں کسی کو اپنے زہد و تقویٰ علم پرہیز گاری پر ناز نہیں کرنا چاہئے حالات بدلتے دیر نہیں لگتی جیسے بلعم کا حال ہو گیا۔ یہ بھی سبق ملتا ہے اہل و عیال مال کی محبت کبھی دین کی خرابی کا باعث بھی بن جاتی ہے جیسے بلعم کیلئے بن گئی ایک سبق یہ بھی ملتا ہے گمراہ لوگوں کے نذرانے تحائف سے بھی بچا جائے بلعم قوم جبارین کے تحائف لینے کا شکار ہو گیا اور برباد ہوا۔ ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کے بے حیائی حرام کاری پوری قوم کی بربادی کا سبب بنتی ہے جیسے یہاں ایک لڑکے اور لڑکی کے زنا سے پوری قوم پر طاعون پھیل گیا۔ ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ شیطان کے مکر و فریب سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہئے اس کے دفاع کیلئے توبہ استغفار کا وظیفہ جاری رکھا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾

صدق اللہ العظیم

اگر ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اُسے اٹھالیتے مگر وہ تو زمین میں گڑھ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے یہ حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تم (انہیں) نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ غور کریں (۱۷۶)

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں بلعم کی گمراہی کا ذکر تھا کہ وہ بہک گیا سیدھی راہ سے بھٹک گیا اس آیہ پاک میں اس کے گمراہ ہونے کی وجہ بیان فرمائی جارہی ہے کہ اس کی گمراہی کا سبب اس کی نفسانی خواہشات بنیں۔
آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے اگر ہم بلعم پر رحم کرنا چاہتے تو ان آیات کے ذریعہ سے اُسے اونچا کردیتے مگر وہ تو اونچا ہو کر دنیا کی طرف جھک گیا ذلت و رسوائی کی زمین میں گڑ گیا موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بددعا کرنے کیلئے لوگوں نے جو اُسے تحائف دیئے اس کی بیوی نے جو قوم کی حمایت میں بددعا کرنے کیلئے ضد کی بلعم نے ان وجوہ کے پیش نظر بددعا کردی اب اس کا انجام یہ ہوا کہ اس کی حالت کُتے کی سی ہوگئی اُسے مارو تو بھی وہ زبان نکالتا ہے کچھ کھلاؤ تو بھی زبان نکالتا ہے بلعم کی زبان بھی باہر نکل پڑی وہ بھی کتے کی طرح ہانپتا رہا۔
آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا یہ حالت صرف بلعم کی نہیں بلکہ جو بھی ہماری آیات کو جھٹلائے گا اس کی حالت بھی یہی ہوگی۔ آیہ مبارکہ سے یہ امر واضح ہو رہا ہے کسی کے دل میں نبی کی مخالفت ہو، عداوت ہو تو نماز روزہ تلاوت اُسے مفید ثابت نہیں ہوں گے دیکھئے بلعم کے دل میں موسیٰ علیہ السلام کی عداوت پیدا ہوئی

تو مار کھا گیا اعمال برباد ہو گئے کتے کی طرح ہانپنے لگا۔

آیہ مبارکہ میں بلعم کی گمراہی کا سبب فرمایا گیا "ولکنـہ اخلد الی الارض "لیکن وہ زمین کی طرف مائل ہو گیا چونکہ دنیا کی ساری چیزیں زمین سے ہی نکلتی ہیں سونا چاندی مال و دولت ہیرے جواہرات سبھی کسی نہ کسی طرح زمین سے ہی تعلق رکھتے ہیں، جائیداد باغ بھی زمین سے ہی وابستہ ہیں یہاں ارض فرما کر دنیا مراد لی گئی ہے یہ بھی پتہ چلا جو شخص آیات کا احترام نہ کرے ایسا علم اس کیلئے وبال بن جاتا ہے جیسے بلعم کیلئے بن گیا۔

وصلی الله تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

سَآءَ مَثَلًا ۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

صدق الله العظیم

کیا بُری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے تھے (۱۷۷) جسے اللہ ہدایت دے دے وہی ہدایت والا ہے اور جسے گمراہ کر دے وہی نقصان میں ہے (۱۷۸)

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں بلعم کی گمراہی حق سے بھٹکنے کی بات تھی اب فرمایا جارہا ہے کوئی شخص اپنے علم یا کمالات سے نہیں بچ سکتا یہ تو اللہ کا کرم ہے جسے چاہے ہدایت دیدے ہدایت اللہ کی خاص عطا ہے اُسے ہی ملتی ہے جس پر اس کا فضل ہو۔

اس آیہ کریمہ میں انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے والوں اُن کے معجزات کا انکار کرنے والوں کا حال فرمایا جارہا ہے کہ ایسے لوگ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے ہیں اور خدا کے عذاب کے دائمی مستحق ہو جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو آشکار کیا گیا ہے کہ ہدایت کسی کے بس کی بات نہیں نہ ہی کسی کا علم فضل اس کا باعث بن سکتا

ہے یہ صرف اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمادے جس پر چاہے کرم کردے ہدایت پر رہے گا جسے اس کی حرکتوں کی وجہ سے بہکادے وہ نقصان میں رہے گا۔اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے یہود کے سردار بلعم بن باعورا کی برائی ہلاکت اور گمراہی کا ذکر فرمایا ہے جولوگ بُرا کرتے ہیں وہ خود ہی اپنی جانوں کو مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں، ہدایت اور گمراہی کے اس عنوان کو قرآن مقدس نے کئی مقامات پر ارشاد فرمایا ہے کہ ہدایت گمراہی خیر شر اچھے برے کا خالق صرف اللہ ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے سامنے اچھے برے صحیح غلط دونوں راستے واضح کردیئے اور انسان کو ایک خاص قسم کا اختیار دے دیا ہے اگر وہ اختیار کو اچھے راستہ پر خرچ کرتا ہے تو جنت کا حقدار بن جاتا ہے اور اگر اختیار کو غلط راہ پر استعمال کرتا ہے تو جہنم کا حق دار بن جاتا ہے۔

آیہ مبارکہ میں ایک خاص اشارہ دکھائی دے رہا ہے ہدایت کا ذکر کرتے واحد کا صیغہ استعمال فرمایا گیا ''من یھدی اللہ '' جسے اللہ ہدایت دے اور گمراہوں کا ذکر کرتے صیغہ جمع کا فرمایا گیا ''ھم الخاسرون '' کہ وہ نقصان والے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے ہدایت کا راستہ صرف ایک ہی ہے وہ دین اسلام ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کا دین رہا۔حضور ﷺ نے فرمایا ''نحن معشر الانبیاء ابونا واحد و امھاتنا .... او کما قال ﷺ '' ہم انبیاء کا گروہ ہیں ہم سب کا باپ ایک ہے (دین اسلام) ہماری مائیں مختلف (شریعتیں) اور گمراہی کے ہزاروں راستے الگ الگ ہیں اس لئے گمراہوں کو جمع کے صیغہ سے فرمایا۔

ایک اور اشارہ بھی واضح ہے کہ گمراہوں کی سزا کا ذکر ہے اور برے انجام کا ذکر ہے اُن کے خسارہ کا ذکر ہے ہدایت والے لوگوں کے متعلق صرف اتنا فرمایا گیا کہ وہ ہدایت والے ہیں معلوم ہوا ہدایت بڑی نعمت ہے جو دین و دنیا کی ساری نعمتوں رحمتوں پر حاوی ہے دنیا میں پاکیزہ زندگی آخرت میں جنت یہ سب ہدایت سے ہی وابستہ ہیں جس سے پتہ چلتا ہے ہدایت خود بہت بڑا انعام ہے اسکے بعد نعمتوں کو شمار کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾

اور ہم نے بہت سے جن انسان جہنم کیلئے پیدا کئے وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں ان کی آنکھیں تو ہیں جن سے دیکھتے نہیں ان کے کان تو ہیں جن سے سنتے نہیں یہ لوگ جانوروں کی مانند ہیں بلکہ اُن سے بڑھ کر گمراہ یہ لوگ وہ غافل بے خبر ہیں (۱۷۹)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

گزشتہ آیات میں بلعم کا واقعہ ذکر ہوا اب فرمایا جا رہا ہے ہم نے بہت سے جن اور انسان ایسے پیدا کئے ہیں جس کا انجام دوزخ ہے ان لوگوں کی حالت یہ ہے پہلوؤں میں دل تو ہیں مگر اُن دلوں سے اللہ اور اس کے رسول کی باتیں نہیں سمجھتے اسی طرح ان کے پاس کان بھی ہیں مگر حق سننے سے عاری ہیں اگر سن لیتے ہیں تو مذاق سے ختم کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی ان کے پاس آنکھیں بھی ہیں مگر اُن سے آیات الٰہیہ کو بغور دیکھتے نہیں یہ ساری خداداد طاقتیں ضائع کرتے ہیں یہ لوگ شکل وصورت میں تو انسان دکھائی دیتے ہیں مگر ان کے کام جانوروں کے سے ہیں کھانا پینا اور غافل ہو کر سو جانا بلکہ یہ لوگ تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں جانور مالک کا کھاتا ہے پیتا ہے تو اس کا کام بھی کرتا ہے ان لوگوں کی اس حالت کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے ''**صم بکم عمی فھم لا یرجعون**'' وہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ وہ کھانے پینے رہنے سہنے اور سونے جاگنے کی ضروریات کو نہیں سمجھتے یہ ظاہر تو خوب اچھی طرح جانتے ہیں مگر آخرت کے غافل و جاہل ہیں چونکہ ان کی دانائی کا سارا مصرف عام جانوروں کی طرح ہے تن بدن کی خدمت کر لی روح کے بارہ میں کچھ نہ سوچا۔

بندہ ایماندار ہو مخلص ہو اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار ہو تو وہ فرشتوں سے بھی افضل ہے، یہی بندہ

کافر ہوتو جانوروں سے بھی بدتر ہے۔قرآن مقدس نے مومنین کیلئے فرمایا ''اولئک ھم خیر البریہ'' وہ بہترین مخلوق ہیں۔کفار سے متعلق فرمایا'' اولئک ھم شر البریہ '' وہ بدترین مخلوق ہیں ایسے لوگ ظاہری کمالات اور علوم کی ترقی سے آسمانوں کی بلندیوں تک کیوں نہ پہنچ جائیں ستاروں پر کمند کیوں نہ ڈال لیں ان کا سب کچھ جسم بدن کی پرورش کیلئے ہے، روح کیلئے دائمی چین اور راحت کا سامان نہیں جانوروں سے زیادہ بُرا جانا کہ جانور اپنے مالک کی خوراک کا حق ادا کرتا ہے اور یہ بندہ کروڑوں نعمتوں کو حاصل کر کے پھر بھی اپنے خدا کا نافرمان ہے وہ جہنم کا ایندھن اس لئے بنا ہے جو اسے حق سمجھنے کی صلاحتیں دی گئی تھیں اُن سے فائدہ نہ اٹھایا اور انہیں بے کار کر دیا جانور اپنے مالک کے بلانے پر فوراً متوجہ ہوتا ہے عمل کرتا ہے مگر یہ لوگ تو قطعا بھول گئے کہ ان کا کوئی خالق و مالک بھی ہے اسی وجہ سے یہ لوگ جانوروں سے بدتر ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾

سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو انہیں ناموں سے ہی اس (اللہ) کو پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں غلط راہ اختیار کرتے ہیں قریب ہے انہیں سزا دی جائے گی (اسکی) جو کچھ وہ کرتے ہیں (۱۸۰) اور جن لوگوں کو ہم نے پیدا کیا ہے اُن میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور اُسی کے ساتھ عدل کرتا ہے (۱۸۱)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

اس سے پہلی آیہ پاک میں ایک گروہ کا ذکر فرمایا گیا جو دل تو رکھتے ہیں مگر سمجھتے نہیں، کان رکھتے ہیں مگر سنتے

نہیں آنکھیں تو رکھتے ہیں مگر حق کو دیکھتے نہیں ۔اس آیہ پاک میں فرمایا جارہا ہے ہم نے تمہیں اعضاء عطا کئے تمہیں چاہئے کہ ان اعضاء سے کام لو خدا کا قرب حاصل کرو۔سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں انہیں ناموں سے اُس کو پکارو انہیں تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ غفلت سستی لاپرواہی اچھا طریقہ نہیں جہنم سے نجات کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ کا ذکر کرو اُسے یاد کرو اہل اللہ کہتے ہیں جب کوئی اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو وہ مشکلات و مصائب میں پھنس جاتا ہے اور جب دل میں اللہ کی یاد ہوتی ہے تو وہ عذاب سے نجات پالیتا ہے تفسیر خازن میں اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ کسی صحابی نے نماز کے بعد یا اللہ یا رحمان کہہ کر اپنے رب سے دعا کی ،ابو جہل یا کسی اور کافر نے جب یہ دو نام سنے تو ساتھیوں سے کہا دیکھو ،محمد کے ساتھی دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وہ ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں ایک مانتے ہیں مگر پکارتے دو معبودوں کو ہیں ،اللہ کو اور رحمان کو۔اس کی تردید میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ اللہ کے سارے اسماء حسین ہیں ''اللہ اور رحمان'' یہ اس کے نام ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سارے نام اچھے ہیں جس سے چاہو پکارو ،اور ان ناموں کو چھوڑ دو جو ٹیڑھا چلنے والوں نے گھڑ لئے ۔ ہندؤوں ،سکھوں ،یہود و نصاریٰ نے جو نام غلط بنا لئے انہیں چھوڑ دو اللہ کیلئے غلط نام بنانے والے عنقریب دوزخ کی سزا پائیں گے یہ بھی خیال رکھو بہت سے جن انسان دوزخیوں والے کام کرتے ہیں جس کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے مگر لوگوں میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو لوگوں کو قرآن وحدیث کی راہ دکھاتی ہے اور حق کا فیصلہ کرتی ہے۔

صاحب تفسیر روح البیان نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ پڑھے اور آخر میں درود شریف پڑھ کر دعا مانگے تو اللہ کے فضل سے اُمید ہے کہ وہ بامراد ہو گا اس کی دعا قبول ہو گی۔اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے کہ اُسے اس کے حسین ناموں سے پکارا جائے علماء صوفیاء کہتے ہیں اس کے بے شمار ناموں سے کسی ایسے نام سے پکارے جو اس کی ضرورت کا اظہار کرتا ہے ،تو اللہ اس کی ضرورت کو پورا فرما دیتا ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نام ننانویں ہیں جس نے انہیں یاد کر

لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اسماء حسنٰی کے سلسلہ میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ان سے مراد اللہ کی صفات مبارکہ ہیں اللہ تعالیٰ کے مشہور اسماء حسنٰی تو ننانویں ہیں مگر ابو بکر عربی بعض صوفیاء سے نقل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام ایک ہزار ہیں، بعض نے کہا چار ہزار ہیں۔ روح المعانی میں ہے جیسے اللہ کے فضل و کرم کی کوئی حد نہیں اس کے ناموں کی بھی کوئی حد نہیں "فادعوہ بھا" (اُسے ان ناموں سے پکارو) کا ارشاد فرما کر ہدایت دی گئی ہے کہ کوئی اللہ کو پکارنے میں آزاد نہیں جو چاہے کہتا رہے، نہیں اِنہیں اسماء کی روشنی میں دعا کرے وہ الفاظ بتا دیئے کہ اُن کے ذریعہ سے بلاؤ، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے "ادعونی استجب لکم" مجھے بلاؤ میں قبول کروں گا۔ کسی شخص کو اللہ کے نام سے منسوب کرنا جائز نہیں آج کل عبدالرحمٰن کی جگہ "رحمان! بات سنو"، عبدالخالق کی جگہ "خالق! ادھر آؤ" یہ انداز یہ طریقہ جائز نہیں۔

اسماء حسنٰی کا ذکر فرما کر صوفیاء، اہل اللہ، عبادت گزار درویش لوگوں کو عبادت کا طریقہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کریں دعا کریں، درخواستیں کریں تو انہی مبارک ناموں سے ہی کریں اور گوہر مقصود حاصل کریں اُن لوگوں کی تردید کی جا رہی ہے جنہوں نے الٰہ سے "لات" بنا لیا، عزیز سے "عزیٰ" نام گھڑ لیا، منان سے "منات" بنا لیا یہ طریقہ ملحدانہ ہے حق سے دور ہے گمراہی کا راستہ ہے بچا جائے۔ آیہ کریمہ کے آخر میں ہدایت یافتہ گروہ کا ذکر فرمایا گیا وہ گروہ حضور ﷺ کی امت ہے جو حق بتاتی ہے حق پر چلتی ہے حق کا ساتھ دیتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَالَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمۡلِیۡ لَهُمۡ ؕ اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا ٜ مَا بِصَاحِبِهِمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۸۴﴾

صدق اللہ العظیم

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہم ان کو آہستہ آہستہ (تباہی کی طرف) لے جائیں گے کہ ان کو پتہ بھی نہیں چل سکے گا (۱۸۲) اور میں انہیں ڈھیل دے رہا ہوں بیشک میری خفیہ تدبیر زبردست ہے (۱۸۳) کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب پر جنون نہیں ہے وہ تو صرف واضح طور پر ڈرانے والے ہیں (۱۸۴)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں رب قدوس جل مجدہ کے اسماء حسنیٰ کا ذکر ہوا اس کی پاکیزگی کا اعلان ہے۔ اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ پر لگائے گئے الزام کی تردید ہے لوگوں نے کہا ان پر کسی جنون کا اثر ہے تو فرمایا گیا ''مابصاحبھم جنہ'' انہیں کسی قسم کا جنون دیوانگی نہیں۔ ارشاد فرمایا گیا جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہمارے محبوب کے معجزات کا انکار کیا ہم ان پر اس طرح غضب نازل فرمائیں گے اور عذاب کی طرف بہائیں گے کہ انہیں خبر ہی نہیں ہوگی دنیا میں ہم انہیں انعامات دیتے رہیں گے یہ عیش وعشرت کرتے رہیں گے اور یہ سمجھیں گے رب تعالیٰ ان پر راضی ہے اس لئے یہ انعامات دے رہا ہے ہم منکرین کو ڈھیل بھی دیں گے ان کی عمریں لمبی ہونگی تندرستی صحت سے نوازیں گے وہ جرائم میں بڑھتے جائیں گے، ہماری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے ہماری طرف سے دی گئی ڈھیل سے کوئی دھوکہ نہ کھائے، میرے محبوب کو دیوانہ مجنون کہنے والے کبھی اُن کے کمالات کا بھی تو جائزہ لیں غور کریں محبوب اُن میں عرصہ چالیس سال تک رہے پھر اعلان نبوت فرمایا، اعلان نبوت سے پہلے چالیس سالوں میں کوئی ایسا کام تو بتاؤ جو انہوں نے غلط کیا ہو لوگوں سے تعلقات کس قدر عمدہ رہے، لین دین میں کس قدر انصاف پسندی رہی، غرباء، فقراء کی مدد

میں کس قدر دلیری رہی، حق کہنے کا معاملہ کس قدر ستھرا رہا کسی پر زیادتی کرنے سے کس قدر دوری رہی وہ لوگوں کے دکھوں میں کس قدر کام آتے رہے بیماروں سے کس قدر حسن سلوک رہا کاش! یہ سرکش لوگ میرے محبوب کے کمالات کو بھی دیکھتے اگر غور کرتے تو حضور کو مجنون دیوانہ نہ کہتے۔ کفار کے دیوانہ کہنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ انہیں حشر نشر جنت دوزخ آخرت کے معاملات بتاتے جو انہیں سمجھ نہ آتے تو آپ کو دیوانہ کہتے۔ حضور ﷺ رات کو صفا پہاڑی پر چڑھ کر لوگوں کو حق کی دعوت دیتے، سچائی کی طرف بلاتے کفار نے کہا یہ بندہ تو مجنون ہے ساری ساری رات تبلیغ کرتا رہتا ہے۔ ان کی تردید میں یہ آیہ پاک اُتری میرا محبوب مجنون نہیں۔ حضور ﷺ کو مجنون کہنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نزول وحی کے وقت آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا، غشی سی طاری ہو جاتی تو کفار کہتے انہیں جنون ہے۔ اس آیہ پاک میں اس کی تردید ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

أَوَلَمْ يَنظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ وَأَنْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٥﴾ مَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ۚ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٨٦﴾

صدق اللہ العظیم

کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کی نشانیوں میں غور نہیں کیا اور ہر اُس شی میں جسے اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس میں کہ شائد ان کا مقررہ وقت قریب آچکا ہے پس اس قرآن کے بعد وہ کس چیز پر ایمان لائیں گے (۱۸۵) جس کو اللہ گمراہی پر رکھے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور اللہ انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتا ہے (۱۸۶)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں اُنہیں حضور ﷺ کی ذات والا صفات میں غور کرنے کا حکم تھا وہ لوگ جو حضور ﷺ کے کمالات معجزات کو جھٹلاتے ہیں اُن کے عذاب میں دھکیلے جانے کا ارشاد تھا کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ عذاب

میں پہنچائیں گے کہ انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔اس آیہ مبارکہ میں انہیں کائنات کے اندر غور وخوض کرنے کا حکم ہے کہ وہ زمین وآسمان کی حقیقتوں پر غور کریں ان میں اللہ کو ماننے کیلئے بے شمار دلائل موجود ہیں وہ سوچیں کہ زمین وآسمان کی کس قدر وسیع مملکت ہے جب سلطنت اتنی وسیع ہے تو اس کا مالک کیسی شان والا ہوگا انہوں نے اس پر بھی غور نہیں کیا۔ہوسکتا ہے ان کی موت قریب ہو اور یہ اسی طرح غفلت میں ہی وقت گزار رہے ہوں موت سے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہے انہیں اپنی بدعملی بدکرداری سے تائب ہونا چاہئے کیا خبر موت کس وقت آ کرا چک لے۔موت کی آمد کا وقت مقرر ہے اپنے وقت سے آگے پیچھے نہیں ہوگی پھر زمین وآسمان پر غور کرنے سے بڑھ کر یہ ہے کہ آخرالزماں رسول ﷺ جلوہ گر ہو چکے ہیں یہ لوگ اب بھی ایمان نہیں لائیں گے تو پھر کونسا دوسرا وقت ہے کہ وہ حق پر آجائیں؟ پھر اس رسول کریم ﷺ نے انہیں سمجھانے، حق پر لانے، معجزات دکھانے کا حق ادا کر دیا ہے کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ خدا پناہ! یہ نہیں کہ حضور ﷺ کی تبلیغ میں فرق ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ جسے خدا گمراہ کرنا چاہے اس کیلئے کوئی ہدایت کا راستہ نہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو یونہی چھوڑ دیتا ہے کہ وہ گمراہی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

آیہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے زمین وآسمان پر غور وخوض کرنا بھی بارگاہ قدس تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اور عبادت ہے۔آیہ مبارکہ میں موت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ کسی وقت بھی آسکتی ہے توجہ دلائی گئی ہے کہ موت کو یاد رکھا جائے موت کا تصور گناہوں کو کم کرنے کا سبب بنتا ہے۔موت کا تصور سفر آخرت کی تیاری ہے اور یہ تیاری عبادت ہے۔

آیہ مبارکہ میں مصنوعاتِ قدرت میں غور کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے آدمی ذرا بھی غور کرے تو معرفت کا نظارہ ہونے لگتا ہے ذرا غور وفکر سے مطالعہ کیا جائے تو کائنات کا ہر ذرہ اسی وحدہ لاشریک کا تسبیح خواں نظر آتا ہے۔آیہ مبارکہ میں موت کو یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ موت کی یاد گناہوں سے بچاتی ہے، حضور

ﷺ نے فرمایا ''اکثرو ذکرھا زم اللذات الموت ''اس شی کو کثرت سے یاد کیا کرو جو تمام لذتوں کو ختم کر دیتی ہے وہ موت ہے۔ آیہ کے آخر میں فرمایا گیا جو لوگ قرآن کریم ایسی واضح نشانیوں سے بھی ایمان نہیں لائے وہ اور کس چیز پر ایمان لائیں گے؟

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

صدق اللہ العظیم

آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ کب آئے گی آپ کہئے اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے اس کے وقت پر صرف وہی اُسے ظاہر فرمائے گا آسمانوں اور زمینوں پر قیامت بہت بھاری ہے وہ تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی وہ آپ سے اس طرح سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی جستجو میں ہیں آپ کہہ دیجئے اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں (۱۸۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں موت کے مقررہ وقت پر آنے کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں قیامت کے بارہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب کفار آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ کب آئے گی آپ انہیں فرما دیں قیامت کے آنے کا وقت تو صرف اللہ ہی کو معلوم ہے وہ خود جسے چاہے بتا دے کسی بندے کی طاقت نہیں کہ وہ اپنے علم کے اندازہ سے معلوم کرے۔ قیامت کا واقع ہونا خدائے قدوس کے رازوں سے ایک راز ہے اُسے اللہ تعالیٰ ایک وقت مقرر پر ظاہر فرما دے گا۔ قیامت زمین وآسمان والوں پر

بھاری ہے ان کے ٹکڑے ہوکر اُڑ جائیں گے اس لئے حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے شدید واقعہ کا اظہار پہلے سے نہ کیا جائے اچانک آئے گی اسکے اچانک آنے کا ذکر حدیث شریف میں اس طرح ملتا ہے کوئی شخص لقمہ اٹھائے گا اور منہ تک نہ پہنچے گا قیامت برپا ہو جائے گی، دکاندار گاہک کو کپڑا دکھا کر ابھی تہہ نہ کر پائے گا قیامت قائم ہو جائے گی سوال کرنے والے بے خبر ہیں جاہل ہیں بے معنی سوالات کرتے ہیں۔

اے کفار! قیامت تم پر آئے گی اور اچانک آئے گی یہ لوگ قیامت کے بارہ میں آپ سے ایسے پوچھتے ہیں جیسے آپ نے اس کی بہت تحقیق کر رکھی ہے اور آپ انہیں واضح بتا دیں گے یا اس طرح پوچھتے ہیں کہ آپ بڑے مہربان ہیں انہیں بتا ہی دیں گے یہ علم اللہ ہی کے پاس ہے وہ بذریعہ وحی جسے بتانا چاہے بتا دے چونکہ اکثر لوگ یہ راز جانتے ہی نہیں اس لئے قیامت کا انکار کر دیتے ہیں علم قیامت کے بارہ میں اختلافات پائے جاتے ہیں ایک طبقہ کہتا ہے قطعی طور پر کسی کو بھی یہ علم نہیں دیا گیا ایک طبقہ کا نظریہ ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہے بذریعہ وحی بتا دے۔

اس آیہ کریمہ میں چند ایک باتوں کا ذکر فرمایا گیا جو اس اختلاف کو حل کر دیتی ہیں مثلاً ایک ارشاد یہ ہے قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، دوسرا ارشاد یہ ہے قیامت کو اللہ تعالیٰ ہی ظاہر فرمائے گا ایک ارشاد یہ ہے قیامت مخفی ہونے کی وجہ سے زمین و آسمان پر بھاری ہے ایک ارشاد یہ ہے کہ تمہارے پاس قیامت اچانک آئے گی ان چاروں ارشادات میں یہ کہیں نہیں کہ اللہ کسی کو بذریعہ وحی بتائے گا بھی نہیں یہ بات قطعی نہیں ملتی کہ حضور کو قیامت کا علم نہیں دیا گیا۔

حضور ﷺ کے متعدد ارشادات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قیامت کا علم بتایا ہے مثلاً حدیث شریف میں ہے قیامت جمعہ کے دن واقعہ ہوگی، حضور ﷺ نے قیامت آنے کے نشانات واضح فرمائے، دجال آئے گا سورج مغرب سے طلوع ہوگا ایک اور حدیث شریف میں فرمایا میں اور قیامت دو ملی ہوئی انگلیوں کی طرح ہیں حضور ﷺ نے ایک محفل وعظ میں قیامت تک کے واقعات تفصیل

سے فرما دیئے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے قیامت کی نشانیوں کے بارہ میں فرمایا دھوئیں کا ظہور، دجال کا آنا، دابۃ الارض کا نکلنا، سورج کا مغرب سے نکلنا، عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا، یاجوج ماجوج کا ظہور، سب سے آخر میں آگ ظاہر ہوگی۔ یہ ارشادات بتاتے ہیں حضور ﷺ کو علم دیا گیا ہے۔ ہاں جس طرح موت کا وقت لوگوں سے مخفی رکھنے میں حکمتیں ہیں اسی طرح قیامت کے دن کو مخفی رکھنے میں بھی حکمتیں ہیں یہ بھی ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم حضور کو کامل طور پر دے کر اُسے مخفی رکھنے کا حکم دیدیا ہو۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا: حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں دو یہودی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ سچے نبی ہیں تو بتادیں قیامت کب قائم ہوگی؟ ان کے جواب میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی (تفسیر خازن)

ایک روایت اور ملتی ہے جسے تفسیر کبیر نے بیان کیا قریش کے چند افراد حاضر ہوئے اور کہا ہم تو آپ کے رشتہ دار ہیں ہم سے تو راز نہیں چھپانا چاہئے بتادیجئے قیامت کب قائم ہوگی؟ تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۱۸۸

آپ کہہ دیجئے میں اپنی جان کیلئے کسی نفع نقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں (بذات خود) غیب جانتا تو میں خیر کثیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی میں تو صرف ایمان والوں کو ڈر سنانے اور آخرت میں ثواب کی خوشخبری دینے والا ہوں (۱۸۸)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کے ذاتی علم کی نفی فرمائی گئی ہے اُن کے پاس جو کچھ ہے خدا کا عطا کردہ ہے اس آیہ کریمہ میں حضور کی ذاتی ملکیت کی نفی ہے اور یہی اہل حق کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کے جس قدر کمالات ہیں وہ ذاتی نہیں خدا کے عطا کردہ ہیں اس نظریہ کے ساتھ غلط قسم کے نظریات کی جڑا کھڑ جاتی ہے ہم حضور کے بارہ میں جو کچھ مانتے ہیں جتنا مانتے ہیں وہ سب کچھ اللہ کا عطا کردہ ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ کفار مکہ نے کہا آپ سچے نبی ہیں تو ہمیں مختلف چیزوں کے بھاؤ بتادیں کہ وہ شی مہنگی ہوگی وہ سستی ہوگی تا کہ ہم تجارت میں نقصان سے بچ جائیں اور نفع حاصل کرلیں جس علاقہ میں مہنگائی ہو ہم وہاں سے اُس علاقہ میں منتقل ہو جائیں جہاں چیزیں سستی ہوں۔ ان کے جواب میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب! آپ عجز وانکساری کے طور پر یہ فرمادیں میں اپنی جان کے نفع نقصان کا مالک نہیں یہ ایسے ہی عاجزی کا اظہار ہے جیسے یونس علیہ السلام نے عرض کی ''انی کنت من الظالمین '' یا آدم علیہ السلام کی دعا میں ہے ''ربنا ظلمنا انفسنا '' اے اللہ! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کرلی ہے۔ آیہ مبارکہ کا معنی یہ بھی ہے میری ملکیت اللہ کی ملکیت کے مقابلہ میں نہیں اس کی ملکیت ذاتی ہے میری ملکیت اس کی عطا کردہ ہے اللہ مجھے نفع دینا چاہے یا نقصان تو میں اس کا ارادہ ٹال دوں، اس کے خلاف کرلوں خدا کا چاہا نہ ہو اور میرا چاہا ہو جائے نہیں ایسا ہرگز نہیں (تفسیر صاوی)

حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب ایسے سوالات کرنے والوں سے واضح کردیں میری ملکیت اللہ کی ملکیت کے مقابلہ کی نہیں کہ وہ نہ چاہے میں چاہوں اور میری بات ہواسکی نہ ہو (معاذ اللہ) ایسا ہرگز نہیں اگر میں رب کے مقابل علم غیب رکھتا تو میں اس کے ارادہ کے خلاف دین ودنیا کی خیر جمع کرلیتا اور مجھے خدا کی بھیجی ہوئی مصیبت بھی نہ پہنچتی، خدا پناہ میں خدا کا مقابل نہیں بلکہ اس کا نبی ہوں، رسول ہوں نبی کا کام ڈر سنانا ہے اور خوشخبریاں دینا ہے مجھ سے نبوت کی برکات حاصل کرو رب سے مقابلہ کی بات نہیں۔ اس آیہ پر

اعتراضات اور بعض لوگوں کے غلط تاثرات جس سے حضور ﷺ کی ذات والا صفات پر لوگوں کی زبان کھلتی ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ بذات خود مالک ہے اُسے کسی نے مالک نہیں بنایا، حضور ﷺ وہ مالک ہیں جنہیں اللہ نے مالک بنایا ہے اور اپنے فضل وکرم سے انعامات سے نوازا ہے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ذاتی ہے حقیقی ہے دائمی ہے حضور ﷺ کی ملکیت عطائی ہے۔اس عقیدہ کے بعد اعتراض بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔

آیہ مبارکہ کا خلاصہ یوں ذہن میں رکھا جائے کوئی بندہ اللہ کے مقابل کچھ نہیں کر سکتا جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے ارادہ کے تحت ہوتا ہے حضور ﷺ خدا کی عطا سے مالک ہیں جسے چاہیں کچھ عطا فرما دیں۔آیہ مبارکہ میں ''الا ماشاء'' کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے حضور اللہ کی دین سے مالک ہیں۔آیہ مبارکہ میں جو علم غیب کی نفی کا تصور ہوتا ہے وہ علم غیب ذاتی ہی ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو جتنا چاہے جو چاہے عطا کرے اس کی پابندی آیہ مبارکہ سے کہیں واضح نہیں۔آیہ کریمہ کے آخر میں حضور ﷺ کے بشیر و نذیر ہونے کا ذکر فرمایا گیا آپ نے جنت کا مشاہدہ فرما کر خوشخبری سنائی دوزخ کو دیکھ کر لوگوں کو ڈرایا، رب کی زیارت کر کے لوگوں کو بتایا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِیَسۡكُنَ اِلَیۡهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتۡ حَمۡلًا خَفِیۡفًا فَمَرَّتۡ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثۡقَلَتۡ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنۡ اٰتَیۡتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیۡنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیۡمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۹۰﴾

صدق اللہ العظیم

وہ (اللہ) جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اُسی سے اس کی بیوی بنائی تا کہ اس سے سکون حاصل کرے پھر جب مرد نے اُسے ڈھانپ لیا تو اُسے ہلکا سا حمل ہو گیا وہ اس کے ساتھ چل پھر رہی تھی پھر جب وہ بھاری ہو گئی (حمل سے) تو دونوں نے اللہ سے دعا کی جوان کا پروردگار ہے اگر تو نے ہمیں صحیح سالم بیٹا دیا تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے (۱۸۹) پس جب اللہ نے انہیں صحیح سالم بیٹا دیدیا تو انہوں نے اس کی عطا میں اس کے شریک ٹھہرائے اللہ اس سے بلند ہے جس میں وہ شرک کرتے ہیں (۱۹۰)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ارشاد تھا کہ حضور ﷺ کو ذاتی طور پر صفات کا مالک نہ مانو حضور کے اندر تمام صفات اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہیں علم غیب ذاتی کی نفی تھی۔ اس آیہ مبارکہ میں شرک کی مذمت فرمائی گئی ہے اس سے بچنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ ہر قسم کے شرک سے دور رہو اپنے بچوں کے نام رکھنے میں بھی احتیاط کا حکم دیا گیا ہے۔

آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین کو فرمایا گیا ہے اے کفار و مشرکین! اللہ تعالیٰ وہ قدرت والی ذات ہے جس نے تمہیں ایک باپ سے پیدا کیا اور اُس باپ کی جنس سے اس کی بیوی بنائی پھر جب دونوں تمہارے ماں باپ جمع ہوئے اور حمل قائم ہوا اس حمل کی صورتحال یہ رہی پہلے تو نطفہ کی شکل میں ماں کے پیٹ میں

رہا جس سے ماں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی اور وہ حسب معمول چلتی پھرتی رہی پھر جب پیٹ میں بچہ بڑا ہوا اور پیدائش کا وقت قریب ہوا تو دونوں نے اللہ تعالیٰ سے نذر مانی اے اللہ! اگر تو ہمیں صحیح سالم بچہ عطا فرمائے تو ہم تیرے شکر گزار بندے بنیں گے اُس بچے کو تیری عطا مانیں گے اُسے ایماندار بنائیں گے تیرے دین کی خدمت کیلئے وقف کر دیں گے وعدہ تو یہ کیا مگر عمل اس کے خلاف ہوا کہ شرکیہ نظریات قائم ہونے لگے کسی نے کہا خدا کا وجود ہی نہیں، کسی نے کہا معبود تو چاند تارے ہیں، کسی نے کہا اولاد کا پیدا ہونا تو ایک طبعی نظام ہے اللہ تعالیٰ کو اس میں دخل نہیں۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا ایسے غلط نظریات سے بچو اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے بہت بلند و بالا ہے اس آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے بیوی کا وجود خاوند کیلئے سکون، امن، راحت کا باعث ہونا چاہئے ایسی بیوی جو شوہر کیلئے مصیبت، دکھ، رنج اور غم ثابت ہو وہ بیوی کا حق ادا نہیں کر رہی۔

آیہ مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ والدین بیٹے کی تمنا کریں تو حرج نہیں ہاں بیٹی کے وجود سے ماں باپ کو نالاں نہیں ہونا چاہئے بیٹی بھی رب کی رحمت ہے، بہت سے لوگ بیٹوں کی دعائیں کرواتے ہیں کوئی حرج نہیں مگر بیٹی ہو تو اس پر بھی شکر ادا کیا جائے۔ حضور ﷺ کے گھر پہلے بیٹی ہی پیدا ہوئی تھی۔

بچوں کے نام رکھتے وقت اسلامی ناموں کو بہر حال ترجیح دی جائے جاہلانہ اور شرکیہ ناموں سے بچا جائے اُن جاہلانہ، خلاف شریعت ناموں میں برکت نہیں ہوتی اگر ماں باپ خود نام تجویز نہ کر سکیں تو اپنے علاقہ کے کسی دینی مذہبی بزرگ سے مشورہ لے لیں تا کہ کفریہ شرکیہ ناموں سے بچ سکیں۔

آیہ کریمہ میں والدین کیلئے ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اپنی اولاد کو شرکیہ کفریہ ماحول سے محفوظ کریں سب سے پہلے تو اُن کے ناموں سے ہی آغاز ہے وہ نام بے معنی، جاہلانہ، کافرانہ نام نہ ہوں دینی مذہبی نام ہوں۔ آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہے کہ مرد عورت کا جوڑا ہم جنس بنایا ہے تا کہ ازدواجی زندگی امن سے گزر سکے۔ آیہ کریمہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ زندگی کے تمام مقاصد کا خلاصہ سکون ہے، امن ہے۔ بچوں

کے نام رکھنے میں اللہ کا شکر یہ ہے کہ اسلامی نام ہوں آج عجیب وغریب قسم کے نام رکھنے میں دلچسپی ہے جنہیں اسلامی ناموں سے کوئی تعلق نہیں اللہ تعالیٰ برائی سے بچائے۔

اس آیہ پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں ایک روایت یہ ملتی ہے کہ یہ آیہ آدم وحوا کے سلسلہ میں ہے کہ انہوں نے شیطان کے بہکانے سے اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا۔ محققین علماء کے نزدیک یہ روایت مردود ہے باطل ہے۔ امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ نے بھی اس کی سخت تردید کی ہے۔ یہ روایت عصمت نبوت کے خلاف ہے جبکہ 'عصمت' نبوت کیلئے اہم اور لازم امر ہے۔ یہی سمجھا جائے عام والدین کی حالت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ بچہ پیدا ہونے سے پہلے تو بہت سی اچھی تمنائیں رکھتے ہیں مگر بچہ ہو گیا تو سارے وعدے بھول جاتے ہیں اور بچے کو بتوں کے نام سے منسوب کرتے ہیں، یہ عبدالعزیٰ ہے، یہ عبداللات ہے، یہ عبدالحارث ہے۔

ترمذی اور حاکم کی روایات میں جو ایک قصہ آدم وحوا علیہما السلام کا اور شیطان کے فریب دینے کا ہے اُسے محققین نے اسرائیلی روایت قرار دے کر مسترد کر دیا ہے جیسے ابھی امام فخرالدین رازی کا ذکر ہوا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٢﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۚ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ ﴿١٩٣﴾

صدق اللہ العظیم

کیا یہ اُنہیں شریک قرار دیتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے (۱۹۱) اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور وہ (مشرکین) کیلئے کسی مدد کی طاقت نہیں رکھتے (۱۹۲) اور نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اور (اے مشرکین) اگر تم ان (بتوں) کو ہدایت کیلئے پکارو تو وہ تمہارے پیچھے نہ آسکیں گے تمہارے لئے برابر ہے تم اُنہیں پکارو یا چپ رہو (۱۹۳)

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں ماں باپ کا ذکر تھا کہ وہ بچے کی اُمید ہونے پر تو اللہ سے دعا کرتے ہیں اگر بچہ صحیح سالم ہوا تو تیرے لئے وقف کردیں گے۔مگر بچہ صحیح سالم ہونے پر وہ وعدہ بھول جاتے ہیں بچے کے نام شرکیہ رکھتے ہیں۔نظریات غلط رکھتے ہیں۔آیہ میں یہ اشتباہ تھا کہ ایسے ماں باپ کون ہیں؟ بعض نے کہا کہ آدم وحوا تھے یا قصّی اوراس کی بیوی تھی۔اس آیہ کریمہ نے یہ اشتباہ دور کردیا کہ یہ بات عام مشرکین کی ہورہی ہے نہ کہ آدم وحوا کی۔

پچھلی آیہ کی تفسیر میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ آدم وحوا کے بارہ میں جو روایت بیان کی گئی ہے وہ مردود ہے۔امام فخر الدین رازی نے بھی اپنی تفسیر کبیر میں اِسے مردود کہا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں مشرکین کی عقل،فکر پر حیرت کا اظہار ہے کہ یہ لوگ کیسے عجیب ہیں چاند،سورج، تاروں کو خدا مانتے ہیں جو کسی ایک ذرے کے خالق بھی نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں بنائے گئے ہیں اُن کے اپنے ہاتھوں سے بنائے گئے بت معبود کیسے ہوگئے؟ اور پھر یہ سوچیں ان کے بنائے گئے بت نہ تو ان کی مدد کرسکتے ہیں نہ کوئی ان کا دُکھ دور کرسکتے ہیں وہ تو خود مجبور ہیں،معذور ہیں کسی قسم کا تصرف نہیں کرسکتے ان کی بے بسی کا تو یہ عالم ہے اگر تم انہیں کہو کہ ہمیں اچھی راہ چلاؤ،صاف راستہ دکھاؤ۔نہ وہ تمہاری فریاد سن سکتے ہیں نہ تمہیں راستہ دکھا سکتے ہیں۔اس آیہ مبارکہ میں بُتوں کے معبود نہ ہونے پر کئی دلائل دیئے گئے ہیں وہ خالق نہیں،وہ خود مخلوق ہیں،نہ وہ کسی کی مدد کرسکتے ہیں نہ اپنی،نہ وہ تمہاری فریاد سن سکتے ہیں جن بتوں کی یہ حالت ہے تم سمجھ،عقل،فکر والے ہو،سوچو وہ خدا کیسے ہوسکتے ہیں؟ تمہیں چاہئے کہ اگر صرف اس ایک وحدہٗ لاشریک خدا کو مانو جو تمہارے دکھوں میں مددگار ہے،تمہاری مشکلات کو حل کرتا ہے تمہاری پریشانیوں میں کام آتا ہے ہاں اُس ایک وحدہٗ لاشریک کو ماننے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے بھیجے ہوئے رسول ﷺ کو مانو۔اس رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کے بغیر ایک خدا کا ماننا بھی بے معنی وبے کار ہے۔اس آیہ

مبارکہ میں وضاحت فرمادی گئی ہے کہ بے جان، بے بس مجسمے کیسے خدا ہو سکتے ہیں نہ وہ کسی کا کچھ سنوار سکتے ہیں نہ بگاڑ سکتے ہیں غرضیکہ ان میں اُلوہیت کی صلاحیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تم ان کی پرستش کر کے گمراہی میں بڑھتے جا رہے ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک اللہ کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں تو تم ان کو پکارو اور پھر چاہتے ہو کہ وہ تمہاری پکار کا جواب دیں اگر تم سچے ہو (۱۹۴) کیا ان کے پَیر ہیں جن سے وہ چل سکیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑ سکیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ سکیں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سن سکیں آپ کہئے تم اپنے شرکاء کو بلاؤ اور پھر اپنا داؤ مجھ پر چلاؤ اور اس کے بعد مجھے (بالکل) مہلت نہ دو (۱۹۵)

تفسیر

تفسیر خازن، روح المعانی نے اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بتایا ہے جب کفار و مشرکین حضور ﷺ سے مقابلہ میں دلائل سے عاجز آ گئے تو حضور ﷺ کو اپنے بتوں سے ڈرانے لگے کہ آپ ہمارے بتوں کی مخالفت کرتے ہیں یہ بت دیکھو برباد کر دیں گے یا نقصان پہنچائیں گے۔

ان لوگوں کی تردید میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، مشرکوں سے فرمایا گیا اے مشرکین مکہ! اللہ کو چھوڑ کر تم جن بتوں کی پرستش کرتے ہو وہ تم جیسے ہی ہماری مخلوق ہیں ان میں خدا ہونے کا قطعی کوئی تصور ہی نہیں تم

انہیں مدد کیلئے پکار کر دیکھ لو اگر تم سچے ہو۔ الٰہ معبود کو تو چاہئے وہ عابد کی مدد کو پہنچے اپنے عابد کی پکار کو سُنے مگر ان سے ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ ہوسکتا ہے۔

مشرکین کو غور کرنے کیلئے فرمایا جارہا ہے، کیا ان بتوں کے پاؤں ہیں جن سے وہ چل سکیں؟ کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑ سکیں اور تم تک پہنچ کر تمہاری مدد کرسکیں؟ کیا ان کی آنکھیں ہیں کہ وہ تمہاری حالت دیکھ سکیں؟ کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ تمہاری فریاد کو سن سکیں؟ یہ سب کچھ اُن کے ہاں ہے ہی نہیں، محبوب! آپ کفار و مشرکین کو واضح طور پر اعلان فرما دیں کہ تم سارے بت پرست جمع ہو جاؤ اور اپنے سارے بتوں کو بھی بلا لو اور میرے مقابلہ میں اپنی ساری طاقتیں جمع کر لو تم سے جو کچھ ہوسکتا ہے کر لو مجھے سنبھلنے کی مہلت بھی نہ دو، پھر آزمالو کہ تم میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو یا نہیں۔ کفار نے حضور ﷺ کے خلاف پوری کوششیں کر لیں تمام قسم کے حربے استعمال کر لئے مگر ہر موقعہ پر بُری طرح ناکام ہوئے، ہجرت کی رات جس میں کفار نے فیصلہ کر لیا تھا کہ حضور کو پکڑ لیا جائے، سزا دی جائے مگر قدرت نے ایسا کرم فرمایا کہ محبوب کریم ﷺ آرام سے نکل گئے۔

وہ ڈراتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا ؎ تلاوت سورۂ یٰسین کی کرتا ہوا نکلا

مٹی کی ایک مٹھی پھینکی جس سے وہ سارے ناکارہ ثابت ہوگئے اسی صورت حال کو قرآن مقدس نے فرمایا ''وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ ''(وہ مٹی تو نے نہیں پھینکی تھی جب تو نے پھینکی تھی وہ تو اللہ نے پھینکی تھی) شعب ابی طالب میں رکھ کر محبوب کی حفاظت کی، غار ثور میں ٹھہرا کر بچایا۔ آیہ کریمہ میں فرمایا گیا مشرکو! تم اور وہ ایک جیسے ہو وہ تم سے بھی گئے گزرے ہیں تم تو چلنے پھرنے پکڑنے کی طاقت رکھتے ہو وہ اس سے بھی معذور ہیں۔ ایسے خدا ہونے کی صلاحیت کیسے رکھ سکتے ہیں؟

آیہ کریمہ میں بتوں کو پکارنے کا جو حکم ہے وہ اس لئے ہے کہ ان کا عجز، کمزوری، معذوری ثابت کر دی جائے، کہ وہ کسی قسم کا جواب نہیں دے سکتے۔ آیہ مبارکہ میں ''تدعون'' تعبدون کے معنی میں ہے۔

قرطبی، بیضاوی، مظہری نے تدعون کا معنی تعبدون ہی کیا ہے۔ کفارومشرکین اپنے بتوں کو الٰہ مانتے تھے ان کی عبادت کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر تدعون کا معنی بلانا، پکارنا کیا اور انبیاء واولیاء کو ندا دینا بلانا شرک کہا یہ معنی قرطبی، بیضاوی، مظہری، ابن جریر ایسے محققین کے صریح خلاف ہے۔

آیہ مبارکہ میں بتوں کو ''عباداً مثالکم'' فرمایا یہ وہ بھی تمہارے طرح بندے ہیں، یہ کیوں فرمایا گیا؟ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس لئے یہ فرمایا گیا کہ مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ بت زندہ ہیں سنتے ہیں سمجھتے ہیں اس لئے ان کے عقیدہ کے مطابق یہ ارشاد فرمایا گیا ایک جواب یہ بھی فرمایا کہ یہ الفاظ استہزاء کے طور پر فرمائے گئے کہ جاہلو! عقل کے اندھو اگر یہ بت سنتے ہیں سمجھتے ہیں تو پھر بھی تمہاری طرح انسان ہی ٹھہرے، خدا کیسے بن گئے؟ اور تم اپنے جیسوں کی عبادت کر کے گمراہی کے گڑھے میں گر رہے ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰہُ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡکِتٰبَ ۖ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَکُمۡ وَلَاۤ اَنۡفُسَھُمۡ یَنۡصُرُوۡنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنۡ تَدۡعُوۡھُمۡ اِلَی الۡھُدٰی لَا یَسۡمَعُوۡا ؕ وَ تَرٰىھُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡکَ وَھُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۹۸﴾

صدق اللہ العظیم

بیشک میرا مددگار اللہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی اور وہ نیک لوگوں کی مدد کرتا ہے (۱۹۶) اور تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے (۱۹۷) اور نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اور اگر آپ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو وہ سن نہیں سکیں گے اور آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ حقیقت میں بالکل نہیں دیکھ رہے (۱۹۸)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں تھا کہ بت جھوٹے ہیں اور بتوں کی پرستش کرنے والے باطل وگمراہی میں مبتلا ہیں، کسی

کی مدد نہیں کر سکتے ۔اس آیہ پاک میں فرمایا کہ حقیقی مددگار اللہ ہے ۔حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب آپ کفار ومشرکین کو کھلا کھلا اعلان کردیں میں تنہا تمہارے خلاف ڈٹا ہوا ہوں اور تم پوری جماعت ہو مگر نتیجہ واضح ہے تم مجھے کسی محاذ پر شکست نہیں دے سکو گے وجہ یہ ہے کہ میرا مددگار اللہ ہے جس نے مجھ پر قرآن اُتارا ہے اور مجھے آخری نبی ہونے کیلئے منتخب فرمایا ہے تم کمزور، مجبور، بے بس اس لئے ہو کہ تم بتوں کی پرستش میں مبتلا ہو نہ وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اگر تم اُنہیں ہدایت کیلئے بلاؤ بھی تو اُنہیں تمہارے بلانے کی خبر تک نہیں ۔

حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے اے محبوب! یہ کفار ومشرکین آپ پر ایمان کیوں نہیں لائے؟ اس لئے کہ آپ انہیں دیکھتے ہیں مگر حقیقت میں وہ آپ کو نہیں دیکھ رہے وہ صرف آپ کو آپ کی ظاہری شکل و صورت کو دیکھ کر کہتے ہیں یہ ہماری طرح ہی تو ہے رسول کیسے ہو گیا؟ آپ کو دیکھنے کی وہ اہلیت ہی نہیں رکھتے ۔اگر اس سے مراد بت لئے جائیں کہ وہ تیری طرف دیکھتے ہیں تو معنی یوں ہو گا کہ ان کی مصنوعی، بناوٹی آنکھیں تو تمہاری طرف کھلی نظر آئیں گی مگر وہ آنکھیں ہیں بے نور، کچھ دیکھ نہیں سکتیں ۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا جارہا ہے کہ بندے کو چاہئے صرف اللہ کی عبادت کرے جو اُسے ہر حال میں نفع پہنچاتا ہے اس کا مددگار ہے اس کا کارساز ہے ۔حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا تیرے باپ کی اولاد میری مددگار نہیں، میرا ولی اللہ ہے اور مسلمان ہیں خواہ وہ نسب کے لحاظ سے مجھ سے دور ہوں اور جو نیک نہیں وہ میرے ولی، مددگار نہیں خواہ وہ نسب کے لحاظ سے مجھ سے قریب ہی کیوں نہ ہوں ۔عمر بن عبدالعزیز اپنی اولاد کیلئے مال جمع نہ فرماتے تھے اُن سے وجہ پوچھی گئی کہ آپ اولاد کیلئے مال کیوں جمع نہیں فرماتے؟ جواب فرمایا اگر میری اولاد نیک ہوئی تو مددگار اللہ ہے انہیں میرے مال کی ضرورت نہیں ۔اگر میری اولاد مجرم اور گنہگار ہوئی تو میں اپنے مال سے ان کی مدد نہیں کروں گا ۔آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ تمام کفار ومشرکین اکٹھے ہو کر بھی حضور ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کہ حضور کا ولی، مددگار

حقیقی کارساز ''اللہ'' ہے اور وہ اس نعمت سے محروم ہیں۔

آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کی عظمت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے کہ ان پر قرآن نازل ہوا اور قرآن حکیم کی عظمت اس طرح ثابت ہورہی ہے کہ محبوب پر اترنے کے باعث وہ نسخ سے محفوظ رہا ہے، تحریف سے بچا رہا۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ کفارو مشرکین آپ کو دیکھتے نہیں یعنی تیری حقیقت کو پہچاننے سے اندھے ہیں، ایمان اسی کا نام ہے کہ حضور ﷺ کی حقیقت کو پہچانا جائے آپ کی نبوت کو مانا جائے صرف ظاہر کو دیکھنے سے ایمان نہیں آتا، نبوت ورسالت کو ماننے سے ایمان آتا ہے۔ آیہ مبارکہ میں ''یتولی الصالحین '' کا ارشاد ہے کہ وہ صالحین کا ولی ہے اس ارشاد سے اولیاء، صوفیا درویش لوگوں کے خدا سے تعلق کا پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ بارگاہ الٰہی کے مقرب ہیں ان سے وابستگی تعلق خدا سے قریب کرتا ہے ان کی دشمنی مخالفت خدا سے دور کرتی ہے۔ ابوالحسن خرقانی سے پوچھا گیا بایزید بسطامی کے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے؟ فرمایا وہ ولی ہے جو اُسے دیکھ لے صالح نیک بن جاتا ہے سائل نے کہا ابوجہل نے حضور ﷺ کو دیکھا وہ تو صالح نہ بن سکا بایزید کو دیکھنے والا کیسے صالح بن جاتا ہے؟ ابوالحسن فرماتے ہیں ابوجہل نے محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا بلکہ اُس نے محمد بن عبداللہ کو دیکھا تھا اگر رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیتا تو یقیناً صالح بن جاتا، جنتی ہوجاتا، اللہ صالحین کی مدد فرماتا ہے اگر کسی وقت یہ لوگ دشمن پر غالب نہ بھی ہوں تو بھی اُن کے اصل مقصد میں کوئی فرق نہیں آیا وہ بظاہر ناکام ہوکر بھی اپنے مقصد میں کامیاب ہی ہوتے ہیں کہ مومن کا مقصد ہر کام میں اللہ کو راضی کرنا ہوتا ہے اور مقصد پورا ہوگیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب !ﷺ) معاف کرنا پسند کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیرلو(۱۹۹) (اے سننے والے!) اگر شیطان تجھے کوئی فریب دے تو اللہ کی پناہ مانگ، وہی سننے والا اور جاننے والا ہے(۲۰۰)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو تین اخلاقی باتوں کا حکم فرمایا ہے پہلا حکم تو یہ دیا کہ محبوب معافی دینے کو اہمیت دیں، دوسرا ارشاد ہے لوگوں کو اچھائی کا حکم دیں، تیسرا حکم فرمایا گیا کہ جاہلوں سے الگ تھلگ رہیں۔

پہلا حکم جو ہے کہ مجرموں کو معافی دینا درگذر کرنا اختیار کریں، یہ ارشاد حضور ﷺ کے ذاتی معاملات سے تعلق رکھتا ہے، طائف کے ظالموں کو معاف فرمایا، شعب ابی طالب کے واقعہ میں مجرموں سے درگذر کیا بائیکاٹ کرنے والوں سے کچھ نہیں کہا، فتح مکہ پر سبھی ظالم سامنے حاضر ہیں مگر کسی سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ اسی سلسلہ میں حضور ﷺ کا اپنا ارشاد اس طرح ملتا ہے ''**صل من قطعک و اعف عمن ظلمک و احسن الی من اساء الیک او کما قال** ﷺ ''جو تجھ سے کٹتا ہے تو اس سے مل جا، جو تجھ پر زیادتی کرتا ہے اُسے معاف کردے جو تجھ سے بُرا سلوک کرے تو اس سے اچھا کر۔ دینی قوانین میں کسی سے گنجائش کی رعائیت نہیں۔

دوسرا حکم فرمایا گیا ہے، اچھی باتوں کا سبھی کو حکم دو، سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت دو اس دوسرے حکم کا عنوان حضور ﷺ کی زبان مبارک سے اس طرح ملتا ہے'' **من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ و ان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ ذالک اضعف الایمان او کما قال النبی** ﷺ ''

تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اُسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر ایسا کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے سمجھادے یہ بھی نہیں کر سکتا تو کم از کم اس برائی کو دلی طور پر تو بُرا جانے یہ کمزور ایمان کی نشانی ہے۔

تیسرا ارشاد ہے جاہلوں سے الگ تھلگ رہو، جہالت ایک شدید مہلک بیماری ہے جس سے بچنا بڑا ضروری ہے، یہ بیماری ایمان کو برباد کر دیتی ہے یہ بیماری خدا سے دور کر دیتی ہے، یہ بیماری حضور ﷺ کے قرب سے محروم کر دیتی ہے ایک معنی یہ بھی ہے کہ اے محبوب! اگر جاہلوں کی طرف سے تجھے پریشانی کا سامنا ہو تو اعراض کرو، چشم پوشی سے کام لو''واما ینزغنک''میں اشارہ عام قاری کو ہے کہ اگر تجھے کسی مرحلہ پر شیطان ورغلائے، پھسلائے گمراہی میں گرانے کی باتیں دل میں ڈالے تو اس وقت اللہ کی پناہ مانگ لے بے شک وہی سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔

آیہ مبارکہ میں درس دیا گیا ہے کہ اپنے ذاتی معاملات میں حوصلہ درگذر کو اپناؤ، مگر جب دین کا مسئلہ آجائے تو پھر ڈٹ جاؤ۔ چور کو سزا دی جائے، قاتل کو قتل کے بدلہ میں قتل کیا جائے، مرتد کو سزا دی جائے۔ ان معاملات میں نرمی کرنا شریعت کے خلاف ہے اور بزدلی ہے۔ اسلامی ضابطہ حیات میں بھی ہے دینی مجرم کو سزا دی جائے۔

یہ آیہ مبارکہ اخلاق قرآنی کا ایک جامع ہدایت نامہ ہے۔''خذ العفو''کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ محبوب آپ اُس چیز کو قبول کر لیا کریں جس کو لوگ آسانی سے کر سکیں مثلاً نماز کا انتہائی معیار یہ ہے''صل کانک تراہ''ایسے نماز پڑھ کہ تو محبوب کو دیکھ رہا ہے، مگر نماز کا یہ انداز نہ بھی ہو تو آپ سیدھے سادھے انداز کو ہی قبول کر لیں۔ اِسی کی تائید میں ابن کثیر نے حضور ﷺ کا ایک قول نقل کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں کو اعمال و اخلاق میں سرسری اطاعت قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔'' عفو ''کا معنی درگذر بھی ہے جس کا ذکر ہو گیا ہے۔ ابن جریر نے نقل کیا ہے جب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے جبریل سے آیہ کا مطلب دریافت کیا جبریل نے اللہ سے پوچھ کر یہ بتایا کہ اللہ کا حکم ہے کوئی آپ پر ظلم کرے تو آپ معاف

کردیں جو آپ سے قطع تعلق کرے آپ اُس سے بھی مِلا کریں۔بیہقی نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے حضور ﷺ نے ان سے فرمایا میں تمہیں بہترین اخلاق کی تعلیم دیتا ہوں وہ یہ ہے جو تمہیں محروم کرے تم اس پر بخشش کرو جو ظلم کرے اُسے معاف کرو جو قطع تعلق کرے اُس سے بھی ملا کرو۔

صحیح بخاری شریف میں عبداللہ ابن عباس کی روایت ہے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عیینہ ابن حصص مدینہ منورہ آیا اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے ہاں ٹھہرا۔عیینہ نے اپنے بھتیجے حُر سے کہا مجھے امیر المومنین سے ملاقات کرادو، حر بن قیس نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرادی۔ عیینہ نے ملاقات پر امیر المومنین کے خلاف بہت سی بے تکی باتیں کہیں، عمر فاروق کو عیینہ کی گستاخانہ گفتگو پر غصہ آیا تو جھٹ حر بن قیس نے یہی آیہ تلاوت کی جس سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سارا غصہ ختم ہو گیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ۝٢٠١ وَإِخْوَٰنُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ۝٢٠٢

صدق اللہ العظیم

بے شک وہ لوگ جو ڈر والے ہیں جب اُنہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں اس وقت ان کی آنکھ کھل جاتی ہے (۲۰۱) اور وہ جو شیطان کے بھائی ہیں شیطان انہیں گمراہی میں گھسیٹتے ہیں پھر کمی نہیں کرتے (۲۰۲)

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں تھا کہ اگر کسی کو شیطانی وسوسہ گھیرے تو اُسے چاہئے کہ اس بیماری کو دور کرنے کیلئے ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم '' پڑھے یہ بیماری دور ہو جائے گی۔اس آیہ پاک میں دوسرا علاج فرمایا جا رہا ہے کہ ایسی صورت واقع ہو جانے پر دل کی آنکھیں کھول کر غور و فکر کرے شفاء ہو جائے گی۔ان تینوں آیات مقدسہ میں غصہ کرنے والوں سے درگذر اور برائی میں بھلائی کرنے کی ہدایت ہے۔ساتھ ہی

شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے شیطان کو انسانی جھگڑوں سے خاص دلچسپی ہے جہاں جھگڑے فتنے دنگا فساد کی صورت حال پیدا ہوتی ہے شیطان اُسے اپنی شکار گاہ بنالیتا ہے اور بڑے بڑے پُر وقار صاحب عظمت لوگوں کو غصہ حد سے نکال دینے کی کوشش کرتا ہے۔ میاں بیوی میں جھگڑے کی صورت پیدا ہوگئی تو شیطانی کردار یہ ہوتا ہے معاملہ طلاق تک پہنچ گیا گھر برباد ہوگیا بچوں کا مستقبل خراب ہوگیا، دو خاندانوں میں ایک مستقل دشمنی پیدا ہوگئی اس کا علاج یہ ہے جب غصہ آئے تو سمجھ جائیں کہ شیطان غالب آرہا ہے فوراً اللہ کی طرف دھیان کریں اور اُس سے پناہ مانگیں۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا بتاؤ، پہلوان کسے کہتے ہیں؟ عرض کی جو لوگوں کو پچھاڑ دے ، فرمایا نہیں بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ ابوامامہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس نے طاقت کے ہوتے ہوئے کسی کو معاف کردیا اللہ اس کو معاف کردے گا۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے ایک طبقہ وہ ہے جن کے دلوں میں شیطانی خیال پیدا ہوجائے تو اُن کے دل فوراً بیدار ہوجاتے ہیں ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں وہ گناہ سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں اللہ کے حضور ندامت سے جھک جاتے ہیں شرم وحیاء کے آنسو بہاتے ہیں اس وقت اُن پر اللہ فضل فرماتا ہے رحمت سے نوازتا ہے۔

اس آیہ پاک میں دوسرے طبقہ کا ذکر بھی فرمادیا گیا ہے جو شیطانی وساوس آنے پر لاپرواہ ہیں محسوس ہی نہیں کرتے کہ وہ برائی میں مبتلا ہورہے ہیں ایسے لوگ شیطان کے بھائی ہیں، شیطان انہیں برائی میں گھسیٹتا پھرتا ہے اور انہیں گمراہ کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا اور طرح طرح کے وساوس وخیالات پیدا کر کے گمراہی کے گڑھے میں گرادیتا ہے۔ شیطان یہ خیال پیدا کر کے بھی غصہ کی آگ کو بھڑکاتا ہے۔ اُس آدمی نے تیرے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا یا یہ خیال بھی پیدا کرتا ہے تو اس سے ہر لحاظ سے طاقت ور ہے۔ انتقام کی طاقت رکھتا ہے کمزوری محسوس نہ کرنا ایسے تصورات لڑائی جھگڑے میں مزید فتنہ پیدا کرتے ہیں۔ شیطانی

وسوسے بیماریاں ہیں جن کا روحانی علاج اس آیہ پاک میں فرمایا جارہا ہے کہ اللہ سے پناہ مانگیں دل میں وسوسے آتے رہتے ہیں اور جاتے بھی رہتے ہیں اُنہیں مستقل ٹھکانا نہیں یہ شیطانی حرکات کے کمزور ہونے کی دلیل ہیں توبہ واستغفار اس بیماری کا بہترین علاج ہے۔ خدا کی یاد توبہ واستغفار کا عمل اِسے فوراً ختم کر دیتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب!) جب آپ اُن کے پاس کوئی نشانی نہیں لاتے تو کہتے ہیں آپ نے کیوں کوئی نشانی منتخب نہ کی، آپ کہہ دیجئے میں تو اس چیز کی اتباع کرتا ہوں جس کی میرے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے (یہ قرآن) تمہارے رب کی طرف سے بصیرتیں ہیں اور ایمان داروں کیلئے ہدایت ہے رحمت ہے (۲۰۳)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ شیطان نیک لوگوں کو گمراہ کرنے میں کمی نہیں چھوڑتے، مکروفریب سے انہیں گمراہی میں مبتلا کرتے ہیں۔ اس آیہ پاک میں ان کے گمراہ کرنے کا ایک انداز ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ نشانی نہ دیکھنے پر حضور سے طنزاً کہتے ہیں آپ نے کوئی نئی نشانی کیوں نہ بنالی، نبی کی ذات پر تنقید اعتراض واضح گمراہی ہے جب کبھی کسی مصلحت کے پیش نظر کسی حکمت کے تحت حضور ﷺ پر وحی نہ آتی تو کفار مذاق کرتے اور کہتے آپ پر کوئی نشانی نہیں آئی آپ اپنی طرف سے کوئی حکم کیوں نہیں بنا لیتے؟ آپ کئی دنوں سے چپ چپ کیوں ہیں؟ محبوب پاک ﷺ سے فرمایا گیا پیارے آپ ان کی حرکات پر حوصلہ کریں تحمل سے

کام لیں انہیں واضح فرمادیں میں تو اپنے رب قدوس کے حکم کا تابع ہوں جب کوئی وحی ہوتی ہے تو سنا دیتا ہوں سمجھا دیتا ہوں۔

قرآن حکیم کے جتنے احکام سنا چکا ہوں یہ سارے کے سارے اللہ کی طرف سے روشنیاں ہیں اور ایمان والوں کے لئے ہدایت ہیں اور رحمت ہیں۔اس آیہ کریمہ کی ایک تفسیر یہ بھی ہے اے محبوب کریم! کفار تجھ سے مذاق کرتے ہیں اور بے تکے بے ربط سوال کرتے ہیں، ہمارے باپ دادے جو مر گئے ہیں انہیں زندہ کر کے اُن سے اپنی تائید کراؤ۔ پہاڑوں کو سونا بنا دیں، رب آپ کی بات مانتا ہے تو دعا کرو یہ ہو جائے وہ ہو جائے اُن کے جواب میں فرما دیجئے میں تو اپنے رب کے حکم کا تابع ہوں، وہی معجزہ دکھاتا ہوں جس کی مجھے وحی ہوتی ہے میرے وہ معجزات ایمانداروں کیلئے رحمت بھی ہیں ہدایت بھی ہیں۔

آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو کفار و مشرکین کے جواب میں حوصلہ، ہمت اور صبر کا درس دیا جا رہا ہے یہی احکام حضور کے وسیلہ سے ہمارے لئے ہیں یہ بھی واضح رہے، طنز، مذاق، طعنہ، بدکلامی مومنوں کا شیوہ نہیں یہ کفار کا طریقہ ہے جس سے بچا جائے۔ بے معنی سوالات اچھا طریقہ نہیں کفار کا یہ کہنا آپ رسول ہیں تو پہاڑوں کو سونا بنا دیں، زمین سے چشمے جاری کر دیں، کھجوروں، انگوروں کے باغ بنا دیں، دریا جاری کر دیں یا آسمان کے ٹکڑے کر کے گرا دیں یا ہمارے سامنے فرشتے لے آئیں یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں، یہ تھے کفار کے بے تکے مطالبات جن کی کوئی حیثیت نہیں وہ محبوب ﷺ جو یہ فرماتے ہیں ''**اعطیت مفاتیح خزائن الارض**'' مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں اُن کیلئے پہاڑ کا سونا بنانا بھی کوئی مشکل نہیں جو یہ فرماتے ہیں ''**لو شئت لصارت الجبال معی ذھبا**'' اگر میں چاہتا تو پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ چل جاتے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے، قرآن پاک ایمانداروں کیلئے ہدایت و رحمت ہے اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن پاک سے فائدہ صرف یہی لوگ اُٹھاتے ہیں، بارش رحمت ہے مگر فائدہ وہی زمین اٹھائے گی

جو اچھی ہے، شور نہیں، پتھریلی نہیں، گندی بدبودار زمین پر بارش تو بدبو میں اضافہ کرتی ہے۔ حضور ﷺ کے معجزات تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہیں کفار کا پھر کہنا کوئی معجزہ دکھاؤ محض ہٹ دھرمی اور ضد ہے، انہیں فرمایئے قرآن پاک خود بڑا معجزہ ہے اس کا جواب نہیں تمہیں کھلا چیلنج ہے ہمت ہے تو اس کا جواب لاؤ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۲۰۵﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے غور سے سنو تاکہ تم پر رحم ہو (۲۰۴) اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو عاجزی کرتے ہوئے اور ڈر سے بغیر آواز نکلے صبح اور شام اور غافلوں سے نہ ہو جانا (۲۰۵)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں قرآن مقدس کے بارہ میں ذکر تھا کہ وہ ایمان والوں کیلئے ہدایت ہے رحمت ہے، اس آیہ مبارکہ میں اسی قرآن مقدس کے ادب واحترام کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ جب اس کی تلاوت کی جارہی ہو تو تم پر لازم ہے کہ غور سے سنو، چپ رہو ایسا کرو گے تو تم پر رحم ہوگا۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ کو نماز پڑھائی تو ایک انصاری صحابی نے حضور ﷺ کے پیچھے کچھ پڑھا تو یہ آیہ پاک نازل ہوئی، جب قرآن پڑھا جائے تو خاموشی سے سنو ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کفار قرآن سن کر شور مچاتے تھے تو ان کو روکا گیا ہے مسلمانوں کو واضح حکم دیا گیا ہے جب کبھی قرآن مقدس کی تلاوت کی جائے تو تم غور سے سنو، خاموشی اختیار کرو ایسا کرنا قرآن پاک کے آداب میں شامل ہے تمہیں کیا خبر اس ادب کی وجہ سے تم پر رحم کر دیا جائے۔ یہ آیہ کریمہ نماز میں امام کے پیچھے قرأۃ کرنے سے روک رہی ہے کہ تلاوت کے وقت چپ کرنے اور خاموشی سے سننے کا حکم مل

رہا ہے۔

امام کے فاتحہ شریف پڑھنے کا مسئلہ احناف اور غیر مقلدین کے درمیان اختلافی ہے احناف کہتے ہیں امام کے پیچھے مقتدی خاموش رہے ان کی حمایت میں یہ آیہ کریمہ واضح دلیل ہے، اس نظریہ کی تائید ایک اور حدیث شریف سے اس طرح ہوتی ہے" قرأة الامام له قرأة او کما قال ﷺ "امام کی قرأة مقتدی کی ہی قرأة ہوتی ہے ایک اور حدیث شریف سے یہ عنوان اس طرح ملتا ہے کہ مقتدی امام کی پیروی کرے وہ جب تکبیر کہے تو تم بھی کہو جب جب قرأة کرے تو خاموشی سے سنو اکثر صحابہ کا یہی مؤقف ہے کہ امام کے پیچھے قرأة نہیں۔ عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن عمر زید بن ثابت، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے کئی لوگوں کو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے سنا تو فرمایا کیا تم نے قرآن پاک میں یہ آیہ نہیں پڑھی۔" واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتو "جب قرآن پاک کی تلاوت کی جارہی ہو تو غور سے سنو، چپ رہو۔ اس عنوان پر احناف کی طرف سے علمی عقلی بہت سے دلائل ملتے ہیں۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ تلاوت ہوتے وقت خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ معلوم ہوا قرآن پاک کا احترام اللہ کی طرف سے رحم کا سبب بنتا ہے اور قرآن پاک کی بے ادبی اللہ کے غضب کو دعوت دیتی ہے اگر کسی مقام پر لوگ مصروف گفتگو ہیں، شور مچاتے ہیں ادب واحترام کے مسئلہ کو نہیں جانتے تو قرآن پڑھنے والا خاموشی اختیار کر کے ادب واحترام کا خیال کر کے اللہ کی طرف سے رحمت کا مستحق بنے اور یہ مسئلہ ان پر بھی واضح کرے کہ تلاوت کے وقت خاموش ہوا کریں۔

اگلی آیہ پاک میں ادب واحترام کا ایک اور پہلو ارشاد فرمایا گیا کہ اپنے رب کو یاد کرو تو آہستہ ہو چیخ کر نہ کرو۔ ذکر الٰہی میں ادب واحترام کا یہ طریقہ فرمایا گیا ہے، عجز ہو انکساری ہو نرمی ہو، کبر وغرور نہ ہو اگر یاد الٰہی میں یہ صورتیں پیدا ہونگی تو رحمات ربانی بندے پر نازل ہوں گی۔ ذکر الٰہی کے عنوان پر اختلاف ملتا

ہے ایک طبقہ اس کا قائل ہے کہ آہستہ ہو دوسرا طبقہ کہتا ہے اونچا ہو تو اس ضمن میں حضور ﷺ کا یہ فیصلہ واضح مؤقف دیتا ہے، ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے ابوبکر صدیق کو دیکھا آہستہ آہستہ ذکر الٰہی میں مصروف ہیں، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا بلند آواز سے ذکر کر رہے ہیں، صبح کو دونوں کو بلایا اور پوچھا تو ابوبکر نے عرض کی یارسول اللہ آہستہ اس لئے کر رہا تھا کہ کسی کے آرام میں خلل نہ آئے، عمر فاروق نے عرض کی اونچا اس لئے کر رہا تھا کہ غافلوں کو جگاؤں، شیطان کو بھگاؤں، حضور ﷺ نے دونوں پر خاموشی فرمائی امام نووی نے اس طرح تطبیق کی ہے کہ ذاکر کو کسی کے آرام میں خلل کا اندیشہ ہو تو آہستہ بہتر ہے، اگر ایسی صورت نہیں تو اونچی آواز سے افضل ہے کہ یہ صورت غفلت دور کرتی ہے۔ آیہ کا آخری حصہ بھی بتاتا ہے ''ولا تکن من الغافلین'' غافلوں سے نہ ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ ۩	بے شک وہ لوگ جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے غرور نہیں کرتے اور اُس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں (۲۰۶)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ جب قرآن پاک پڑھا جا رہا ہو تو خاموش رہو، غور سے سنو اب اس آیہ پاک میں ارشاد ہے تلاوت قرآن ہوتے وقت اپنے جی میں آہستہ ذکر الٰہی کرتے رہو تو حرج نہیں۔ یاد الٰہی میں کوئی ہدایات فرما دی گئی ہیں۔ دل میں ذکر کرتے عاجزی ہو، خدا کا خوف ہو، چیخ کرنہ ہو، صبح و شام ہو۔

دل میں ہو یاد تیری گوشۂ تنہائی ہو

ذکر الٰہی کرتے وقت غفلت نہ ہو۔ اگلی آیہ پاک میں فرمایا گیا کہ نزدیک ہونے والے لوگ اس کی عبادت سے غرور نہیں کرتے اس کی تسبیح کرتے ہیں اُسے سجدہ کرتے ہیں۔

اس آیہ پاک میں سجدۂ تلاوت ہے قرآن پاک کی تلاوت پر ۱۴ سجدے ہیں ان میں سے یہ پہلا ہے جب آیہ سجدہ پڑھی جائے تو پڑھنے سننے والوں پر سجدہ واجب ہے، نماز کی حالت میں ہو یا نماز سے باہر فوری کرے یا دیر سے، یہ واجب ہے۔ سجدہ کرتے وقت وضو ہونا ضرور ہے قبلہ کی طرف منہ ضروری ہے، نیت ضرور ہے تلاوت کرنے والے کیلئے اچھا ہے کہ سجدہ کی آیہ آہستہ پڑھے تا کہ دوسروں پر سجدہ واجب نہ ہو اس آیہ پاک میں یادالٰہی کی فضیلت ہے علماء کہتے ہیں یادالٰہی کرنے والا جہاد اور شہادت سے بھی زیادہ ثواب پاتا ہے کہ جہاد اور شہادت والا جنت پاتا ہے اور یہ قرب الٰہی سے نوازا جاتا ہے۔ غازی مجاہد کو چاہئے کہ جہاد کرتے ہوئے یادالٰہی میں مصروف ہو کہ جنت اور قرب دونوں نسبتوں سے نوازا جائے۔

آیہ مبارکہ میں ذکرالٰہی کی دو صورتیں واضح ہو رہی ہیں ''ذکر خفی کہ'' اپنے رب کو دل میں یاد کروا سے ''ذکر قلبی'' کہتے ہیں دوسری قسم یہ ہے کہ ذکرالٰہی زبان کے ساتھ ہو اور آہستہ ہو حروف ادا ہوں یہ صورت بہتر ہے کہ دل میں دھیان بھی ہے زبان پر اسماء الٰہیہ بھی جاری ہیں ذکرالٰہی کی یہ صورت کمزور ہے زبان پر تو الفاظ جاری ہوں مگر دل غافل ہو کہ دل کی غفلت سے ذکرالٰہی کے آثار فائدے حاصل نہیں ہوتے، دوسرا طریقہ فرمایا گیا ہے'' **دون الجهر** ''زور کی آواز کے بجائے آہستہ آواز سے ہو کہ بارگاہ قدس میں حاضری ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ آہستہ آواز سے ہو۔

ترمذی شریف میں روایت ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کے ذکر مبارک کے متعلق پوچھا گیا کہ آپ ذکر کیسے کرتے تھے فرمایا کبھی جہراً (اونچی آواز سے) کبھی سراً (آہستہ آواز سے) جو حکم تلاوت قرآن پاک کا ہے وہی دوسرے وظائف کا ہے۔ آہستہ اور بلند آواز سے دونوں طرح جائز ہے بشرطیکہ آواز اتنی بلند نہ ہو کہ خشوع وخضوع کے خلاف ہو۔ آیہ کے آخر میں ذکرالٰہی کے اوقات کا بھی ذکر فرمادیا گیا کہ صبح وشام اس کا معنی یہ بھی ہے کہ صبح وشام فرما کر سارا دن ساری رات مراد ہے۔ کوئی جب چاہے جس قدر چاہے یادالٰہی میں مصروف رہے۔

آیہ مبارکہ میں سجدہ کی عظمت بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ اللہ کے حضور بہت بڑی عبادت ہے حضرت ثوبان فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا سجدوں کی کثرت کیا کرو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب بندہ سجدے میں ہو اس سے تم سجدہ کی حالت میں خوب دعا کیا کرو کہ اس کے قبول ہونے کی بڑی اُمید ہے۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کثرت سجود سے مراد نوافل کا زیادہ پڑھنا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کوئی بندہ آیہ سجدہ پڑھتا ہے اور پھر سجدہ تلاوت کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگتا ہے اور کہتا ہے افسوس انسان کو سجدہ کرنے کا حکم ملا اُس نے سجدہ کیا تعمیل حکم کی وہ جنت میں گیا اور مجھے سجدہ کا حکم ملا میں نے انکار کیا جہنمی ہو گیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سورۃ الانفال

سورۃ الانفال مدنی ہے اس کی پچھتر آیات ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ‌ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ‌ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَيۡنِكُمۡ‌ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝۱

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب!) آپ سے غنیمتوں کے بارہ میں پوچھتے ہیں آپ کہئے غنیمتوں کے مالک اللہ اور اس کے رسول ہیں اللہ سے ڈرو اور اپنے درمیان صلح رکھو اگر ایماندار ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو (۱)

تفسیر

سورۂ اعراف کی آخری آیات سے ان آیات کا ربط اس طرح ہے اعراف کی آخری آیتوں میں مسلمانوں کو عبادات تسبیح وتہلیل اور ذکر الٰہی کا درس دیا گیا ہے۔ اب ان آیات میں عبادات کے بعد معاملات کی اچھائی کا ذکر فرمایا گیا کہ لوگوں سے تعلقات اچھے رکھو جھگڑوں سے لڑائیوں سے بچو یہ ربط یوں بھی ہوسکتا ہے پہلی آیات میں قرآن مقدس کے ہدایت اور رحمت ہونے کا ذکر ہے ان آیات میں اللہ اور رسول کی اطاعت کا ذکر ہے قرآن کریم سے فیض اسی وقت لیا جاسکتا ہے جب اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کی جائے۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب تفسیر کبیر نے اس طرح لکھا ہے غزوہ بدر شریف کے موقع پر جب مال غنیمت تقسیم کیا گیا تو حضور ﷺ نے کچھ ایسے لوگوں کو بھی مال دیا جو غزوہ میں تو شامل نہ تھے مگر اس کے علاوہ دوسری کئی خدمات ان کے ذمہ تھیں ان افراد میں کچھ مہاجر تھے کچھ انصاری تھے۔ غزوۂ بدر میں شریک

بعض لوگوں نے یہ سوچا کہ جب یہ لوگ جنگ میں شامل نہ تھے تو انہیں مال غنیمت کیوں دیا گیا۔ تفسیر خازن نے ایک دوسری روایت اس طرح بھی نقل کی ہے، تقسیم غنیمت کے وقت کچھ معذور اور بوڑھے لوگوں نے مطالبہ کیا کہ مال غنیمت ہمیں بھی دیا جائے کہ ہم بھی فوج کے پیچھے رہ کر اپنی بساط کے مطابق خدمات انجام دیتے رہے ہیں کچھ لوگوں کو اعتراض ہوا تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

غزوۂ بدر اسلام کی پہلی جنگ ہے اس سے پہلے مال غنیمت کے بارہ میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اے محبوب کریم! یہ لوگ آپ سے غنیمت کی تقسیم کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیں کسی کو اس تقسیم، اس فیصلے پر دخل دینے کا حق نہیں۔ محبوب جس طرح تقسیم کریں جس کو جتنا دیں کوئی جہاد میں شریک ہو یا نہ ہو، حضور کو اختیار ہے لوگوں کو چاہیئے وہ حضور کے فیصلے، تقسیم پر سر جھکا دیں۔

آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو کئی احکام دیئے گئے پہلا حکم ہے اللہ سے ڈریں اللہ سے ڈرنا اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے جسے عطا ہو۔ دوسرا حکم دیا گیا آپس میں صلح رکھو تیسرا حکم دیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، حضور ﷺ کی امت کا یہ خاصہ ہے کہ مال غنیمت اسی امت پر حلال ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''احلت لی الغنائم ولم تحل لا حد قبلی'' میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھا۔

دینی احکام میں حضور ﷺ کا مختار ہونا بھی واضح ہو رہا ہے کہ مال غنیمت جیسے چاہیں جس کو چاہیں جتنا چاہیں عطا فرمائیں۔ ترمذی، ابن ماجہ میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا ''انفال'' کا مطلب کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا یہ آیہ اصحاب بدر کے حق میں نازل ہوئی تقسیم غنیمت کے بارہ میں ہمارے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا اللہ تعالیٰ نے اس اختلاف کو اس طرح ختم فرمایا کہ مال غنیمت کو ہمارے ہاتھوں سے لے کر رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا جیسے چاہیں تقسیم فرمائیں۔ حضور ﷺ نے ارشادات ربانی کے ماتحت تقسیم فرما دیا مسند احمد میں اس آیہ کے اترنے کا ایک اور واقعہ اس طرح ملتا

ہے سعد بن وقاص فرماتے ہیں غزوۂ بدر میں میرے بھائی عمیر شہید ہوگئے میں نے ان کے بدلہ میں سعید بن عاص کوقتل کر دیا۔اس کی تلوار لے کر حضور کے دربار میں حاضر ہوا، میں چاہتا تھا یہ تلوار مجھے مل جائے مگر حضورعلیہ السلام نے اس تلوار کو مال غنیمت میں رکھوانے کا حکم دیا۔ میں تلوار دے کر کچھ دور ہی گیا تھا کہ رسول اللہ علیہ السلام پر یہ آیہ نازل ہوئی آپ نے مجھے بلا کر یہ تلوار مجھے عنائیت فرمادی۔

آیہ مبارکہ میں لوگوں میں صلح، امن، اتفاق، اتحاد کا ضابطہ بھی ملتا ہے، تقویٰ، خوف خدااوراطاعت کو اپناتے رہیں تو زندگی امن عافیت کا گھوارہ بنی رہے گی جب خوف خدا غالب ہوتا ہے تو بڑے بڑے جھگڑے لمحوں میں طے ہوجاتے ہیں۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه سيدنا محمد وعلىٰ آله واصحابه بعدد خلقه

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾

صدق اللہ العظیم

وہی لوگ ایمان والے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے توان کے دل ڈر جائیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں تلاوت کی جائیں تو وہ ان کے ایمان کوزیادہ کر دیں اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں (۲) جونماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں یہی لوگ برحق مومن ہیں (۳) ان کے رب کے پاس ان کیلئے درجات ہیں اور بخشش اور عزت کی روزی ہے (۴)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا اگر ایمان دار ہو تو اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی اطاعت کرو اس آیہ پاک میں

اس اطاعت کی تفصیل فرمائی گئی ہے اللہ کی یاد، قرآن حکیم کی تلاوت ، رب پر بھروسہ، نماز کا پڑھنا، خدا کی طرف سے دئے گئے رزق سے اس کی راہ میں خرچ کرنا، ایمانداروں کی صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ یادالٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ان کے سامنے اللہ کی یاد کی جائے تو ان کے دل پگھل جاتے ہیں ان کے سامنے قرآن مقدس کی آیات پڑھی جائیں تو ان کی ایمانی کیفیت میں ترقی ہوتی ہے،ان صفات کے مالک لوگ ہمیشہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں نمازیں ادا کرتے ہیں اللہ کے دیے گئے رزق سے خرچ کرتے ہیں مخلص مومنین کی یہ صفات فرمائی گئی ہیں ایسے افراد سے وعدہ فرمایا گیا ہے کہ ان کے گناہ بخش دیے جائیں گے اور دنیا و آخرت میں ان کیلئے عزت کی روزی ہے۔

تفسیر کبیر میں اسی مقام پر خواجہ حسن بصری علیہ الرحمہ کا ایک واقعہ درج ہے جو اس آیہ کی شاندار تفسیر ہے آپ سے کسی نے پوچھا آپ مومن ہیں تو جواب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ماننے اس کے فرشتوں ، اس کی کتابوں قیامت کو ماننے کے لحاظ سے تو میں مومن ہوں مگر وہ ایمان جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل تڑپ جاتے ہیں ۔ یہ پتہ نہیں کہ میں اس ایمان سے موصوف ہوں یا نہیں، ایمان کی یہ صفت خدا کے خوف کی ترجمانی کرتی ہے جو ایمان کی عظیم نشانی ہے ایمان جس قدر مضبوط ہوگا خدا کا خوف اسی قدر زیادہ ہوگا اگرچہ مومن کے دل میں یاد خدا تو ہر وقت رہتی ہے مگر ذکر الٰہی اس یاد کو عروج بخشتا ہے۔

قرآن مقدس نے دوسرے مقام پر اس عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا ''**الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** '' آگاہ ہو جاؤ اللہ کی یاد سے دلوں کو سکون ملتا ہے اس آیہ مبارکہ سے قرآن مقدس کی تلاوت کرنے کی عظمت کا بھی پتہ چل رہا ہے ایمانداروں کی صفات میں اللہ کی ذات پر بھروسہ توکل بھی عظیم صفت ہے جب یہ صفت نصیب ہو جاتی ہے تو دنیا کے معاملات میں بے نیاز ہو جاتا ہے اس کے مسائل میں تمام معاملات میں اس کی نگاہ اپنے رب قدوس پر ہی ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے دیے گئے رزق سے اللہ کی

راہ میں کرچ کرنا فقراء، غرباء، مساکین یتامیٰ کی طرف توجہ ان کا خیال مومن کی صفات سے عظیم صفت ہے،

اس آیہ کے خلاصہ کے طور پر یوں سمجھئے، اس آیہ مبارکہ میں بیان کی گئیں پانچ صفات مومن میں پائی جائیں تو یہ بندہ ایمان کامل کا مظہر ہو جاتا ہے ان پانچوں صفات میں کچھ کا تعلق تو باطن سے ہے وہ یہ ہیں ایمان، خدا کا خوف، اللہ پر بھروسہ کچھ کا تعلق اعمال سے ہے جیسے نماز اور دیئے گئے مال سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ آیہ کریمہ کے آخر میں ایسے ایمانداروں کے نتائج کا ذکر فرمادیا گیا ہے ان کے درجے بلند ہوں گے انہیں بخشش نصیب ہوگی یا عزت کی روزی ملے گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶

صدق اللہ العظیم

(مال غنیمت کی تقسیم میں ان کا اختلاف کرنا اس طرح ہے) جیسے اس وقت ان کا اختلاف تھا جب آپ کا رب حق کے ساتھ آپ کو گھر سے باہر لایا تھا اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس کو پسند کرنے والا نہ تھا (۵) وہ لوگ حق واضح ہونے پر آپ سے جھگڑتے ہیں گویا کہ وہ دیکھتے ہوئے موت کی طرف دھکیلے جا رہے ہیں (۶)

تفسیر

تفسیر خازن، روح المعانی نے اس آیہ کے اترنے کا سبب بہت تفصیل سے لکھا ہے: واقعہ ہجرت کے بعد ایماندار مدینہ منورہ میں امن سے رہنے لگے تو کفار مکہ کو مسلمانوں کا اس سکون امن سے رہنا، ناگوار گذرا۔ ابوسفیان نے کہا اس مرتبہ شام کی تجارت سے جس قدر نفع ہوگا وہ سارے کا سارا مسلمانوں کو برباد کرنے پر خرچ کیا جائے گا۔ اتفاق ایسا ہوا کفار کے اس قافلہ کو خاصہ نفع ملا جب یہ مدینہ منورہ کے راستہ مکہ جانے لگے

تو حضورﷺ نے صحابہ کواس صورت حال سے آگاہ فرمادیا کہ یہ سارا مال قبضہ میں لے لیا جائے۔اس کام کیلئے ۳۱۳ صحابہ منتخب ہوئے جو بے سروسامانی کی حالت میں ہی مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ابوسفیان کو خبر ہوگئی کہ ان کا قافلہ روکا جارہا ہے اُس نے یہ خبر ابوجہل کو پہنچائی اور کہا کہ مقابلہ کیلئے تیار ہوکر آئے۔ ابوجہل نے اس کام کیلئے ۹۵۰ لڑاکے نوجوان تیار کئے جو جنگی ہتھیاروں سے لیس تھے اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹادینے کیلئے تیار تھے ناچ گانے والی خواتین ساتھ تھیں کہ کامیابی کے بعد جشن منائیں گے۔

ہوا یہ کہ ابوسفیان کو جب یہ پتہ چلا کہ قافلہ روکا جارہا ہے تو اس نے راستہ بدل لیا اور بچ کر چلا گیا۔ ابوجہل کو اطلاع بھیجی کہ اب ہم محفوظ ہوچکے ہیں لوگوں کو لانے کی ضرورت نہیں ابوجہل متکبر تھا، اس نے اپنی اونٹنی کی ناک کاٹی جو اشارہ تھا کہ جنگ بہر حال لڑی جائے گی اور جوان ہمت ہتھیار پہن کر اتارا نہیں کرتے اب تو جنگ ہوگی۔

یہ صورتحال حضورﷺ نے صحابہ کو بتائی تو صحابہ نے جان کی بازی اور لڑنے کا فیصلہ کرلیا حضورﷺ سے عرض کی حضور! ہم قوم موسیٰ کی طرح نہیں کہیں گے کہ ’’موسیٰ تم اور تمہارا خدا جاکر لڑو ہم یہیں رہیں گے‘‘ سیدنا معاذ نے نعرہ بلند کیا اور کہا کہ ہم نے غیرت مند باحیا خواتین کا دودھ پیا ہے ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے چنانچہ جنگ ہوئی اور قدرت نے ایمانداروں کو فتح سے نوازا اسلام کی اس پہلی جنگ کی تفصیل گذر چکی ہے۔حضورﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب! بدر کی غنیمت تقسیم ہونے کے موقعہ پر جو اختلاف رونما ہوا، آپ اس سے پریشان نہ ہوں یہ واقعہ ایسے ہی ہے جیسے آپ کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ سے کفار قریش کیلئے روانہ فرمایا اور پھر بجائے ابوسفیان سے لڑائی کے ابوجہل سے لڑائی ہوئی۔صحابہ میں سے بعض نے مقابلہ سے ہچکچاہٹ محسوس کی وہ محض ظاہری حالات کو دیکھ رہے تھے ورنہ حضورﷺ نے کامیابی کی اطلاع فرمادی تھی اور مرنے والے کفار کی جگہیں بھی بتادی تھیں چند افراد کی ظاہری پریشانی کا ذکر فرمایا گیا گویا وہ موت کو دیکھ رہے تھے کہ کفار ۹۵۰ ہیں ہم ۳۱۳ ہیں۔

اس آیہ کریمہ میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ تجھے گھر سے نکالا یعنی مدینہ منورہ سے روانہ کیا، آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے تجھے تیرے گھر مدینہ منورہ سے حق کے ساتھ نکالا جس سے واضح ہے حضور کا ہر عمل حق ہے حق کے ساتھ ہے حق پر مبنی ہے یہ بھی یاد رہے کفار کے لشکر کو دیکھ کر صحابہ کی ہچکچاہٹ ایک بشری تقاضا تھا جو ایک لمحہ محسوس ہو ورنہ حضور کے ارشاد پر مر مٹنے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے ''کما اخرجک ربک'' جیسے تیرے رب نے تجھے تیرے گھر سے نکالا جس سے واضح ہے حضور کا گھر سے نکلنا دراصل اللہ تعالیٰ کا نکالنا ہے جس سے حضور ﷺ کی کمال عبدیت کا پتہ چلتا ہے جیسے حدیث قدسی میں اشارہ ملتا ہے جب بندہ اللہ کا تقرب حاصل کر لیتا ہے اللہ فرماتا ہے میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور کا جہاد کیلئے نکلنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا نکالنا ہے جو آپ کی ذات سے ظاہر ہو رہا ہے۔ بعض صحابہ کی پریشانی محض بشری تقاضا تھا تعداد کی کمی کے پیش نظر تھا حضور ﷺ پر جاں نثاری میں کوئی رائی بھر کی کمی نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸

صدق اللہ العظیم

اور جب اللہ نے دو گروہوں میں سے ایک پر غلبہ کا تم سے وعدہ فرمایا تھا کہ یہ تمہارے لئے ہے تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ تمہارے قابو آئے اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات سے حق ثابت کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے (۷) تا کہ وہ حق ثابت کر دے اور باطل کو باطل کر دے اگرچہ مجرم اسے ناپسند کریں (۸)

تفسیر

پچھلی آیات مقدسہ میں غزوہ بدر کے موقعہ پر بعض صحابہ کے ڈر کا ذکر ہوا ہے کہ وہ بتقاضائے بشری پریشان ہوئے کہ دشمن کے زبردست مسلح افراد سے لڑائی مشکل ہے اور یہ تصور ہوا کہ ہم بے سروسامانی کے حال میں گھر سے چلے ہیں ان پر فتح کیسے پائیں گے۔اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس کا اُن سے وعدہ فتح کا ذکر ہے۔
اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو فرمایا جارہا ہے ایمان والو! تم غزوۂ بدر کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل یاد کرو جب دو جماعتوں سے ایک جماعت پر تمہیں غلبہ کا وعدہ فرمارہا تھا کہ اس جماعت کو قتل کرو گے غلبہ پاؤ گے ان کا مال غنیمت کے طور پر حاصل کرتے رہے یہ جماعت ابوجہل کی جماعت تھی جو مکہ سے مسلح ہوکر کبروغرور سے آیا تھا کہ مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے اور تم اس جماعت سے لڑنا چاہتے تھے جو تھوڑی تھی غیر مسلح تھی یہ ابوسفیان کا قافلہ تھا جو شام سے واپس ہورہا تھا تم چاہتے تھے ہم اس پر غلبہ پالیں مگر اللہ کا ارادہ تھا کہ تمہاری جنگ اس مسلح مضبوط جماعت سے ہو پھر تم اللہ کے حکم سے ان پر فتح پاؤ اور حق کو ظاہر کرو اور تمہارے ہاتھوں کفار کے سرغنے قتل ہوں۔دنیا پر واضح ہو کہ فتح حق کی ہوتی ہے یہ صورتیں ابوسفیان کے قافلہ پر قابو پانے سے نمایاں نہ ہوتیں تمہیں ابوجہل کی فوج سے ٹکرا دیا کہ باطل کا باطل ہونا واضح ہو جائے اگرچہ یہ شکست کفار کو بہت بری محسوس ہوئی اور یہ ان کے ارادوں اور نظریات کے خلاف تھی وہ تو چاہتے تھے اسلام کا قلع قمع کر دیا جائے مگر وہ خود نیست ونابود ہو گئے۔

تفسیر خازن نے ابوجہل کے اس لشکر کی مکہ سے روانگی کا ذکر اس طرح کیا جب یہ لشکر پوری قوت سے وہاں سے چلنے لگا تو کسی نے کہا تم ساری قوت مکہ سے باہر لے جارہے ہو اگر کسی دشمن نے مکہ پر حملہ کر دیا تو تمہارے بچے برباد ہو جائیں گے اس پر شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں آیا اور قافلہ سے کہا، گھبراؤ نہیں تم ایک اہم کام پر جارہے ہو اسے کرو میں اور میرا قبیلہ کسی حملہ کی صورت میں تمہارے مددگار رہوں گے۔ اس پر ابوجہل کا قافلہ خوشی خوشی مرنے کیلئے تیار ہو گیا اور بدر کو روانہ ہوا۔میدان بدر میں اسلام اور کفر کی مٹھ

بھیڑ ہونے پر کفر رسواء ہوا اسلام کی سر بلندی ہوئی مشرکین کا غرور خاک میں مل گیا۔

وصلی الله تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾

صدق الله العظیم

اور (یاد کرو) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمالی کہ میں قطار در قطار ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد فرمانے والا ہوں (۹) اور اللہ نے اس کو تمہارے لئے صرف خوشخبری بنایا تا کہ اس کی وجہ سے تمہارے دل مطمئن ہوں اور نصرت صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے بیشک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے (۱۰)

تفسیر

اس آیہ پاک میں میدان بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ یہ فتح ونصرت ہوئی کیسے؟ فرمایا گیا کہ تم نے رب سے دعا کی اللہ تعالی نے قبول فرمائی اور کامیابی نصیب ہوئی آسمان سے لگاتار ایک ہزار فرشتوں کا نزول ہوا اس مانگی گئی دعا کی تفصیل کو حضرت عبداللہ ابن عباس اس طرح روایت فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے میدان بدر میں جب دیکھا مسلمانوں کی تعداد کم ہے کفار زیادہ ہیں تو بارگاہ قدس میں دعا کی اے اللہ! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ پورا کر اگر تو نے اس چھوٹی سی جماعت کی مدد نہ کی تو روئے زمین پر تیری بندگی کبھی نہ ہوگی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی دعا کا یہ منظر دیکھا، دعا کرتے کرتے چادر مبارک کندھے سے گرگئی صدیق اکبر نے یہ چادر مبارک پھر کندھے پر ڈال دی۔ حضور ﷺ لیٹ گئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! ﷺ اللہ نے آپ کی دعا

قبول فرمالی وہ مدد فرمائے گا حضور ﷺ کچھ دیر بعد فرماتے ہیں اے ابوبکر! مدد آ گئی ہے وہ دیکھو جبریل گھوڑے کی لگام تھامے آ رہے ہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کی دعا قبول فرمانے اور ایک ہزار فرشتے سے مدد کرنے کا ذکر فرمایا گیا۔ ابن جریر نے حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کی ہے کہ جبریل ہزار فرشتوں کی جماعت لے کر حضور ﷺ کے دائیں جانب اُترے، ہزار فرشتوں کی یہ جماعت لڑائی کیلئے نہیں تھی جنگ کیلئے تو ایک فرشتہ ہی کافی تھا اس جماعت سے صحابہ کے حوصلے بلند کرنا تھے۔ ان فرشتوں کو اعزاز دینا تھا کہ حضور ﷺ کی کمان میں شامل ہوئے۔ حضور ﷺ کی عظمت کا اظہار ہے کہ آپ کی کمان میں فرشتے بھی کام کرتے ہیں ایک صحابی نے آواز سنی ''اقدم یا جزوم '' اے جزوم! آگے بڑھ حضور ﷺ نے فرمایا جزوم جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے۔ میدان بدر میں صحابہ نے فرشتوں کو عمامے باندھے انسانی شکل میں دیکھا۔ حضرت ابواسید نابینا ہو گئے تھے اور فرماتے تھے اگر میری نظر ٹھیک ہوتی تو میں تمہیں فرشتوں کے اترنے کا مقام دکھاتا۔

اس آیہ پاک میں بتایا گیا ہے کہ مشکلات میں بارگاہ قدس میں التجا دعا، آہ وزاری کام دیتے ہیں اس موقعہ پر دعا تو تنہا حضور فرما رہے تھے مگر قرآن مقدس نے فرمایا جب تم اپنے رب سے دعا مانگ رہے تھے چونکہ تمام صحابہ انہیں کہہ رہے تھے اس لئے یہ دعا پوری جماعت کی طرف منسوب کی گئی۔ اس آیہ مبارکہ میں ایک ہزار فرشتوں کے اترنے کا ذکر ہے، آل عمران کی ایک آیہ مبارکہ میں تین ہزار فرشتوں کے نزول کا ذکر ہے۔ اسی سورہ آل عمران میں ایک مقام پر پانچ ہزار فرشتوں کے نزول کا ذکر ہے۔ پیش نظر آیہ کریمہ میں فرشتوں کے اترنے کو اس طرح فرمایا گیا ''مردفین '' قطار در قطار آنے کا ذکر ہے، سورۂ آل عمران کی پہلی آیہ میں جس میں تین ہزار کا ذکر ہے ان کی صفت میں فرمایا گیا ہے ''منزلین '' یعنی فرشتے آسمان سے اتارے جائیں گے زمین کے فرشتے بھی یہ کام کر سکتے تھے مگر اہمیت فرمائی گئی آسمان کے فرشتے بھی ساتھ ہوں گے سورۂ آل عمران کی دوسری آیہ جس میں ارشاد ہے فرشتے پانچ ہزار ہوں گے ان کی صفت اس طرح

فرمائی گئی ''مسومین'' کہ وہ ایک خاص علامت کے ساتھ ہوں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے، بدر میں شامل ہونے والے فرشتے سفید عماموں کے ساتھ ملبوس تھے ترتیب یہی محسوس ہوتی ہے پہلا دستہ ایک ہزار کا، دوسرا دستہ تین ہزار اور تیسرا دستہ پانچ ہزار کا۔اس قدر فرشتوں کا نزول رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی عظمت کی دلیل ہے آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا ''ما النصر الا من عند الله '' مدد اللہ کی طرف سے ہی ہے وہ مدد کسی طرح کی ہو کسی طرف سے ہو کسی انداز سے ہو، کسی قدر ہو اللہ کی طرف سے ہی مانی جائے وہی غالب ہے وہی حکیم ہے۔

وصلی الله تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ يُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَ لِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ؕ﴿۱۱﴾

صدق الله العظيم

جب اُس نے تمہیں اونگھ سے گھیرا تو اس کی طرف سے سکون تھا اور آسمان سے تم پر پانی اُتارا کہ تمہیں اس سے صاف کر دے اور شیطان کی پلیدی تم سے دور کر دے اور تمہارے قدم جمائے (۱۱)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں مسلمانوں پر اس کرم کا ذکر تھا جو فرشتوں کے ذریعہ ہوا اور ان کی مدد ہوئی۔اس آیہ پاک میں ایمانداروں پر دوسرے کرم کا ذکر ہے جس سے انہیں جسمانی طور پر فائدہ پہنچا، اونگھ آئی جو سکون اور چین کا سبب بنی، بارش آئی جس سے راحت ملی۔روح البیان میں اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب اس طرح بیان کیا گیا کفار و مشرکین نے میدان بدر میں پہنچ کر اچھے علاقہ پر قبضہ کر لیا جو صاف تھا پانی والا تھا مسلمانوں کے حصہ میں ایسا علاقہ آیا جس میں پانی نہ تھا ریت والا تھا اس میں اچھی طرح چلا نہ جا سکتا تھا اس موقعہ پر شیطان انسانی شکل میں آیا اور مسلمانوں کو پکارنا شروع کیا کہ تم تو اپنے کو خدا کا مقرب قرار دیتے ہو

اور یہ بدر کا نظام دیکھو تمہارے لئے پریشان مسئلہ ہے علاقہ ریت والا ہے پانی ہے نہیں، صورت حال سے واضح ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کو شکست ہوگی کہ یہ پانی سے محروم ہیں، پیاسے مرجائیں گے اس پر مسلمانوں کو پریشانی ہوئی ادھر دریائے رحمت جوش میں آ گیا، موسلا دھار بارش ہوئی ریت جم گئی چلنا آسان ہو گیا صحابہ نے پانی جمع کر لیا حوض بنا لئے ادھر کفار والا حصہ پھسلن والا بن گیا چلنا مشکل ہو گیا مسلمانوں کو اللہ کے اس انعام پر بے حد خوشی ہوئی دل مطمئن ہو گئے، اس موقعہ پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں پر کئی انعامات کا ذکر فرمایا گیا ہے فرشتوں کا نزول، عین جنگ کے موقعہ پر اونگھ اور سکون بارش کا اترنا، طہارت کا ہونا، شیطانی وسوسوں سے پاک ہونا، حوصلہ بڑھانا، مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنا۔

حافظ حدیث ابو یعلیٰ نے نقل کیا ہے غزوۂ بدر کی رات ہم سارے امن وسکون سے سو گئے صرف محبوب ﷺ تھے جو ساری رات جاگتے اور نماز تہجد میں مصروف رہے، ابن کثیر نے نقل کیا ہے اس رات حضور ﷺ کو ایک لمحہ اونگھ آئی اور فوراً بیدار ہو کر ابو بکر سے فرمایا ابو بکر! تمہیں خوشخبری ہو یہ جبریل ٹیلہ کے قریب کھڑے ہیں آپ اپنے خیمہ سے باہر آئے اور یہ آیہ مبارکہ پڑھی "سیھزم الجمع و یولون الدبر " عنقریب دشمن کی جماعت ہار جائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی اس موقعہ پر نیند اور بارش نے میدان جنگ کا نقشہ بدل دیا اور وہ وسوسے ختم کرائے۔ جو بتقاضائے بشری پریشانی کا سبب بن رہے تھے اس جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو عزت بخشی اور کفار رسوا ہوئے جنگ سے پہلے حضور ﷺ نے مرنے والے کفار کے گرنے مرنے کے مقامات بتا دئے تھے کہ کون کہاں مرے گا؟ بعض لوگ کہتے ہیں کل کا پتہ نہیں موت کا پتہ نہیں کاش یہ بھی ساتھ کہہ دیں، ہاں جسے چاہتا ہے بتا دیتا ہے۔ بدر میں مرنے والوں کے نام مقام پہلے ہی بتا دئے گئے تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَٰٓئِكَةِ أَنِّي
مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي
فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا
مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ
شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٣﴾
ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ
النَّارِ ﴿١٤﴾

صدق الله العظيم

(اے محبوب!) جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھو عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈالوں گا تو کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کے ایک ایک جوڑ پر ضرب لگاؤ (۱۲) اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے (۱۳) یہ تو چکھو اور بے شک کافروں کیلئے آگ کا عذاب ہے (۱۴)

تفسیر

حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب! آپ بدر کے مجاہدین صحابہ کرام کو یہ بھی یاد دلاؤ کہ فرشتے ان کی مدد کیلئے بھیجے گئے تھے ہم نے فرشتوں سے کہا کہ اے فرشتو! تمہیں یہ شرف حاصل ہے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں فرشتو! اب تم صحابہ کی ہمت بڑھانا انہیں حوصلہ دلاؤ ان کے دلوں میں ڈالو کہ فتح انہیں کی ہے۔ تم صحابہ کو خوشخبری سناؤ ہم جنگ میں کفار کے دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت ڈال دیں گے۔ فرشتوں سے کہا تم جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر کفار کی گردنوں پر مارو، ان کے ہر جوڑ پر مارو تم انہیں یہ سزا اس لئے دو کہ انہوں نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی ہے جو اللہ اور رسول کا مخالف ہے اللہ اُسے سخت عذاب دیتا ہے بدر کا یہ عذاب تو اب چکھو آگ کا عذاب اس کے علاوہ ہے۔

بدر میں کفار کی رسوائی اسطرح ہوئی کہ ستر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ تفسیر خازن نے فرشتوں

کی مدد کا ایک واقعہ اس طرح ذکر کیا ہے: حضرت عباس بن عبدالمطلب کو حضرت ابوالیسر سلمی نے گرفتار کیا، حضورﷺ نے ابوالیسر سے پوچھا تم نے عباس کو گرفتار کیسے کیا؟ وہ تو بھاری جسم کے تھے تم کمزور ہو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ اس کام میں میری مدد ایک شخص نے کی جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ اب نظر آ رہا ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا تمہاری مدد فرشتے نے کی وہ فرشتہ تھا۔

تفسیر خازن میں فرشتوں کی مدد کا ایک اور واقعہ اس طرح درج ہے ابولہب نے ابن حارث سے بدر کے واقعات کا پوچھا کہ بتاؤ وہاں ہوا کیا؟ اس نے کہا مسلمانوں کے ساتھ سفید عمامے والے گھوڑوں پر سوار لوگ دیکھے گئے جنہیں پہلے کبھی نہ دیکھا تھا یہ سفید عماموں والے فرشتے تھے جو آسمان سے نازل ہوئے اور مسلمانوں کی مدد کرتے رہے۔ میدان بدر میں کفار و مشرکین کو جس شرمناک ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا یہ ان کی مسلسل چودہ پندرہ سالہ اسلام دشمنی کا نتیجہ تھا۔

بدر شریف کے مجاہدین کی ثابت قدمی ان کا خلوص ان کی جانبازی کے اثرات بعد میں ہونے والی جنگوں میں بھی کام آئے، جیسے جنگ موتہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی جبکہ قیصر کی فوج کی تعداد دو لاکھ تھی مگر صحابہ کی مختصر تعداد نے اسلام کے پرچم کو سر بلند رکھنے میں انتہائی جاں بازی کا مظاہرہ کیا اور دشمن کو شکست فاش دی۔ اندلس میں طارق علیہ الرحمہ کے سترہ سو مجاہدین نے اسلام دشمن ستر ہزار سے زائد افراد سے ٹکر لی اور انہیں برباد کیا انہیں کیفیات کا ظہور پاک و ہند کی ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھی نمایاں ہوا قرآن مقدس نے فرمایا ''کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن '' بہت مختصر جماعتیں اللہ کے فضل سے بڑی کثرت پر کامیاب ہوتی ہیں دنیا بھر میں ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ تھی انڈیا کے ۵۰۰ مسلح ٹینکوں نے حملہ کیا جن کے پاکستانی فوج نے پرخچے اڑا دیئے دشمن نے کثیر فوج ہونے کے باوجود ہمارے ۴۱۶ میل پر قبضہ کیا جبکہ پاکستان کی تھوڑی فوج ۱۶۷۰۲ مربع میل پر قابض ہوئی۔ شفقت بلوچ کی کمپنی نے جو ۹۰۰ / افراد پر مشتمل تھی ۹ گھنٹے تک دشمن کی ۲۷ ہزار فوج کو آگے نہیں بڑھنے دیا تھا پاکستانی مجاہدوں کی

ہمت سے انڈیا کے سارے خواب ادھورے رہ گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! جب کفر سے تمہارا مقابلہ ہو تو اُن سے پیٹھ نہ پھیرنا (۱۵) اور جو انہیں اُس دن پیٹھ دے گا مگر کسی جنگی چال کیلئے یا اپنی فوج سے ملنے کیلئے (کیا تو خیر) ورنہ وہ بے شک خدا کے غضب میں لوٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور بہت بُری جگہ ہے (۱۶)

تفسیر

میدان بدر میں فرشتوں کے نزول، صحابہ کی ثابت قدمی کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں فرمایا جارہا ہے کہ اللہ کے اس انعام کا شکریہ ہے کہ تم ثابت قدم رہو دشمن کو پیٹھ نہ دکھاؤ، بزدلی کا مظاہرہ نہ کرو۔ جنگ سے پیٹھ پھیرنے کی اس صورت میں اجازت دی گئی ہے کہ پیٹھ پھیرنے والا کوئی جنگی چال اختیار کرتا ہے بھاگا اور کافر نے سُستی اختیار کی کہ وہ تو بھاگ گیا ہے مگر یہ اسلامی سپاہی آکر اچانک اس پر حملہ کر کے اسے ہلاک کر دیتا ہے یہ ایک چال ہے دشمن سے ڈر کر بھاگنا نہیں" **الا ستحر فالقتال** "میں اسی کا ذکر ہے، یا بھاگنا اس صورت میں ہو یہ جگہ لڑنے کیلئے موزوں نہیں رہی تھی اور دوسری جگہ بھاگ کر چلا گیا جو جنگ کیلئے موزوں تھی اور پھر وہ دشمن سے لڑا اور کامیابی حاصل کی۔ حضرت عبداللہ ابن جبیر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی معنی کیا ہے ہم بھاگیں گے پھر لوٹیں گے اگر دشمن سے بھاگنا اس لئے ہے کہ اُسے غلطی میں مبتلا کریں اور پھر اچانک پلٹ کر حملہ کر دیں تو یہ حرج نہیں۔ اگر دشمن سے جان بچانے اور بزدلی دکھانے کیلئے بھاگا ہے تو یہ حرام ہے اگر کوئی جنگی چال اختیار کی ہے تو حرج نہیں اگر کوئی کفار کے مقابلہ سے جان بچانے کیلئے بھاگا تو

وہ اللہ کے غضب کا حقدار بن گیا اس کی یہ حرکت مسلمانوں کی کمزوری کا باعث بنے گی، بزدلی کا فروغ ہوگا قوم کی رسوائی ہوگی ایسے شخص کا آخرت میں ٹھکانا دوزخ ہے۔

ترمذی شریف میں عبد اللہ ابن عمر سے ایک روایت درج ہے آپ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا وہاں پر ہم کمزور ثابت ہوئے، پاؤں اکھڑ گئے شرم کے مارے مدینہ منورہ حضور کے دربار میں حاضر نہ ہوئے، آخر شرم لئے دربار رسالت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ! ہم دشمن سے بھاگ آئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں تم بھگوڑے نہیں اپنی پناہ گاہ میں آئے ہو، "بل انتم العکادون وانا فئتکم" تم بھاگنے والے نہیں بلکہ کمک حاصل کر کے دوبارہ حملہ کرنے والے ہو۔

حضور ﷺ کے اس ارشاد سے صحابہ کو سکون ملا، صاحب روح المعانی نے اسی عنوان کی ایک اور روایت نقل کی ہے میدان قادسیہ سے ایک شخص بھاگ آیا اور امیر المومنین عمر فاروق سے عرض کی میں ہلاک ہو گیا میں جنگ سے بھاگ آیا ہوں آپ نے ان الفاظ میں حوصلہ دیا، فرمایا تو اپنی پناہ گاہ میں آیا ہے میں تیری پناہ ہوں۔

آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو دشمن کے مقابلہ میں ہمت، ثابت قدمی اور حوصلہ سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے اگر کسی جنگی چال کیلئے دشمن کو ہلاک کرنے کیلئے بھاگنے کا کوئی طریقہ اختیار کیا تو اُسے جائز فرمایا گیا آیہ کے آخر میں ان لوگوں کی سزا کا ذکر کیا گیا جنہوں نے ان استثنائی حالات کے بغیر جنگ سے پیٹھ پھیر لی اور بھاگ گئے ایسے لوگوں کیلئے فرمایا وہ جہنمی ہیں اور ان کا ٹھکانا بہت بُرا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا (اے محبوب!) وہ خاک جو تم نے پھینکی تھی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی اور اس لئے کہ مسلمانوں کو اچھا انعام دیا بیشک اللہ سنتا جانتا ہے (۱۷) یہ اور بیشک اللہ کافروں کے داؤ کو سست کرنے والا ہے (۱۸)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو ارشاد تھا کہ دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا ہے پیٹھ نہیں دکھانا اب ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ ایمانداروں کی قوت استقامت، ہمت یہ سب کچھ اللہ کی عطا ہے اس کا فضل ہے مومنین فتح کے اعزاز کو اپنی ہمت قوت نہ سمجھ لیں اور اس پر فخر نہ کریں اللہ کے اس انعام پر شکر ادا کریں۔ اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، غزوۂ بدر میں کفار کے دو شخص حضور کے پاس لائے گئے آپ نے اُن سے پوچھا کفار کتنی تعداد میں ہیں انہوں نے کہا کافی تعداد ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس تعداد میں قریشی سرداروں میں کون کون ہیں؟ انہوں نے کئی سرداروں کا ذکر کیا جن میں عتبہ، شیبہ، ابوالخیری، ابن ہشام، حکیم، حارث، ابن عامر، طعمہ، نضر، عمر بن ہشام یعنی ابوجہل امیہ وغیرہ کے نام لئے حضور ﷺ نے فرمایا مکہ والوں نے اپنے سارے جگر پارے نکال پھینکے ہیں۔ پھر بارگاہ قدس میں عرض کی اے اللہ! تو نے جس فتح کا وعدہ فرمایا ہے وہ پورا فرما پھر آپ نے سیدنا علی المرتضٰی سے فرمایا مجھے ایک مٹھی مٹی دو آپ نے پیش کی اور حضور ﷺ نے ''شاھت الوجوہ'' فرما کر کفار کی طرف پھینکی وہ خاک سب کی آنکھوں میں پڑ گئی۔ یہ حضور ﷺ کا عظیم معجزہ تھا کہ وسیع رقبہ پر پھیلا ہوا لشکر دیکھنے سے معذور ہو گیا کوئی بیٹھا ہے کوئی کھڑا ہے کوئی لیٹا ہے مگر بینائی سب کی سلب ہو گئی۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہاتھ تمہارا تھا قوت ہماری تھی۔

مسلمانوں کا غلبہ ہو گیا، ستر کفار مارے گئے اور ستر ہی گرفتار ہوئے، اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی یہ کام تم نے نہیں کیا اللہ نے کیا ہے محبوب جب تو نے مٹی پھینکی تھی تو نے نہیں پھینکی اللہ نے پھینکی تھی صحابہ کو فخر کرنے سے روک دیا گیا اور صحابہ کو شکر کرنے اور اللہ کا احسان مند ہونے کی طرف متوجہ کیا۔

اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کا رب قدوس سے قرب کا بھی پتہ چلتا ہے محبوب جو مٹی تو نے پھینکی تھی وہ تو نے نہیں اللہ نے پھینکی تھی، مصطفیٰ کا کرنا اللہ کا کرنا ہے اس عنوان کو قرآن مقدس کے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ''ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ''وہ لوگ جو تیرے ہاتھوں پر بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ کے ہاتھوں پر بیعت کر رہے ہیں۔ ہاتھ مصطفیٰ کا تھا مگر طاقت خدا کی تھی ایمانداروں سے فرمایا دنیا کے انعامات ثواب حاصل کرو قیامت کو عظیم درجات اور بلند مقامات حاصل ہوں گے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا اللہ کافروں کے مکر و فریب کو سست کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں پر فتح بدر کے انعام کو ''بلاء حسن'' فرمایا۔ بلاء حسن اُسے کہا جاتا ہے جو راحت و دولت اور فتح و نصرت سے ہو۔ مسلمانوں کو شکر، عجز اور بارگاہ قدس میں انکساری کا درس دیا گیا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے تفسیر مظہری میں اس موقعہ پر کفار کی ایک دعا کا ذکر کیا ہے کہ مکہ چلتے وقت کفار نے غلاف کعبہ کو پکڑ کر دعا کی، اے اللہ! ہم دونوں جماعتوں میں جو حق پر ہے شریف ہے جو دین افضل ہے اسے فتح سے نواز جاہلوں نے سمجھا کہ مسلمانوں سے ہم افضل ہیں یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ دعا اُن کے اپنے لئے بددعا ہے اور مسلمانوں کے حق میں دعا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَأَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾

صدق الله العظیم

اے کفار! اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو یہ فیصلہ تم پر آ چکا اگر تم کفر سے باز آ جاؤ تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم نے پھر بھی حرکت کی تو ہم پھر سزا دیں گے اور تمہارا گروہ کتنا ہی زیادہ ہو تمہارے کام نہ آئے گا اور بے شک اللہ مومنوں کے ساتھ ہے (۱۹)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں فتح بدر کا ذکر تھا اب فرمایا جا رہا ہے کہ ہم ایمانداروں کو آئندہ بھی کامیابیاں دیتے رہیں گے۔ خازن، روح البیان نے اس آیہ کے اترنے کا سبب یہ بیان کیا ہے، کفار نے کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعا کی اے اللہ! ہمارا دین پرانا ہے محمد (ﷺ) کا دین نیا ہے جو ہم میں سے حق پر ہے اُسے فتح دے۔ انہوں نے غلاف پکڑ کر کہا تھا کہ اے اللہ! اس کی مدد کر جو ہم دونوں میں زیادہ مہمان نواز ہے جو زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے، جو قیدیوں کو زیادہ آزاد کرانے والا ہے اگر محمد حق پر ہیں تو انہیں فتح دے کفار سے کہا جا رہا ہے کہ جو تم نے دعا مانگی تھی قبول ہو گئی۔

تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کفار کی اپنی کی ہوئی دعا انہیں لے ڈوبی اس کی وضاحت کی گئی کہ تمہاری خواہش کے مطابق فیصلہ تمہارے سامنے آ گیا حق والوں کو فتح ہوگئی اور تم جھوٹے تھے مار کھا گئے اگر تم اب بھی نبی کریم ﷺ کی مخالفت سے باز آ جاؤ تو بچ جاؤ گے اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رہو گے اگر تم نے پھر اپنی بُری حرکتیں شروع کیں تو ہم بھی پھر بدر والی سزا دیں گے تمہیں تمہاری جماعت ہمارے غضب سے بچا نہ سکے گی خواہ کتنی ہی بڑی جماعت کیوں نہ ہو جیسے تم نے بدر میں دیکھا تمہاری بڑی مسلح قوت کو چند افراد نے رسوا کر دیا یہ یاد رکھو اللہ کا کرم مومنوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

جنگ بدر حق و باطل کا معرکہ تھا اللہ نے حق کو فتح دی، باطل مار کھا گیا۔ آیہ مبارکہ سے یہ بات بھی

واضح ہورہی ہے کبھی کافر کی دعا بھی قبول ہوجاتی ہے جیسے اس واقعہ میں ہوئی۔ یہ بات بھی واضح ہورہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں پر مہربان ہے انہیں فتح سے نوازتا رہے گا۔

آیہ مبارکہ سے اللہ تعالیٰ کا ایمانداروں کے ساتھ ہونا واضح ہورہا ہے جس قدر ایمان مضبوط ہوگا رب تعالیٰ کا ساتھ ہونا زیادہ واضح ہوگا اللہ قادر مطلق ہے ایمانداروں کے ساتھ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾

صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اس سے پھرو نہ حالانکہ تم سنتے ہو (۲۰) اور اُن جیسے نہ ہوجانا جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا ہے مگر سنتے نہیں (۲۱)

تفسیر

ایمانداروں کو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے روکا جارہا ہے گویا ایمان والوں کو ایمان پر مضبوط رہنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ بتایا جارہا ہے کہ میدان بدر کی فتح تم پر اللہ کا احسان ہے تم نے یہ جنگ اللہ کے فضل سے جیتی، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے کامیابی ہوئی۔ اطاعت کے اس ضابطہ کو کہیں بھول نہ جانا یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کے انعامات کی حفاظت اس طرح ہوگی کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو نہ چھوڑو۔ قرآن مقدس تمہیں اطاعت کا حکم دیتا ہے مگر تم سنتے ہوئے جانتے ہوئے اطاعت سے پھرے تو اللہ کی طرف سے سزا پاؤ گے مزید فرمایا گیا تم ان منافقین کی طرح نہ ہوجانا جو زبان سے کہتے ہیں ہم نے قرآن سن لیا حکم جان لیا مگر حقیقت یہ ہے انہوں نے نہ کچھ سنا ہے نہ جانا ہے اگر وہ سن لیتے اور جان لیتے تو حضور ﷺ پر اعتراض نہ کرتے۔

قرآن پاک میں عیب نہ نکالتے اُن کا سننا محض دھوکہ دینے کیلئے ہے ایسا سننا دراصل نہ سننا ہی ہے وہ

کفار ومشرکین جو مسلمانوں کی ریاست میں رہتے ہیں اُن پر مسلمان ملک کے سیاسی ملکی احکام کی اطاعت بہر حال لازم ہے ہاں وہ اپنے مذہبی عقائد ومعاملات اپنی عبادت گاہوں کے اندر کرنے کے مجاز ہیں۔ اسلامی ریاست میں کھلے بندوں سر عام اپنے کفر وشرک کا چرچا نہیں کر سکتے۔

آیہ مبارکہ میں ارشاد ''لا تولوا عنہ'' واضح ہو رہا ہے، مومن کو چاہئے وہ ہر حالت میں حضور کی طرف متوجہ رہے۔ آیہ مبارکہ میں عمل کے بغیر وعظ ونصیحت کے سننے کو نہ سننا فرمایا گیا ہے جس سے بچا جائے۔ اس آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ حضور کی اطاعت واجب ہے آیہ مبارکہ میں اس کا ذکر نہیں فرمایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا کون سا حکم مانوں۔ عام حکم ہے لہذا حضور کا ہر حکم ماننا واجب ہے اس سے اعراض کرنا حرام ہے ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ جنگ میں شمولیت بظاہر تکلیف دہ مسئلہ ہے گھر چھوڑنا، بچوں سے دور ہونا، زخموں سے چور ہونا، سر کٹانا، مشکلات میں مبتلا ہونا، چونکہ یہ ساری چیزیں بڑی بھاری ہیں تو فرمایا جا رہا ہے اگر چہ یہ کس قدر مشکل اور بھاری کام ہے تم پر اطاعت لازم ہے میدان میں آؤ۔

قرآن مقدس نے اس عنوان کو دوسری جگہ اس طرح بھی ارشاد فرمایا ہے ''من یطع الرسول فقد اطاع اللہ'' جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اللہ کی اطاعت کر لی۔ منافقین کی عادات سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے وہ لوگ ظالم ہیں اور ظالم کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے بھی روک دیا گیا ہے ''فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین'' پتہ چل جانے کے بعد ظالموں سے بیٹھ اُٹھ بھی مت کرو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾

بے شک اللہ کے نزدیک بدترین جاندار وہ لوگ ہیں جو بہرے گونگے ہیں عقل سے کام نہیں لیتے (۲۲) اگر اللہ کے علم میں ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ انہیں ضرور سنا دیتا اور اگر وہ سنا دیتا تو وہ اعراض کرتے اور پیٹھ پھیر لیتے (۲۳)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں منافقین کے نہ سننے کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں ان کے بدترین مخلوق ہونے کا ذکر ہے حضورﷺ سے فرمایا جارہا ہے اے محبوب! جو لوگ حق سننے سے بہرے ہوں اور بولنے سے گونگے ہوں، حق سمجھنے سے بے عقل ہوں وہ سارے کے سارے جانوروں سے بھی بدتر ہیں اُنہیں اللہ نے حواس دیئے عقل دی مگر انہوں نے ان عطیات کو صحیح خرچ نہ کیا ان میں خیر کی توفیق ہی نہیں۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا ایک مرتبہ کفار مکہ نے حضورﷺ سے کہا اگر آپ اللہ کے سچے رسول ہیں تو ہمارے بزرگ جو دنیا سے چلے گئے انہیں زندہ کر دیں اور وہ آپ کی گواہی دیں کہ آپ سچے رسول ہیں ہم مان جائیں گے۔ اس آیہ کریمہ میں فرمایا جارہا ہے اے محبوب! ان لوگوں میں خیر ہے ہی نہیں اگر اللہ ان میں توفیق جانتا اور ان کے مطالبات پورے کر بھی دیتا ان کے بڑے زندہ ہو جاتے اور وہ گواہی بھی دے دیتے یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے، یہ عظیم معجزہ دیکھ کر بھی انکار کر جاتے اور اُسے جادو کہہ کر انکار کر دیتے۔ ان لوگوں نے حضورﷺ کے بے شمار معجزات دیکھے پتھروں نے کلمہ پڑھا انہوں نے سنا پھر بھی نہ مانے اگر ان کے بڑے زندہ بھی ہو جائیں اور آپ کے حق کی گواہی بھی دے دیں یہ پھر بھی نہ مانیں گے۔

آیہ مبارکہ میں ایسے لوگوں کو جانوروں سے بھی بدتر فرمایا گیا ہے انسان عقل سے محروم ہو تو جانوروں سے بھی بدتر ہے کفار ظاہری عقل رکھتے تھے مگر دین سے انکاری تھے اس لئے انہیں بہرے گونگے کہا گیا۔

آیہ مبارکہ میں کفار کو جانور چوپائے کہا گیا کہ وہ جانوروں کی طرح ہیں کہ نصیحت حاصل نہیں کرتے کسی وعظ ونصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے نہ سچ بولتے ہیں نہ سچ کا اقرار کرتے ہیں۔ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ان میں بھلائی ہوتی تو وہ انہیں ضرور سنادیتا، اگر وہ ان میں اچھائی جانتا تو ان کے ذہنوں، دماغوں میں اس کی سمجھ پیدا کردیتا ان میں کوئی خیر نہیں یہ لوگ جاننے کے باوجود فائدہ حاصل نہیں کریں گے۔انہیں دلائل سنا بھی دیتا تو بھی یہ اعراض کرتے اور منہ پھیر لیتے۔

آیہ مبارکہ کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ کے نزدیک بدترین چوپائے وہ ہیں جو حق کو سننے سے بہرے اور قبول کرنے سے گونگے ہیں اس آیہ کریمہ میں انسانی عظمت کا ذکر ملتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور کائنات بھر کا مخدوم ہے یہ انعام اللہ کی اطاعت میں مضمر ہے اگر انسان اپنے عمل اطاعت، فرمانبرداری میں کوشش کرتا ہے تو فرشتوں سے بھی افضل واعلیٰ ہو جاتا ہے۔اگر اطاعت سے منہ پھیر لیتا ہے تو جانوروں سے بھی بدتر ہوتا ہے فرمایا جارہا ہے جولوگ سننے بولنے سے فائدہ نہیں اٹھاتے اگرچہ وہ صورتوں میں انسان دکھائی دیتے ہیں مگر درحقیقت انسانیت سے دور ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیرتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لئے حیات ہو اور یقین رکھو کہ انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ حائل ہے اور بے شک تم اس کی طرف اٹھائے جاؤ گے (۲۴)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں منافقین کو باوجود عقل زبان رکھنے کے گونگے اور بہرے فرمایا گیا اب اس آیہ پاک میں ایمانداروں کو حکم دیا جارہا ہے کہ تم اپنی ہر طاقت کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں خرچ کرو۔ اس کے بلانے پر فوراً حاضری دو، ایمانداروں کو حکم دیا جارہا ہے کہ اللہ کا قرب اللہ اور اس کے رسول کے احکام ماننے میں ہے۔ اس آیہ پاک میں جس حیات کا ذکر فرمایا گیا ہے اس میں علماء کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔ سدی کہتے ہیں وہ حیات بخش ایمان ہے، قتادہ فرماتے ہیں وہ قرآن ہے، جس میں دنیا و آخرت کی زندگی مضمر ہے مجاہد فرماتے ہیں وہ حق ہے، ابن اسحاق فرماتے ہیں اس سے مراد جہاد ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عزت بخشی ہے یہ وہ امور ہیں جن سے دل زندہ ہوتا ہے۔ اس آیہ پاک میں بارگاہ رسالت کا احترام سکھایا جارہا ہے جب تمہیں اللہ یعنی رسول اللہ بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ، نماز پڑھ رہے ہو یا کوئی اور کام کر رہے ہو اس لئے کہ رسول اللہ کا تم پر احسان ہے وہ تمہیں زندگی بخشتے ہیں کہ تمہیں ایمان، ایقان، عرفان سب کچھ اسی دروازہ سے ملا ہے فوراً حاضری میں حکمت یہ ہے کہ کیا خبر دیر کرنے میں موت آجائے گی کیا خبر شیطان ورغلائے اور نافرمانی ہو جائے لہذا جونہی محبوب بلائیں فوراً حاضری دو، تمہاری مصروفیت کوئی بھی کیوں نہ ہو۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا، حضرت سعید بن معلیٰ فرماتے ہیں میں مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا میں نے جواب نہ دیا، نماز سے فارغ ہو کر میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ حاضری میں دیر ہو گئی، میں نماز پڑھ رہا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر فوراً حاضری دو دوسری حدیث شریف میں ہے کہ یہ واقع ابی بن کعب کو پیش آیا۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں حضور ﷺ حضرت کعب کے پاس تشریف لے گئے وہ نماز میں مصروف تھے آپ نے بلایا حضرت ابی حاضر نہ ہو سکے، نماز جلدی ختم کی اور حاضری دی سلام عرض کیا حضور نے فرمایا کعب

تمہیں حاضری سے کس شی نے روکا،عرض کی نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ وحی نازل کی ہے کیا تم نے یہ نہیں پڑھا اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاؤ۔(ترمذی شریف)

اس حدیث شریف کی روشنی میں فقہاء نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ کی اطاعت سے نماز میں جو کام بھی کریں خلل واقع نہیں ہوتا،آیہ کریمہ کے آخری حصہ تعمیل حکم میں جلدی کی وجہ بیان فرمائی گئی کہ جب کبھی ایسی صورت پیش آئے تو حکم کی تعمیل فوری کرو۔اس موقعہ کی غنیمت جانو کہ رسول اللہ بلا رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو دیر ہو جائے،کامیابی نہ ہو،بیماری لاحق ہو جائے،موت آجائے وغیرہ۔یہ بھی معنی ہے کہ دل اللہ کے تصرف میں ہے کہیں اس تعمیل میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو جائے،اسی وجہ سے حضور ﷺ اپنی دعاؤں میں اکثر پڑھا کرتے تھے۔''یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک ''اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے فرض نماز میں بھی رسول اللہ کے بلانے پر حاضر ہونا واجب ہے، قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ کی تفسیر مظہری میں یہ عبارت بھی ہے''اجابۃ الرسول لا یقطع الصلوۃ '' رسول اللہ کو نماز میں جواب دینا نماز کو نہیں توڑتا۔اس آیہ مبارکہ میں''اذا دعــا کم '' کا نکتہ بھی سمجھ لینا چاہئے۔

آیہ کریمہ میں حکم ماننے کا ذکر دو ذوات قدسیہ کے بارہ میں ہے کہ جب تمہیں اللہ اور رسول اللہ بلائے تو فوراً حکم مانو مگر دونوں کے ذکر کے بعد'' دعــا کم '' کا صیغہ واحد کا ہے۔دو کیلئے تثنیہ کا صیغہ ہوتا ہے یہاں واحد کا صیغہ ہے،واحد کا صیغہ''دعا'' ذکر کر کے فرمایا جا رہا ہے اللہ اور اس کے رسول کا بلانا کوئی الگ الگ مسئلہ نہیں یہ ایک ہی دعوت ہے اس لئے یہاں تثنیہ کی ضرورت نہیں،واحد کا صیغہ ہی کافی ہے۔ اس ارشاد میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کا قرب واضح ہو رہا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

صدق اللہ العظیم

اوراس عذاب سے ڈرتے رہو جوصرف انہیں کو نہیں پہنچے گا جوتم میں سے ظالم ہیں اور یقین رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (۲۵) (اس وقت کو یاد کرو) جب تم کم تعداد میں تھے زمین میں کمزور تھے تم ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں فنا کردیں گے تو اللہ نے تمہیں پناہ دی اور اپنی نصرت سے قوت عطا کی اور پاک چیزوں سے تمہیں روزی دی تا کہ تم شکرادا کرو (۲۶)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، ایک موقعہ پر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بہت محبت سے باتیں کررہے تھے حضور ﷺ نے فرمایا زبیر کیا تم علی سے محبت کرتے ہو؟ عرض کی یارسول اللہ! ایسی محبت کرتا ہوں جیسی بچوں سے کی جاتی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا زبیر! وہ کیسا وقت ہوگا جب تم علی سے جنگ کروگے۔

تفسیر خازن میں ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے کہ یہ آیہ کریمہ ان فتنوں کے متعلق نازل ہوئی جن کے متعلق حضور ﷺ نے خبر دی تھی کہ بیٹھا رہنے والا کھڑا رہنے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا رہنے والا دوڑنے والے سے۔ اس غیبی خبر پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے ہمارے اس دور میں بمباری کے فتنہ کا ذکر فرمایا ہے بموں کی مصیبت سے بچنے کیلئے یہ فارمولا بتایا گیا ہے کہ بمباری کے دوران بیٹھنے والا کھڑا رہنے والے سے زیادہ محفوظ ہوگا اور کھڑا رہنے والا دوڑنے والے سے زیادہ محفوظ ہوگا۔

اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو متنبہ کیا جارہا ہے کہ ہمیشہ فتنوں سے ڈرتے رہو جوصرف مجرم کو ہی نہیں

لیتے بلکہ غیر مجرم بھی زد میں آجاتے ہیں۔اور یہ خیال رکھو اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے اللہ کے اس فضل کو یاد رکھو پہلے تم تھوڑے تھے اور دشمن تمہیں کمزور سمجھتے تھے اور تمہیں ہر لحہ یہ خطرہ رہتا تھا کہ دشمن تمہیں برباد کردے گا اللہ نے تم پر یہ کرم کیا کہ تمہیں ٹھکانا بخشا یہ بھی فضل فرمایا کہ تمہیں غیبی مدددی۔ یہ بھی انعام فرمایا کہ تمہیں حلال روزی بخشی تم ہماری طرف سے ان سارے انعامات پر فخر نہ کرو، شکرادا کرو کہ تمہیں کس قدر انعامات سے نوازا۔

یہ بھی یاد رہے کہ کبھی مجرموں کے ساتھ غیر مجرم بھی پکڑ میں آجاتے ہیں جب لوگ خود تو گناہ نہیں کرتے مگر دوسروں کے گناہوں پر راضی ہوتے ہیں یا گناہوں کو روکنے کی طاقت رکھتے ہوں مگر روکیں نہ۔ عدی ابن عدی سے ایک روایت ملتی ہے حضورﷺ نے فرمایا جب یہ حالت ہوجائے کہ لوگ کھلے بندوں گناہ کریں اور روکنے کی طاقت رکھنے والے انہیں روکیں نہ تو اللہ کی طرف سے عذاب عام میں نہ روکنے والے بھی آجاتے ہیں جیسے کشتی میں بیٹھا کوئی شخص تختہ توڑتا رہے اور دیکھنے والے اسے روکتے نہیں تو ظاہر ہے کشتی کا تختہ ٹوٹ گیا تو کشتی میں پانی بھر جائے گا جس کے نتیجہ میں سبھی کشتی والے ڈوب جائیں گے کشتی کا تختہ توڑنے کا کام تو ایک نے کیا مگر باقی سارے لوگ اس کے جرم پر خاموش رہے تو مار کھا گئے نیک لوگوں کو چاہئے کہ وہ برا کام دیکھیں تو روکیں ورنہ خطرہ ہے۔اس عذاب میں یہ بھی مبتلا ہوجائیں گے۔ عارف رومی فرماتے ہیں ''از زنا افتد بلا اندر جہات'' زنا سے مصیبتیں عام نازل ہوجاتی ہیں، زانی کوئی ہے مصیبت میں کچھ اور بھی مبتلا ہوگئے کہ انہیں روکتے نہیں تھے۔

وہ علماء حضرات بھی سبق سیکھیں جو گناہ کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرتے ہیں کوئی بات نہیں یہ لوگ خود بخود ٹھیک ہوجائیں گے۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہورہا ہے حلال پاک خوراک اللہ کا بہت بڑاانعام ہے حلال رزق تھوڑا ہی ہو تو برکت ہے حرام وافر بھی ہو تو بے برکتی ہے خسارہ ہے تنگی ہے۔ بکری ایک یا دو بچے جنتی ہے اور بکرے روزانہ لاکھوں ذبح ہوتے ہیں پھر بھی بے شمار ریوڑ دکھائی دیتے ہیں، کتیا کئی بچے جنتی ہے

انہیں کھانے والا بھی کوئی نہیں مگر ریوڑ نظر نہیں آتے کہ یہ حرام ہیں بکریوں کے ریوڑ دکھائی دیتے ہیں کہ یہ حلال ہیں۔

آیہ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تمہیں بہترین ٹھکانہ دیا فتح سے نوازا، رزق حلال عطا کیا تعداد میں کم تھے پھر بھی حوصلہ سے سرفراز کیا تمہارا خطرہ دور کیا کہ تمہیں دشمن برباد کردے گا یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔ مسلمانوں کی یہ صورتحال ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں تھی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! اللہ اور رسول (ﷺ) سے خیانت نہ کرو اور نہ ہی اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم جانتے ہو (یہ کام برا ہے) (۲۷) اور جان لو بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب فتنہ ہے اور بے شک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے (۲۸)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ایمانداروں پر کئی انعامات کا ذکر فرمایا گیا اور شکر کرنے کا فرمان دیا گیا، اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو حرام کاری برائی اور خیانت سے باز رہنے کا حکم دیا جارہا ہے مال اولاد کو فتنہ فرمایا جارہا ہے کہ لوگ محتاط رہیں۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب تفسیر خازن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے حضور ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی ابولبابہ رضی اللہ عنہ یہود مدینہ بنو قریظہ کے محلے میں رہتے تھے غزوۂ خندق کے بعد حضور ﷺ نے بنو قریظہ کا کئی دن محاصرہ رکھا انہوں نے صلح کرنا چاہی حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو سعد بن معاذ ہمارے اور تمہارے درمیان حاکم بنالو وہ جو فیصلہ کردیں ہم سب کو منظور ہوگا۔ بنو قریظہ نے کہا ابولبابہ کو ہمارے

ہاں بھیج دیا جائے ہم مشورہ کر لیتے ہیں، یہ اس لئے کہا گیا کہ بال بچے انہیں کے محلّہ میں رہتے تھے۔ آپ نے ابولبابہ کو ان کے پاس بھیج دیا، بنو قریظہ نے ابولبابہ سے پوچھا اگر سعد بن معاذ کو ہم حاکم مان لیں تو وہ کیا فیصلہ کریں گے؟ جناب ابولبابہ نے اپنی گردن پر انگلی پھیری یعنی وہ تم سب کو قتل کر دیں گے۔ یہ اشارہ اس لئے کیا کہ بنو قریظہ ابولبابہ کے بال بچوں کا خیال رکھیں قتل کا اشارہ کرنے کے بعد فوراً خیال آ گیا کہ میں نے راز ظاہر کر دیا ہے حضورﷺ کے حکم کی خیانت کی ہے فوراً مسجد نبوی شریف میں آئے اور اپنے کو ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا اور کہا جب تک حضور مجھے نہیں کھولیں گے اپنے آپ کو باندھے رکھوں گا نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا، میں نے بڑا قصور کیا ہے۔ یہ بات بارگاہ رسالت میں پہنچی حضورﷺ نے فرمایا اگر ابولبابہ سیدھے میرے پاس آ جاتے تو میں معافی کی دعا کر دیتا اب وہ اللہ کی طرف سے فیصلہ کا انتظار کریں، ابولبابہ سات دن بھوکے پیاسے ستون سے بندھے رہے غشی طاری ہوگئی اب ان کی توبہ قبول ہوئی حضورﷺ نے آ کر اپنے ہاتھ سے کھولا۔

اس واقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں ان میں ایمانداروں کو اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ تمہاری ساری قوتیں اللہ کی امانتیں ہیں انہیں غلط راہوں پر خرچ نہ کرنا، پھر آپس میں ایک دوسرے کی امانتوں میں خیانت سے بچنا۔ مسلمانوں کے مال جان عزت یہ سب امانتیں ہیں اس سلسلہ میں جو کوتاہیاں ہوئیں تو مال اولاد کے خیال کے پیش نظر ہوئیں۔ فرمایا تمہارے مال تمہاری اولاد فتنہ ہے، بچو محتاط رہو کہیں مال اولاد کی محبت میں پھنس کر خدا اور رسول سے دور نہ ہو جانا مال اولاد کے مقابلہ میں رضاء الٰہی حاصل کرو اور اس کے پاس جو عظیم اجر ہے حاصل کرو۔ خیانت کرنے والوں کو آمنوا کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ گناہ کے باعث بندہ کافر نہیں ہوتا یہ بھی پتہ چلا خیانت بدترین جرم ہے۔

خدا اور مصطفیٰﷺ کے احکام نہ ماننا بھی خیانت ہے۔ مال اولاد کو فتنہ فرمایا گیا حضرت ابولبابہ سے

جو یہ غلطی سرزد ہوئی تو اس کا سبب مال اولاد ہی ہے کہ آپ کے بال بچے بنو قریظہ کے محلّہ میں تھے ان کی وجہ سے سعد بن معاذ کے حاکم بننے کو قتل سے تعبیر کیا۔ مسجد نبوی شریف میں ستون ابولبابہ بطور یادآج بھی ہے لوگ اپنے گناہوں کی معافی کیلئے اس ستون کے پاس نوافل عبادت کرتے ہیں، حاضرین کا جم گھٹا رہتا ہے اور وہاں توبہ کرنے میں سکون نصیب ہوتا ہے۔ آیہ کریمہ میں امانت داری کی عظمت کا پہلو بھی واضح ہے یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے حضور ﷺ اعلان نبوت سے پہلے ہی بڑے امین مشہور ہوئے۔

جس دن ابولبابہ کی توبہ قبول ہوئی اس دن آپ حضرت ام سلمہ کے گھر تھے آپ فرماتی ہیں سحری کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسکراتے دیکھا عرض کی حضور آپ ہمیشہ خوش رہیں آج کوئی خاص بات ہے فرمایا ابولبابہ کی توبہ قبول کرلی گئی ہے عرض کی حضور! اجازت ہو تو میں خبر دے دوں فرمایا دے دو، یہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ابولبابہ تمہیں مبارک ہو تمہاری توبہ قبول ہوگئی ہے پھر صبح کی نماز کے وقت حضور ﷺ نے خود کھولا، ہر نماز کے وقت ان کی بیوی یا بیٹی کھول دیتی تھی نماز کے بعد پھر اپنے کو باندھ لیتے تھے۔ اللہ سے خیانت کا معنی ابن عباس اس طرح فرماتے ہیں کہ اللہ کے فرائض میں کوتاہی کرے اور رسول اللہ ﷺ سے خیانت کا معنی فرماتے ہیں حضور کی سنت سے رُخ پھیر لے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں اچھی طرح جان لو اللہ کا دین امانت ہے اس کے فرائض کی ادائیگی اور حدود کی پابندی کا تمہیں امین بنایا گیا ہے ہر فرد کو چاہئے اپنی ذمہ داریوں کو صحیح نبھائے، امانت کا تقاضا ہے کہ ہر ایک کے حق ادا کئے جائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں کفار سے الگ اور ممتاز کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے (۲۹)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں مسلمانوں کو گناہوں سے بچنے خیانت سے رُکنے، بدعملی سے دور رہنے کا حکم دیا گیا تھا اس آیہ کریمہ میں انعامات کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اگر تم برائیوں سے بچو گے تو تمہیں ان انعامات سے نوازا جائے گا۔ کفار سے ممتاز ہو گے، گناہ مٹا دئے جائیں گے، معافی دے دی جائے گی اس کا بڑا فضل شامل حال ہوگا۔

اس آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کیلئے کئی خصوصی انعامات کا ذکر فرمایا گیا ہے ایمان والو! اگر تم خدا سے ڈرتے رہے، حکم مانتے رہے تو تمہیں کئی انعامات سے نوازا جائے گا۔ پہلا انعام یہ ہوگا کہ تمہارے دل نور ایمان سے اس قدر طاقتور ہو جائیں گے کہ کسی کو دیکھتے فوراً حق و باطل کا فرق کر لیا کریں گے تمہارے دل اس قدر روشن و منور ہوں گے کہ سامنے والے کا عکس جیسا بھی ہوگا فوراً دل میں جائے گا اور تم حق و باطل کا فرق کر لیا کرو گے زندگی کے بڑے بڑے فیصلے مشکل مراحل تم خود ہی جلدی سے طے کر لیا کرو گے تم پر دوسرا انعام یہ ہوگا کہ تمہیں بخش دے گا۔ تیسرا انعام وہ بڑے فضل کا مالک ہے تمہیں بڑے فضل سے نوازے گا۔ چوتھا انعام یہ ہوگا کہ تمہاری خدا خوفی، تقویٰ و پرہیز گاری سے تمہارے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔

آیہ مبارکہ کا آغاز ''آمنوٗ'' سے فرمایا گیا معلوم ہوا دین میں مرکزی مقام ایمان کا ہے اگر ایمان ہے تو باقی اعمال قبول ہوں گے ورنہ نہیں کفار جو صدقہ خیرات کرتے ہیں سبیلیں لگاتے ہیں مسافروں کیلئے سرائے بنواتے ہیں ان تمام اعمال کا صلہ انہیں دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے آخرت میں کچھ نہیں ایماندار کا دل مرکز

انوار وتجلیات بن جاتا ہے خدا کا خوف اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے جسے عطا ہو جائے تو کائنات بھر کی چیزیں اس سے ڈرتی ہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ اپنا ایک واقعہ فرماتے ہیں وہ جنگل میں تھے ایک آدمی کو دیکھا وہ شیر پر سوار ہے آپ فرماتے ہیں یہ عجیب منظر دیکھ کر میں گھبرا گیا شیر سوار آدمی نے میری حالت کو بھانپ لیا اور کہا

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ   کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

تو خدا کے حکم سے گردن مت پھیر، کائنات تیرے تابع فرمان ہو جائے گی اور اس کردار کا مالک بندہ اپنی ایماندارانہ فراست سے ہر فرد کے حال کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ''ایماندار کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔ فراست مومنانہ وہ نعمت ہے جس سے دل ہر برے کام سے متنفر ہوتا ہے اور اچھے کام کو پسند کرتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب!) یاد کرو جب کفار تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا تجھے نکال دیں مکر کرتے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرماتا ہے اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے (۳۰)

تفسیر

پہلی آیات میں مسلمانوں پر اللہ کے فضل وکرم کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں حضور ﷺ پر خاص انعام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، جب مسلمان ایک ایک کر کے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے دوسرے علاقوں میں جانے لگے تو کفار جل بھن گئے کہ یہ لوگ دوسرے علاقہ میں امن سے رہنے لگے ہیں اور ہمارے قابو سے نکل گئے ایک حج کے موقعہ پر مدینہ منورہ کے انصار نے حضور کے دست حق

پرست پر بیعت کی ، یہ واقعہ سن کر کفار اور زیادہ جل گئے کہ ایک دن کفار نے اس معاملہ سے نمٹنے کیلئے میٹنگ بلائی کفار کے سرکردہ لوگ اس میں شامل ہوئے۔ابو جہل ،ابوسفیان ،عتبہ،شیبہ،ابن عدی،نضر بن حارث،ابن ہزام، زمعہ بن اسود وغیرہ ان سب میں سرکردہ مہان اُمیہ بن خلف تھا۔ یہ سارا واقعہ تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری میں محمد بن اسحاق، امام احمد اور ابن جریر نے نقل کیا ہے اس سیلاب کو روکنے کیلئے تجاویز پیش ہوئیں اگر مسلمانوں کا مرکز مدینہ منورہ بن گیا تو یہ ہمارے خلاف محاذ بنالیں گے اور ہم پر حملہ کر سکتے ہیں ہوسکتا ہے محمد ﷺ بھی چلے جائیں اور پھر اسلام مضبوطی سے پھیلنا شروع ہوجائے۔

دارالندوہ میں یہ میٹنگ شروع ہوئی ہی تھی کہ ابلیس لعین بھی ایک بوڑھے نجدی کی شکل میں دروازہ پر آ گیا اور کہا میں نجد کا باشندہ ہوں پتہ چلا ہے تم ایک اہم مشورہ کر رہے ہو، ہوسکتا ہے میں کوئی اچھا مشورہ دے دوں لوگوں نے اندر بلالیا۔ابن ہشام نے مشورہ دیا کہ محمد (ﷺ) کو زنجیروں میں جکڑ کر بند کر دیا جائے وہ اندر ہی اپنی موت مرجائیں (معاذاللہ) شیخ نجدی نے کہا یہ رائے صحیح نہیں یہ بات چھپ نہیں سکے گی ان کے رفقاء جمع ہوکر ہم پر حملہ کر دیں گے اور اپنا قیدی چھڑالیں گے،لوگوں نے کہا شیخ نجدی کی بات درست ہے ابوالاسود نے رائے دی انہیں مکہ سے نکال دیا جائے باہر جا کر جو چاہیں کریں شیخ نجدی نے کہا یہ بھی ٹھیک نہیں کہ وہ باہر جا کر اپنے نظام کو مضبوط کرلے گا لوگ اس کی باتوں پر اثر کریں گے ابو جہل نے کہا میری تجویز یہ ہے ہم سارے نوجوانوں کو اکٹھا کر کے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیں اس طرح اس سے نجات مل سکتی ہے اگر بنو ہاشم نے خون کا مطالبہ کیا تو تمام نوجوانوں پر قتل کا فیصلہ نہیں ہوگا آخر وہ خون بہا کا فیصلہ ہی ہوگا وہ ہم سب مل کر ادا کر دیں گے۔ شیخ نجدی نے اس رائے پر خوشی کا اظہار کیا ابلیس لعین نے کہا یہی رائے قابل عمل ہے اور کہا یہ کام آج رات ہی ہوجانا چاہئے اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ حضور کو فرمادیا کہ آج آپ اپنے بستر پر آرام نہ کریں اور بتادیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے ادھر مشورہ کے مطابق کفار نے حضور ﷺ کے مکان کا محاصرہ کرلیا، رسول اللہ ﷺ

نے حضرت علی سے فرمایا آج آپ کے بستر پر وہ لیٹ جائیں۔

حضرت علی المرتضٰی نے یہ خدمت انجام دی، محاصرہ کرنے والوں نے حضرت علی کے انداز سے محسوس کرلیا کہ یہ حضرت محمد نہیں، قتل کا اقدام نہ کیا حضورﷺ اس محاصرہ سے کیسے نکلے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ ایک اہم معجزہ کے ذریعہ حل کیا، حضورﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک مٹھی بھر مٹی لی اور اُن پر پھینک دی،

تلاوت سورۂ یسین کی کرتا ہوا نکلا وہ دراتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا

آپ کو کسی نے نہ دیکھا ہر شخص کے سر پر آنکھوں میں مٹی پڑی آپ آرام سے تشریف لے گئے یہ کفار وہیں کھڑے رہے کسی نے پوچھا آپ لوگ کیوں کھڑے ہیں؟ انہوں نے کہا محمد کے انتظار میں اس شخص نے کہا وہ تو یہاں سے جاچکے ہیں اور تمہارے سروں پر خاک ڈالتے چلے گئے ہیں، حضورﷺ یہ آیہ کریمہ پڑھتے چلے گئے ''انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا'' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غار ثور میں تشریف لے گئے صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اُٹھے تو کفار یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے اب حضور کی تلاش میں دیوانہ وار پھرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی حفاظت اس طرح فرمائی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا۔ کفار یہ دیکھ کر غار میں نہ گئے، آپ نے وہاں تین دن قیام کیا پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے یہ سارا واقعہ تفصیل سے تفسیر خازن میں موجود ہے۔

اس آیہ کریمہ میں اِس عظیم واقعہ کی طرف اشارہ ہے حضورﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب! وہ وقت یاد کرو جب کفار نے ابلیس کی سرکردگی میں آپ کے خلاف تدبیریں کی تھیں، کوئی کہتا تھا آپ کو باندھ دیں کسی نے کہا دیس نکالا دے دیا جائے کسی نے قتل کا منصوبہ بنایا، دشمنوں کی ساری تدبیریں ہم نے ناکام کر دیں اور آپ کو محفوظ کرلیا ہماری خفیہ تدبیریں طاقتور ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا قَالُوۡا قَدۡ سَمِعۡنَا لَوۡ نَشَآءُ لَقُلۡنَا مِثۡلَ هٰذَآ ۙ اِنۡ هٰذَآ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذۡ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنۡ كَانَ هٰذَا هُوَ الۡحَـقَّ مِنۡ عِنۡدِكَ فَاَمۡطِرۡ عَلَيۡنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۳۲﴾

اور جب ان پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو کہتے ہیں ہاں ہم نے سنا ہم چاہتے تو ایسی ہم بھی کہہ دیتے یہ تو پہلوں کے قصے کہانیاں ہیں (۳۱) اور جب کہا اے اللہ! اگر یہی قرآن تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لا (۳۲)

تفسیر

صدق اللہ العظیم

اس سے پہلی آیات میں حضور ﷺ پر خاص انعامات اور خاص حفاظت کا ذکر تھا۔اس آیہ کریمہ میں کفار کی مسلمان دشمنی، قرآن دشمنی کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، ایک شخص نضر بن حارث تجارتی سلسلہ میں روم، فارس جاتا رہتا تھا وہاں کے لوگوں کو رستم اسفندیار کے واقعات پڑھتے سنتے دیکھتا تھا وہ مکہ میں آکر کفار سے ملا اور کہا کہ حضرت محمد تو تمہیں قوم عاد، ثمود کے واقعات سناتے ہیں آؤ میں تمہیں رستم اسفندیار کے واقعات سناؤں۔نضر بن حارث کی اس بدتمیزی پر حضرت عثمان بن مظعون نے فرمایا ظالم خدا سے ڈر بکواس مت کر، حضور ﷺ سچے ہیں ان کا کلام بھی سچا ہے اس پر اس نے کہا اگر قرآن و محمد سچے ہیں تو قوم لوط کی طرح ہم پر بھی پتھر برسادیں یا قوم صالح یا قوم ہود کی طرح کا عذاب بھیج دے۔ان آیات میں نضر بن حارث اور اس کے ساتھیوں کی ڈھٹائی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان کے سامنے قرآنی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ سب قصے کہانیاں ہیں ہم نے روم میں ایسے قصے کہانیاں سنے ہیں، ہم چاہتے تو ہم بھی ایسی کتاب بنالیتے ہم نے ایسا کرنا چاہا ہی نہیں۔ان کا یہ دعویٰ محض جھوٹا تھا قرآن مقدس نے تو انہیں کھلا چیلنج کیا ہے ''فاتو بسورۃ من مثلہ '' سب مل کر ایک چھوٹی سی سورت ہی لے آؤ مگر وہ پیش نہ کر سکے اب یہ کہنا ہم چاہتے تو ایسا کلام بنالیتے محض ڈھٹائی ہے۔

یہ بھی یاد کریں جب کفار نے کہا اگر قرآن برحق کتاب ہے جو تجھ پر نازل ہوئی ہے تو ہم پر وہی عذاب بھیج دے جو پہلی قوموں پر آئے تھے آسمان سے پتھر برسایا کوئی اور عذاب بھیج۔اس آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کفار قرآن سننے سے نفرت کرتے تھے مگر اللہ کا فضل ہے کہ مومن قرآن پڑھنے، سننے، دیکھنے اس پر عمل کرنے سے سیر ہی نہیں ہوتا اور ان کاموں کو ذریعہ نجات سمجھتا ہے۔کفار کا یہ کہنا ہم نے قرآن سن لیا ہے یہ محض دعویٰ ہے درحقیقت انہوں نے قرآن سنا ہی نہیں اگر غور سے سن لیتے تو یہ کہتے ہی نہ، ایسے ہی انہوں نے حضور ﷺ کو حقیقت کی نگاہ سے دیکھا ہی نہیں اگر دیکھ لیتے تو گرویدہ ہو جاتے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۚ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٤﴾

صدق اللہ العظیم

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جبکہ آپ ان میں موجود ہوں اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جبکہ یہ استغفار کر رہے ہوں (۳۳) اور اللہ انہیں کیوں عذاب نہیں دے گا حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں اور اس مسجد کے (متولی) نہیں اس کے متولی اور اہل تو وہی ہیں جو پرہیزگار ہیں مگر زیادہ لوگوں کو علم نہیں (۳۴)

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں کفار کی ایک ہٹ دھرمی کا ذکر تھا وہ کہتے تھے اگر قرآن سچی کتاب ہے حضور سچے ہیں اور ہم نہیں مانتے تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا، اگر قرآن سچی کتاب ہے تو ہم پر عذاب نازل ہو، اس آیہ کریمہ میں ان کی اس ضد کا جواب دیا جا رہا ہے اور عذاب نہ آنے کی وجہ کا ذکر ہے۔

اے محبوب کریم! ہم ان لوگوں پر عذاب نازل نہیں کریں گے اس لئے کہ آپ ان میں ہیں اور آپ کائنات کی رحمت ہیں آپ کے ہوتے ان پر عذاب آجائے تو آپ کی رحمت کا ظہور کیسے ہوگا؟ ان پر عذاب نہ آنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں نیک لوگ بھی ہیں جو اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہتے ہیں ان کی دعا استغفار کی وجہ سے ان پر عذاب نہیں آئے گا۔ یہ دنیا کے عذاب کا ذکر ہے رہا آخرت کے عذاب کا معاملہ تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ نبی کریم کو اور ایمانداروں کو مسجد حرام میں عبادت سے روکتے ہیں، حال تو یہ ہے کہ یہ لوگ مسجد حرام کی تولیت کے اہل ہی نہیں۔ مسجد حرام کے متولی ہونے کا حق تو صرف مسلمانوں کو ہے اکثر لوگ یہ راز سمجھتے نہیں اگر لوگ سمجھتے ہیں تو وہ محض ہٹ دھرمی، ضد کی بناء پر انکار کر رہے ہیں۔

آیہ مبارکہ سے حضور ﷺ کی رحمت عالم ہونے کا ثبوت مل رہا ہے کہ حضور کی وجہ سے دنیا میں عام عذاب نہیں آئے گا۔ پہلی قوموں کی نسلیں بدل دی جاتی تھیں بندروں، خنزیروں کی شکل میں بنا دئے جاتے ، آسمانوں سے پتھر برستے آگ برستی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے صدقہ سے حضور کی اُمت کو ان عذابوں سے بچایا ہوا ہے۔

قرآن مقدس قیامت تک کیلئے کتاب ہے ''وانت فیھم '' سے واضح ہو رہا ہے کہ حضور آج بھی جلوہ گر ہیں اور قیامت تک بھی حضور ﷺ کائنات کیلئے رحمت ہیں سراپا برکت ہیں اور یہ رحمت محسنین کے قریب ہے۔ حضور ﷺ کی رحمت سے کفار نے بھی فائدہ اٹھایا ہے عذابوں سے بچے ہوئے ہیں تو یہ صدقہ رحمت ہے۔

آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہے گناہوں کی معافی مانگنے سے بھی عذاب ٹل جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں ہم میں دو امانتیں ہیں ایک نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ اور دوسری استغفار، حضور ﷺ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ چلے گئے عذاب نہ ہونے کی ایک وجہ تو ختم ہوگئی کہ حضور مکہ والوں سے الگ ہوگئے مگر پھر بھی ایک وجہ باقی رہی کہ وہ اہل مکہ عذاب سے بچے رہے وہ کمزور مسلمان تھے جو ہجرت نہ کر

سکے تھے مکہ میں رہ گئے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہے تھے۔ ان کی خاطر اہل مکہ پر عذاب نازل نہیں کیا گیا۔ پھر جب کوئی رکاوٹ نہ تھی تو ارشاد فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے وہ لوگوں کو مسجد حرام سے عبادت کرنے سے روکتے ہیں، مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکنے کا واقعہ غزوۂ حدیبیہ میں پیش آیا تھا جب حضور ﷺ عمرہ کیلئے تشریف لے گئے تھے اور مشرکین مکہ نے آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا آپ کو آپ کے صحابہ کو احرام کھولنے اور واپس جانے پر مجبور کیا گیا۔ اس آیہ مبارکہ سے واضح ہورہا ہے حضور ﷺ اپنے جسد عنصری کے ساتھ روضہ پاک میں زندہ ہیں آپ کی رسالت کا قیامت تک قائم رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ قیامت تک دنیا میں ہیں اس لئے یہ امت قیامت تک عذاب سے بچی رہے گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ
إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ
بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ
اللَّهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ
عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾

اور بیت اللہ کے نزدیک اُن کی نماز سوا اس کے کیا تھی کہ وہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اب عذاب چکھو کہ تم کفر کرتے تھے (۳۵) جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کرتے ہیں تا کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں وہ عنقریب اور بھی خرچ کریں گے پھر ان کیلئے پریشانی کا سبب ہو گا پھر یہ مغلوب ہوجائیں گے اور کافر (قیامت کے دن) دوزخ کی طرف اکٹھے کئے جائیں گے (۳۶)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کے اس عمل کا ذکر تھا کہ ایمانداروں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں انہیں عبادت نہیں

کرنے دیتے اس آیہ پاک میں اُن کے ایک اور بُرے کام کا ذکر ہے کہ وہ خود کعبہ کے پاس تالیاں سیٹیاں بجاتے ہیں اور اسے اچھا سمجھتے ہیں۔اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ کفار کعبہ کا طواف تو کرتے تھے مگر بالکل ننگے ہو کر طواف کرتے مرد عورت ایسے اکٹھے طواف کرتے سیٹیاں بجاتے اس کام کو بہترین عبادت سمجھتے نیز کچھ لوگوں کا معمول تھا جب حضور انور کو مکہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھتے تو یہ دائیں بائیں جمع ہو کر تالیاں بجاتے اور اپنی اس حرکت کو عبادت سمجھتے اور کہتے ہم نے حضور کی نماز کو اپنی اس نماز میں چھپا لیا ہے اُن کے اس عمل پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

آیہ کریمہ کے دوسرے حصہ میں ان کے مال خرچ کرنے کا ذکر ہے جنگ احد کے موقعہ پر ابوسفیان بن حرب نے بہت سے کفار کو کرایہ پر جنگ کیلئے تیار کیا اُن پر خاصی مقدار میں سونا خرچ کیا تو یہ آیہ پاک اُتری کہ وہ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں۔اس خرچ سے مراد ایک روایت میں یہ ہے کہ کفار جنگ بدر میں کفار کے لشکر کو کھانا باری باری دیتے تھے ہر شخص اپنی باری پر دس اونٹ ذبح کرتا اور کھانا دیتا۔اس آیہ مبارکہ میں کفار کی بدعملی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے کو کعبہ کا متولی بھی سمجھتے تھے اپنے کو اللہ کا دوست بھی سمجھتے تھے مگر ان کی بدعملی یہ کہ کعبہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے، سیٹیاں بجاتے ان کی ایسی حرکتوں کی بناء پر انہیں کہا جائے گا کہ آج اپنی سرکشی اور کفر کی وجہ سے عذاب چکھو، مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کیلئے مال خرچ کرتے ہیں مگر ان کا ایسا کرنا ناکام ہوگا۔اسلام بڑھتا رہے گا یہ لوگ رسوا ہوتے رہیں گے اور مغلوب ہوں گے۔قیامت کو دوزخ کا عذاب چکھیں گے۔

آیہ مبارکہ میں خانہ کعبہ کی بے ادبی کو بدترین جرم فرمایا گیا ہے جس سے واضح ہے مساجد، مدارس عبادت گاہوں کا ادب ضروری ہے بے ادبی جرم ہے اپنی طرف سے کسی کام کو عبادت سمجھ لینا شریعت کے خلاف ہے، عبادت وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے واضح ہو، ان لوگوں نے ننگے ہو کر طواف کر کے سیٹیاں بجانے کو نماز سمجھ رکھا تھا (معاذ اللہ) ان کے خرچ کرنے کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی راہ پر نہیں بلکہ نیکی سے روکنے کیلئے خرچ کرتے ہیں۔مسلمانوں کے خلاف کفار کے مال خرچ کرنے کی ایک

روایت عبداللہ ابن عباس سے اس طرح بھی ملتی ہے غزوۂ بدر میں شکست کھانے کے بعد کفار نے ابوسفیان سے کہا ہم نے تمہارے قافلہ کو بچانے کیلئے مار کھائی ہے ہمیں خرچ دو کہ ہم مسلمانوں سے اس شکست کا بدلہ لے سکیں ابوسفیان نے مالی مدد کی اور یہ رقم غزوۂ احد میں خرچ کی گئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾

صدق اللہ العظیم

تا کہ اللہ خبیث کو طیب سے الگ کر دے اور سب خبیثوں کو اوپر تلے رکھے پھر ان سب کا ڈھیر بنائے اور دوزخ میں ڈال دے یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں (۳۷)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کفار کے اسلام دشمنی میں مال خرچ کرنے کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں اُن کے اس کام کے انجام کا ذکر ہے کہ وہ قیامت کو رسوا ہوں گے نیکوں کو بدوں سے الگ کر دیا جائے گا برے لوگ اپنی زیادتی جرائم کی وجہ سے تہہ بہ تہہ ہوں گے اور دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ کفار سے فرما دیجئے اگر اب بھی تم اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ کفر چھوڑ دو فسق چھوڑ کر پرہیزگاری اختیار کر لو تو تمہارے سارے گناہ معاف کر دئے جائیں گے تمہارے گناہوں سے ہماری مغفرت زیادہ ہے اگر تم ضد پر اڑے رہے تو پہلی قوموں کی طرح رسوا ہو گے۔ مومنین اور کفار دونوں کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔ معلوم ہوا دنیا بھر کے ایماندار ایک جماعت ہے اگرچہ ہزاروں میلوں کے فرق سے رہ رہے ہوں اور کفار ایک جماعت ہے وہ کہیں بھی ہوں ''الکفر ملة واحدہ'' کفار ایک جماعت ہیں یہی وجہ ہے جب کبھی پاک و ہند میں کوئی جنگ چھڑی تو دنیا بھر کے کفار نے ہمیشہ ہندوستان کی مدد کی، امریکہ، برطانیہ نے ہمیشہ کفر کا ساتھ دیا اور ہمیں محض باتوں پر ٹرخایا۔

قیامت کے دن پاک اور ناپاک الگ الگ ہو جائیں گے کفار کو ایک جگہ جمع کر کے جہنم میں جھونک دیا جائے گا اُنہیں اس وقت پتہ چلے گا کہ انہوں نے جو اپنا مال خرچ کیا وہ برباد ہوا، ''مرکوم'' کا معنی یہ ہے کہ ایک دوسرے پر ڈالتے جانا یہاں تک کہ ایک ڈھیر کی شکل پیدا ہو جائے پھر انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ حضور علیہ ﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب! ان لوگوں نے اپنی اصل دولت برباد کر دی اپنی زندگی کے لمحات گناہوں میں گزارے اگر یہ اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو جہنم میں ڈال دیۓ جائیں گے اور یہ خسارہ اٹھانے والے ہوں گے مذکورہ آیات میں دین حق سے روکنے کیلئے مال خرچ کرنے کا انجام فرمایا گیا ہے اس میں آج کے وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسلام سے روکنے کیلئے طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر مال خرچ کرتے ہیں مختلف عنوان سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اسلام کے خلاف لوگوں کو اکسانے کیلئے خرچ کرنا بھی اسی زمرہ میں شامل ہے جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے ایسے ہی قیامت کے دن ان کی بداعمالیاں دوسری بداعمالیوں کو کھینچے گی اچھا عمل اچھے عمل کو قریب کر دے گا۔ اموال خبیثہ سب اکٹھے ہو جائیں گے اور جہنم میں ڈال دیۓ جائیں گے اور یہ لوگ بڑے خسارے والے ہوں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾ صدق اللہ العظیم

(اے محبوب) کفار سے کہہ دیجئے اگر وہ (اب بھی) رُک جائیں تو جو کچھ ہو چکا انہیں بخش دیا جائے گا اگر وہ پہلے کی طرح کریں گے تو ہمارا طریقہ بھی پہلے نافرمانوں کے ساتھ گذر چکا (وہی ان کے ساتھ ہوگا) (۳۸) ایمان والو کفار سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فساد مٹ جائے اور سارے کا سارا دین اللہ کیلئے ہو جائے پھر اگر وہ

بازآ جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو کچھ وہ
کر رہے ہیں (۳۹) اگر وہ روگردانی کریں تو
جان لو اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے اور وہ کیا ہی
بہتر کارساز ہے اور کتنا بہترین مددگار ہے (۴۰)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں ایمانداروں کو حکم فرمایا جا رہا ہے کہ کفار سے جہاد کریں یہاں تک کہ کفر کا زور ٹوٹ جائے اور سارے کا سارا دین اللہ کیلئے ہو جائے۔ اس مقام پر دین کا معنی ہے کہ حق کا غلبہ ہو جائے قوت و بالا دستی پیدا ہو جائے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے بھی یہی معنی کیا ہے کہ جنگ جاری رکھو، حتیٰ کہ حکومت و فرمانروائی اللہ تعالیٰ کی ہو جائے صحابہ کرام سے ارشاد ہے کہ تم کفار سے لڑتے رہو یہاں تک کہ خطہ کفر و شرک سے پاک ہو جائے اگر کفار تمہارے حملہ سے پہلے ہی اسلام میں داخل ہو جائیں تو اللہ انہیں عظیم اجر دے گا اگر وہ اسلام نہ لائیں اور کفر پر ہی اڑے رہیں تو اللہ تمہارا مددگار ہے۔ وہ سارے مددگاروں سے اچھا مددگار ہے، وہ ان کے سارے نیک و بد اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

اس آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ حق کی حمایت میں اس قدر کام کرو کہ برائی ظلم ناانصافی کا وجود ختم ہو جائے کفار کیلئے تین صورتیں ہیں اسلام قبول کریں یا جزیہ دیں یا پھر قتل ہو جائیں جہاد کے حکم کو بعض لوگوں نے زیادتی، جبر پر معمول کیا حالانکہ ایسا قطعاً نہیں جسم پر پھوڑا ہو جائے تو پہلا علاج یہ ہے کہ اس پر مرہم لگائی جائے اگر وہ مرہم سے نہیں بچا تو پھر اُسے چیرا جائے، آپریشن کیا جائے اگر وہ اس سے بھی نہیں بچا تو وہ حصہ کاٹ دیا جائے۔ اسلام نے کفار کیلئے پہلا علاج فرمایا ہے کہ وعظ و نصیحت ہو اگر وہ اس علاج سے نہیں بچ چکے تو پھر جزیہ کا نشتر لگایا جائے اگر یہ نشتر بھی کامیاب نہ ہو سکا اور ان کا مرض بڑھتا گیا تو پھر یہ عضو جسم سے کاٹ دیا جائے ورنہ اس پھوڑے کا زہر سارے جسم میں سرایت کر جائے گا۔

کفار سے یہی ہی طریقہ کار اختیار کیا جائے گا کچھ لوگوں نے جہاد پر بے جا اعتراضات کئے ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں۔ بعض نے کہا دفاعی تو جائز ہے اگر کفار حملہ کریں تو جواب دیا جائے پہل نہ کی جائے اس کی کوئی حیثیت نہیں، اسلام میں جہاد دفاعی بھی ہے اور ابتدائی بھی۔ کفر ختم کرنے کیلئے دونوں طریقے جائز ہیں سانپ بچھو ڈسیں نہ بھی تو ان کا مارنا جائز ہے کہ موقع ملنے پر یہ ڈسیں گے اس لئے ڈسنے سے پہلے ہی ان کا انتظام کر لینا جائز و درست ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے کو ہر وقت حالت جنگ میں سمجھیں اور ایسے اسباب پیدا کرتے رہیں کہ پوری دنیا میں شرک و کفر کا خاتمہ ہو جائے اور توحید کا جھنڈا بلند ہو۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ہر دور کی جنگی ضرورتوں کے مطابق تیار رہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

﴿الحمدللہ! نواں پارہ ۹ رمضان المبارک بہ مطابق ۱۰ ستمبر ۲۰۰۸ء کو سحری کے وقت ختم ہوا﴾